

خطباتِ مشاہیر

جلد ششم

منبرِ حقانیہ سے

خطباتِ مشاہیر

(جلد ششم)

ترتیب وتدوین .... حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

معاون .... مولانا محمد اسرار ابن مدنی

نظرثانی وتخریج .... مولانا محمد اسلام حقانی/مفتی یاسر نعمانی

کمپوزنگ .... بابر حنیف

ضخامت ۵۰۴صفحات

تعداد 1100

اشاعتِ اوّل اپریل2015

برقی رابطے .... editor_alhaq@yahoo.com
www.jamiahaqqania.edu.pk

ملنے کے پتے

☆ مؤتمر المصنفین ...... جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

☆ القاسم اکیڈمی ...... جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد نوشہرہ

☆ مکتبہ ایوان شریعت ...... جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

☆ کتاب سرائے، اردو بازار لاہور

☆ تحقیقات پبلشرز نوشہرہ

☆ یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار پشاور

☆ مکتبہ محمودیہ، سردار پلازہ، اکوڑہ خٹک (0300-9610409)

فہرست

● امام بخاری اور قیاس

● کبائر ذنوب

● مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی شرح مسلم کی خصوصیات

● نماز کے آداب وخاصیت

● مسلم حکمران اور ارباب اختیار کے حقوق وفرائض

● اہمیت جہاد

(۴) شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحبؒ

● علمِ حدیث کی فضلیت اور برکات

● حقوق اللہ اور حقوق العباد

● الدین النصیحة

● فضلاء مدارس کے لئے دس زرین نصائح

● فضلاء کو دس نصائح

● الہام کا کرشمہ

● ملفوظات حضرت مفتی محمد فرید صاحبؒ

(۵) مولانا مفتی محمد یوسف بونیری صاحبؒ

● اسلام کے عائلی نظام اور مغرب زدہ طبقوں کی ریشہ دوانیاں

● اسلام میں زکوٰۃ کا مقام اور اسکے مسائل واحکام

(۸) مولانا قاضی انوارالدین صاحبؒ

● پاکستان میں نفاذ اسلام کے لئے علماء دیوبند کی کوششیں

(۹) حضرت مولانا فضل الٰہی شاہ منصوری صاحبؒ

● انسان کی شرافت علم وحی سے ہے

● عزت اور رفعت والے لوگ

● ذکر اللہ کے فوائد قلب ولسان کی اصلاح

● حیاتِ اخروی اور حیات دنیوی کی حقیقت

● روحانی امراض اور دل کی بیماریاں

● بدگمانی ایک روحانی بیماری

(۱۰) حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ المدنی صاحب

● ختم نبوت دین اسلام کا بنیادی عقیدہ

● شمائل نبوی ﷺ کی اہمیت اور ضرورت

● وقت کو قیمتی بنانے کا طریقہ

● طلبۂ علوم دینیہ کیلئے لازمی شرائط

● علم منطق کی اہمیت وضرورت

مُقَدِّمَۃ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم الحمد للّٰہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنتھدی لولا ان ھدانا اللّٰہ والصلوۃ والسلام علی من أصطفاہ اللّٰہ لھدایۃ العالمین وعلی ورثتہ من الصحابۃ والتابعین وأتباعھم من العلماء الغرّ المحجلین الذین قضواحیاتھم فی تعلیم القرآن وتعلمہٖ ووعی مقالات الرسول ﷺ ثم أدّا ھم کما سمعھا ودرسوھا وبلغواھا الی الآخرین

دارالعلوم حقانیہ پر روز اول سے رب کریم کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ ہر دور میں درس وتدریس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے اساتذہ و مدرسین منتخب فرمائے جن کے علمی رسوخ ،تدریسی مہارت، معقولات ومنقولات پر کمالِ عبور کے ساتھ اللہ نے انہیں للّٰہیت، اخلاص ،زہداورقناعت کے ساتھ ساری زندگی کے درس و تدریس کے لئے وقف کرنے کے جذبے سے نوازا۔ نہایت سادگی اور زاہدانہ بودوباش اور معمولی تنخواہ اورقوت لایموت پر بقدر کفاف خدمتِ تعلیم وتربیت پر اکتفا، اُس زمانہ میں بڑے سے مدرس کی تنخواہ سو،سوا سو سے زیادہ نہ تھی جبکہ اِس دورِ تعیش وفراخی میں بھی شاید کسی مدرس کی تنخواہ دس ہزار سے متجاوز نہ ہو جبکہ ان مشائخ میں سے اکثر کو ہزاروں اورلاکھوں کی پیشکشیں آتی رہیں مگرانہوں نے نہایت استغنیٰ اور بے نیازی سے دنیا کی متاع قلیل کوٹھکرا کر زندگی کی آخری دم تک جامعہ حقانیہ کی خدمت کومقصدِ حیات قرار دیا۔ اِن لائق تقلید واتباع اساتذہ کے علوم و فیوض سے ہزاروں تلامذہ مستفید ہوتے رہے مگر یہ فیض رسانی دارالعلوم کے احاطوں اوردرسگاہوں تک محدود تھی جبکہ عامۃ الناس اور باہر کی دنیا میں اِن کے خطبات، تقاریر، ارشادات اور ملفوظات کا دائرہ محدودرہا، پھر بھی حسبِ توفیق خداوندی اس میدان میں اِن کی فیض رسانی جاری رہی، اس لحاظ

سے ہم نے چاہا کہ جتنے بھی اساتذہ ومشائخ حقانیہ کے خطبات وملفوظات میسر ہوسکیں اِنہیں خطبات مشاہیر کا حصہ بنا کران کا دائرہ وسیع کردیا جائے اور بطورنمونہ دنیا کے سامنے اُن کی علمی کمالات اُجاگر ہوسکیں۔ اساتذہ کے ایسے خطبات وارشادات اس کتاب کی چار جلدوں پر محیط ہوچکے ہیں، اس طرح کا ایک بڑاذخیرہ اِن کے تلامذہ ،مسترشدین اور متعلقین کے پاس محفوظ ہوگا ،خواہش ہے کہ ان افادات کی اہمیت محسوس کرکے اُسے بھی مدون ومرتب کرکے شائع کرسکیں، افسوس کہ پیش نظر مشمولہ اساتذہ کے علاوہ اساتذہ حقانیہ کی ایک بڑی تعداد جو اپنے وقت کے نابغہء روزگار مرشد، معلم وخطیب مانے گئے تھے اُن کے خطبات دستیاب نہ ہوسکے' ان اساتذہ میں صدرالمدرس استاذمکرم مولانا عبدالغفور سواتی ،مولانا سید احمد صاحب حق صاحب شالفین (سوات) دفین مکہ مکرمہ دارالعلوم دیوبند کے فضلاء ومولانا محمد شفیق مغلکی اکوڑہ خٹک، مولانا میاں محمد فیاض سواتی، مولانا عبدالغنی دیروی ،مولانا شفیع اللہ بام خیلی، مولانا محمد علی سواتی مظاہری اور مولانا فضل مولیٰ ہزاروی دفین جنت المعلیٰ مکہ مکرمہ ، مولانا جلال الخالق ہزاروی، مولانا عبدالحلیم کوہستانیؒ (ممبر قومی اسمبلی)، مولانا محمد ہاروت سواتی، مولانا عبدالحلیم کلاچوی، مولانا جلال الدین حقانی، مولانا لطافت الرحمٰن سواتی، مولانا شمس الرحمٰن افغانی، مولانا مفتی رشید احمد حقانی اوردیگر بے شمار اساتذہ حفظ وتجوید...... اللہ کے فضل وکرم سے توقع ہے کہ ان کے بہت سے منتشر علمی افادات بھی تلاش وتجسس سے سامنے آسکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علوم وفیوض کو قیامت تک جاری ساری رکھے۔ آمین

نفعنا اللّٰہ ولمسلمین بعلومھم أجمعین

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ محمد وآلہٖ وصحبہ أجمعین

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۲۸/اپریل۲۰۱۵ بمطابق ۹/رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

خطبات

حضرت مولانا حافظ

قاضی محمد حبیب الرحمٰن صاحبؒ

حضرت مولانا حافظ

قاضی محمد حبیب الرحمٰن صاحبؒ

تعارف

تقسیم ہند سے قبل مادر علمی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی اولین شکل مدرسہ انجمن تعلیم القرآن کی تھی (جو آج کل تعلیم القرآن حقانیہ ہائی سکول کی شکل میں موجود ہے)۔ والد مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ دارالعلوم دیوبند سے فراغت پانے کے بعد جب وطن واپس لوٹے تو قدیم طرز کے مطابق اپنے گھر کے متصل مسجد میں دینی تعلیم کی تدریس (حلقہ درس کی شکل میں) شروع کردی اور مختلف علوم وفنون کی چھوٹی بڑی اہم کتابوں کی تدریس فرماتے تھے۔ بچوں کی تعلیم وتربیت کیلئے اکوڑہ خٹک کے چند بیدار مغز لوگوں کے باہمی مشورہ سے ۱۹۳۷ء میں مولانا عبدالحقؒ نے ''انجمن تعلیم القرآن'' سکول کی بنیاد ڈالی۔ جہاں پرائمری سکول میں رائج کتب کے علاوہ بچوں کیلئے ناظرہ قرآن مجید، عقائد، اسلامی معلومات، نماز پنجگانہ، جنازہ اور عیدین باترجمہ پڑھانے کے ساتھ ساتھ بعض قرآنی سورتیں حفظ کرائی جاتی تھیں۔ ۹رمئی ۱۹۳۸ء کو شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ جب صوبہ سرحد تشریف لائے تو انہوں نے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی دعوت پر مدرسہ تعلیم القرآن اکوڑہ خٹک کا معائنہ بھی فرمایا۔

مدرسہ ''انجمن تعلیم القرآن'' کے جماعت چھارم سے فارغ التحصیل طلباء کیلئے اس کے ساتھ ملحق ''شعبہ عربی'' کا اجراء کیا گیا جس میں طلباء کو ابتدائی دینی کتب کافیہ تک پڑھائے جانے کا انتظام ہوا۔ اس شعبہ عربی کا یا باالفاظ دیگر منظّم مدرسہ دارالعلوم حقانیہ کا اولین مدرس گاؤں کا نوجوان فاضل دیوبند حضرت مولانا قاضی حبیب الرحمٰن مقرر ہوئے۔ جنہوں نے درس وتدریس کا یہ سلسلہ یہاں پر ۱۹۵۰ء تک جاری رکھا۔ بعد میں آپ جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک اور پھر دارالعلوم سرحد میں مصروف درس وتدریس رہے۔ اس ابتدائی شعبہ کے اولین شاگردوں میں راقم، شیخ الحدیث حضرت مولانا شیر علی شاہ مدظلہ، حضرت مولانا قاضی انوارالدین بھی شامل تھے۔ .... (سمیع الحق)

الحمدللہ کہ تالیف شریف زبدۃ المحققین قدوۃ العارفین سند المفسرین سید المحدثین حافظ آیات رب العالمین حضرت مخدومنا شاہ رفیع الدین خلف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مسمی بہ

شرح چہل کاف ورسالۃ الاذان ۱۳۲۹ھ

بحکم جناب حضرت مولانا مولوی حافظ قاضی محمد حبیب الرحمٰن صاحب

فاضل دیوبند و مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

پیش لفظ

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد اہل علم حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ چند مطبوعہ رسائل مصنفۂ حضرت شاہ رفیع الدینؒ کسی دوست کے ذریعہ بندہ کو دستیاب ہوئے میں نے ان کو نقل کیا (داشتہ بکار آید) عزیز مولوی عبدالمتین باعث ہوئے کہ اگر اس کو طبع کیا جائے تو بہتر ہوگا چنانچہ بغرض اشاعت علم اس کو طبع کیا گیا نیز دوسرا رسالہ ''اذان'' چونکہ فارسی میں تھا آسانی کے لئے بندہ نے اس کو عربی لباس پہنایا امید ہے کہ اہل علم حضرات اس کو پسند فرما کر حوصلہ افزائی فرمائیں گے ان شاءاللہ اس کے بعد دیگر رسائل بھی ہم ان کی خدمت میں پیش کرینگے۔

فقط والسلام

احقر حبیب الرحمٰن

شرح چہل کاف

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وعلی اله وصحبه اجمعین امابعد فیقول العبد المسکین محمد رفیع الدین الحقه اللّٰہ تعالی بسلفه الصالحین هذا شرح مختصر للابیات القافیة الکافیة المنسوبة الی شیخ الثقلین نوراهل الکونین صفوة الاصفیاء وسلطان الاولیاء امامنا وسید نا الغوث الاعظم الشیخ ابی محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللّٰہ تعالی عنه اسلافه واخلافه اجمعین اخرجت معانی مفرد اتهاعلی حسب النسخة التی وصلت الی بکتاب القاموس واللّٰہ اسئال التوفیق..

كَفَاكَ رَبُّكَ كَمْ يَكْفِيُكَ وَاكِفَةً

كِفُكَا فُهَا كَكَمِيُنٍ كَانَ مِنُ لُــكَكٍ

الجملة الاولی إمادعائیة اوخبریة ذکرت تقویة للرجاء والتوکل وتوسلابالا عتیاد بالنعم السابقة الی الاستحقاق للنعم اللاحقه من کتاب الکریم جل مجده وکم خبریة فی محل النصب علی المصدریةاوالظرفیة والمضارع بعدها للاستقبال اوالحال اوالا ستمرار والکفایة فی لغة العرب یتعدی الی المفعول

الثانی بلاواسطة حرف الجروالوكف(چکیدن) فالواكفة كالنا زلة والواقفة كناية
عماينزل من سؤالقضاء من المحن والبلاء وهی مفعول ثانٍ للمضارع وحذف
المفعول الثانی من الجملة الاولیٰ لقصد التعميم مع الاختصار قوله الكفكاف
لازم ومتعدٍ بمعنى الصرف والا نصراف وهو مبتداء وما بعد ه خبره والجملة
صفة لواكفةٍ والكمين وهوالكمون فی الحرب مصدر بمعنى الاختفاء
ترصداللعدوّ والجملة بعده صفة له وكان تامة والكلك كصُردٍ مزدحم العسكر
وككتف مخفف لكيك بذلك المعنى ويوجد فی اكثر النسخ كلك بتقديم
الكاف على اللام ويفسر بالصيادولم اجده فی اللغة فالانصراف انكان متعدٍ
بِعَنْ فالمراد انصرافها عنك لكيدومكر ككمون العسكر المزدحم على نية
الرجوع والغارة اوالمراد حاصل المصدرای احتباسهاوركودها عنك وان كان
متعدٍ بإلیٰ فالمرادان الأفات حيث لم ينزل يتواردقوما بعد قوم وحينا بعد حين
فأصا بتها ليس اول مرة بل عود وانصراف وفيه إيماء الیٰ ان توجه البلاء كانه
انحراف من سنة الطبيعی فان دخول الشر فی القضاء بالعرض ۔

المعنیٰ کفایت کرده است ترا پروردگار تو بسیار کفایت میکند ترا از مصیبتہا که بازگشتن آن
یا بازاستادنِ آن مانند کمین کردن است که باشد از لشکر درہم آمده............

تَكِرُّكَرًّا كَكَرًّا فِیْ الكركَبَدِ
تَحْكِیْ مُشَكْشَكَةً كَلُكُلُكِ لَكِ

الكرمن باب ضَرَبَ من معناه (بازگشتن وحمله اوردن) والجملة صفة ثانية للواكفة
والمصد ربعده مفعول مطلق للتاكيد والتمهيد للنعت بالتشبيه والكرالثانی
يرادبه انعطاف بعض الاجزاء الیٰ بعضٍ والكر مضاف اليه الحبل الغيظة والقيد

من الليف والخوص والتشبيه صفة المصدر والكبد بفتح الباء الشدة والصعوبة
ومنه قوله تعالیٰ:**لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ** (البلد ر:٤) والظرف هو الجامع
للتشبيه فهو متعلق بمعنى التشبيه المستفاد من الكاف ای لقبول الواكفة
فانعطاف القيد لصاحبه بالإحاطة واللزوم فی الفردالضيق وفاعل الجملة ضمير
موصوفها قوله تحكی هذه صفة ثالثة للواكفة والمشكشكة مؤنث اسم الفاعل
من مضاعف الرباعی والشكشك الطعن بالرمح ونحوه وايضاً السلاح الحاد
الطرف كالرمح وشبهه فهی صفة لجماعة ذات السلاح اولآلة حادة وهی
مفعول تحكی وضمير الفاعل راجع الی الواكفة والكلُكلُك كهد هد
الصغيروالضخم من الابل والتشبيه صفة مشكشكة واللكك بفتحتين الجمل
الصلب المتكتنزاللحم صِفَةُ لُكُلُك

المعنیٰ حمله میکند حمله کردنی مانند پیچیدن رسن سطر در تختی ومشقت حکایت میکند آن
مصیبت جماعت سلاح پوش را یا نیزهٔ تیز را مانند شتر جوان فربه سخت گوش

كَفَاكَ مَابِیْ كَفَاكَ الْكَا فِ كُرِبَتَــهٗ
يَا كَوْكَبًا كَانَ يَحْكِیْ كَوْكَبَ الْفَلَكِ

الخطاب للقلب والجملتان دعائيتان وما موصولة والمراد بها الآ لام والاحزان
وبی صلتها والباء للملابسة فان كانت الآلام حاصلة فالملابسة خارجية وان
كانت متوقعة فالملابسةعلمية ای مافی علمی من صنوف المحن وفاعل الفعل
الاول ضمير الرب تبارك وتعالیٰ والاول الضمير البارزوالموصول مفعوله
وفاعل الفعل الثانی لفظ الكاف بعد كاف الضمير وهو مرخم الكافی بحذف
اليأنحو قوله تعالیٰ **يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ** ومفعوله الثانی كربتهٗ والكربة شدة الحال

وتفرق البال وضمیر الغائب المجرورا بالاضافة راجع الی ماموصولة قوله یا کوکبا المراد بالکوکب القلب العالی الهمة الرفیع المنزلة المستنیرة بنورالعقل والفهم اوبنورالحضوربین یدی اللّٰه سبحانه والا لتجاء الیه ونصب المنادی المعرفة بالنداء علیٰ انه شبه المضاف بناء علی نیة تقیده بالوصف کما قال الشاعر ....

یا مطلبا لیس فی غیره ارب

الیك اٰل التفضی وانتهی الطلب

وورد فی الدعاء یا حلیما لاتعجل ویا جوادالا تبخل

المعنٰی *کفایت کند ترا پروردگار تو اے دل! من ازانچه با من است یعنی درعلم من است وکفایت کند ترا ارنج وکلفت ان اے ستارۂ! که حکایت میکند ستارۂ آسمان را* فکلمة کان زائدة فی المعنی والنکتة فیها الاشارة الیٰ استحکا مها فی هذا الوصف واذاانتهی الحل ناسب التنبیه علی فوائد الاولیٰ ان ملاك استجابة الدعاء بعد موافقة القدر صدق التضرع وهوقد ینشأ من ملاحظة حال المدعو فی عزته ورحمتہٗ وقد ینشأ من ملاحظة الداعی حال نفسه فی اضطراره وعجزه عن مقاومة حاجته الاولی اکثر مایکون للخواص والثانیة یکون للخواص والعوام جمیعا فصاحب الابیات ایضا اجمل الاولیٰ فی صدرالابیات عند ذکر الکفایة والتربیة وتوالی النعمة المالوفة والمامولة وبالغ فی ذکر الثانیة حیث وصف الواکفة بثلث صفات فالاولیٰ حالها قبل الوصول والثانیة حالها بعدالوصول والثالثة حالها فی نفسها وختم الدعاء بذکر الاسم الکافی رداًللعجزالی الصدر واعترافابحسن الظن ولا یخفی حسن هذا السیاق وکونه ادعیٰ الی الاجابة

الفائدة الثانیه ان الابیات قطعة من بحر البسیط المثمن الاجزاء واصله مستفعلن فاعلن اربع مرات وهی من العروض وضرب فیهما مخبون و البواقی قد تسلم علی الاصل وقد یخبن فیصیر مفاعلن وفعلن وقافیتها متدارکة مطلقة مکسورة مجراها وهی موصولة بالیاء عندنا وعند غیرنا بالالف وحینئذ یقع تکلفات رکیکةجدا الفائدة الثالثة بلغنی ان من ترك الحیوانات والمنهیات یوم الثلثاء وابتداء من نصف لیلة الاربعاء بعد الغسل وتحیة الوضوء فقال یا جبرائیل بحق الکاف اجب واطع وسخر فی قضاء حاجاتی وحصول مرادی بلامهلةٍ ولا مکثٍ والف قلوبنا بین قلوب الامة بحق کفاك وارنی عالم الارواح فی هذه الساعة سریعا کفاك ربك الخ واتمها الفی مرة و قرأصدرکل مائة بهذا الدعاء وختمها به وصام نهارهاودام علیٰ ذلك سبع ایام مع کثرة السکوت والعزلة والتوجه الی اللّٰه سبحانه فی استکسشاف اسرار ها وتاثیر اتها یری العجائب باذن اللّٰه وعند هذا تم الکلام والحمد للّٰه وحده والصلوة علی نبیه الذی لانبی بعده تمت صفر ۱۲۲۰ھ

رسالة الأذان

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم أعلم ان ترتيب كلمات الاذان توقيفى لانه تقررا ولابواسطة تعليم الملك فى المنام لعبد اللّٰه بن زيد بن عبدربه وثبت ثانيا مزيد اعتباره وتوثيقه بموافقة المنام لاميرالمؤمنين عمر بن الخطاب رضى اللّٰه تعالٰى عنه وحصل له ثالثا مرتبة الوحى بتقريرحضرة الرسالة فعلابالمداومة والملازمة وقولا حيث قال عليه السلام انها لرؤيا حق واخذ رابعا حكم التنزيل بالاشارات القرآنيه كما قال عزوجل **وَ اِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا** قال **اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ** ووصفها النبىﷺ فى الدعاء بالدعوة التامة فلابد من ان لايخلو هذا الترتيب عن النكتة المعتبرة وسئل عن هذا الفقير يومابانه ماالنكتة فى ترك اعادة مضمون الرسالة مع اعادة مضمون التوحيد فما نسخ لى بعد التوجه الى جناب الحق عزوجل أُبينه و بيانه ان اهم المهمات الدينية التوحيد وللتوحيد شعبتان كما دل عليه قوله تعالٰى **اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** الاولى التوحيد فى العبادة والثانية التوحيد فى الاستعانة والتوحيد فى العبادة وان كان مقصداًحقيقيا كما ثبت بالنصوص الكثيرة الواردة فى هذا الباب كما قال عزوجل **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ** و **اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَ لَآ اُشْرِكَ بِهٖ** وغير ذلك لكن التوحيد فى الاستعانه ايضاً من المقاصد المهمه لا نهٗ شرط للتوحيد فى العبادة وذلك لان الانسان مجبول على الانقياد والتذلل لمن كان يعتقد ويرجومنه النفع والضرربل ربما يصير مجبورافى هذا وهو مع كونه شرط مبدأ لكثير من الاحوال السنية مثل التوكل والتسليم ومحبة المنعم

والخوف والرجاء والصبر وغير ذلك والتوحيد موقوف على معرفة الصفات الاربع احدها احاطة العلم وشموله بحوائج المحتاجين ومصالحهم وثانيها القدرة التامة على افاضتها من دون مزاحمة الموانع الداخلية مثل البخل والخارجية مثل المغلوبية وثالثها وفور الرحمة لان ذاالقدرة والعليم باحوال المحتاجين ان كان لايريد الخير ولايكون رحيما لايرجى منه حصول النفع وكذلك الرؤف الرحيم العليم بالاحوال اذاكان غير قادر لايفيد شيئا سوى ان يكون حزينا نعم اذاكان غير خبيرفهومعذورودخول الوسائط فى حق الملوك والامراء لاجل انهم يكونون قاصرين فى احد هذه الصفات امالانهم لايطلعون على احوال المحتاجين ولايصلون الاباطلاع الندماء (فهذا من قصور علمهم) واما لانهم لايفورقلبهم لابشفاعة مقربى جنابهم (فهذا من قصور رحمهم) وامانهم لايقدرون على انجاح مرامهم الا بواسطة المماليك والخدم(فهذا من قصور قدرتهم)وان وقعت الخيانة والخلل من هؤلاء يصير المحتاج محروما واماالذا كانت هذالصفات كاملة لايبقى لاحد دخل واشتراك ويستأ صل الشرك واما توسط الانبياء وورثتهم فى الهداية والشفاعة وتوسط الآباء والاطباء فى التربية والاصلاح وامثاك ذلك فليس فيه شائبة الشرك وهذاظاهر(اشارة الى الاشكال)

لان اللّٰه تعالٰى (اشارة الى الجواب) موصوف بالصفات الثلثة من القدرة والعلم والرحمة من غير فرق وتعلق الصفات الثلثة سواء ولكن نظرا الى مراتب الرحمة اقتضب حكمة البالغة يعلق انجام مرام بعضهم على شفاعة البعض وسعيهم ومداخلتهم كى يظهر فضيلة البعض على البعض ويعلم الشرف والتقدم لبعض الناس على بعض وليثبت الحق لبعض على البعض ومع ذلك يستفيض التابع

والمتبوع من جنابه تعالىٰ على السوية كما ورد **اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ .وَ لَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَالَّذِىْ هُوَ يُطْعِمُنِىْ وَيَسْقِيْنِ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ** انماانت الرفيق والله الطبيب وامثال ذلك من الدلائل الدالة على صدق دعوانا ورابعها الشرف الذاتى لان قبول النعمة من الدنى بل من المساوى عار عظيم بل افة عظيمة وانكان لابد فهو لايكون لاجل التعظيم والتذلل بحيث يكون من صميم القلب وبشاشة بل يلا حظه فيه الموافقه لأبنا الزمان اذاتمهد ذلك وانتقش على صحيفة خاطرك فالأن نرجع الى المقصود فنقول قيل اولا الله اكبر علماء اشارة الى علمه تعالىٰ الله اكبر قدرة اِثبات لقدرته الله اكبررحمة اشعار برحمة الله اكبر شرفا ايماء الى شرفه فههٰناتمت الصفات لاربعة التى كان التوحيد موقوفا عليها ثم قيل اشهد ان لااله متصرفافى الوجود الاالله اشارة الى التوحيد فى الاستعانة اشهدان لااله مستحقاللمعبودية الاالله اشارة الى التوحيد فى العبادة ولما علم المعبود بوصف العلم والقدرة والرحمة ايقن الوصول بالذات اليه وان لم يمكن لكنه لايتركه معطلابل يربيه ويكمله بواسطة الرسول ولما اعترف بوجوب العبادة على نفسه لابد من فكر صائب يعرف به ماير ضاه وضد ه حتى يسعى سعيا بليغا فى طاعته والرسول على قسمين لابلاغ الحكم والا يصال الى جنابه فقال اشهد انَّ الرسول الله رسالت ابلاغ اشهد ان مُحَمَّدارسول الله رسالة ايصال ورثة النبى ﷺ فى الاول العلماء وفى الثانى الاوليا ء ثم بعد ذلك لزم العمل بما فيه امتثال امرالرسولﷺ ويكون موجبا لقرب المعبود فقال حى على الصلوة باجسا مكم حى على الصلوة بقلوبكم ثم بين ثمره هذه العبادة يسعى العامل

بحسبها فقال حى على الفلاح فى الدنيا بعصمة النفس والمال للعوام ولذة المناجاة والمشاهدة للخواص حى على الفلاح فى العقبٰى بتيسيركرب العرصات والنجاة من الدركات والفوزبنعيم الجنات وروية فاطر الارض والسمٰوت ولما جمع الطالب الفيض النبوى ﷺ وعرف هذه المراتب واستعد لنيل الدرجات وفاز بالمعرفة الكاملة وتبدلت حالته لانه كان اولاطالبا للحاجة والان صار من المخلصين المحبين فقال الله اكبرعلواًفى ذأته من حيث كونه فى اعلى طبقات الوجود واكملها الله اكبر فى احاطة ظهوره من جهة سريان كمالاته فى المظاهر المعقولة والمشهودة باسرهاوخلاصة هذه المعرفة نفى الحجب ومحو ظلمات الكثرة عن وجهه القديم لاجل انكشاف قيومية فقال لااله الا الله اى لايتحقق فى مواطن الخارج بحسب الحقيقة ولا ظاهر لجميع الكمالات بالاصالة الا الله المحيط بجميع المراتب و الكمالات ولما كان هذا لاتستدعى الواسطه ولا تتحملها ما احتيج الى اعادة مضمون الرسالة بخلاف التوحيد فى العبادة لان انتظام سلسلة بواسطة الرسالة ولهذا ترك لفظ اشهد الذى هوحكاية عن نفس المتكلم واظهار لشهادتہٖ وصارت بهذا التركيب كلمات الاذان وتراً لان الله وترويحب الوتر وتحققت الفردية بكلمة التوحيد لتحصل المطابقة بين اللفظ والمعنى وانقطع الكلام باسم الذات لانه هو المبدأ والمنتهى بخلاف كلمة محمد رسول الله فان اٰخرها وان كان اسم الذات ظاهر الكنه بحسب المعنى مجموع رسول الله وبعد صيرورة الاموالى هذاانتهت المعرفة وكملت المعاملة فختم الكلام والله اعلم ـ

تتمه

وفی تتمة هذا الکلام نکتة اخری مفیدة ینبغی ان تسمع کنت متفکرا یوما فی التکبیرات بعد صلوة العید فاذ اورد فی خاطری مایتعلق بهذا وبیانه ان لِلّٰهِ تعالٰی وسبحانه نوعین من الکبریاء الا ول حقیقی وهو بحسب الذات والصفات الحقیقة والثانی اضافی وهو بحسب الاستیلاء والتصرف علی الخلق وارادة الطاعة والخدمة منهم والمرادههنا القسم الثانی لا الاول وللاضافی اربع درجات الاولٰی تسخیرالعباد وتقیدهم فی حکم مخصوص مثل الصوم والا فطار والحج والاحرام التکبیر الاول اشارة الی هذا والثانیة اعم من هذه وهی التسخیر والتعبد باعتبار جعل الاسلام مشروعا بعباداته ومعاملاته و ادابه واخلاقه وعلومه واعتقاداته والتکبیر الثانی اشارة الٰی هذا وهانان الشعبتان من فیض التشریع الذی هو تفصیل وشرح للتوحید فی العبادة وهذا التوحید هوالاصل والمنشاء فلهذا اوردبعدهما لااله الا اللّٰه والثالثة والتسخیر للنوع الانسانی باعتبارالایجاد والترتیب بالا رتفاقات المعاشیة والمعادته والتکبیر الثالث اشارة الٰی هذا والرابعة التسخیر والتعبید لجمیع العالم بتصرف تام فی ذوات المکونات وصفاتها والتکبیر الرابع اشارة الٰی هذا وهاتان الشعبتان من فیض التکوین الذی مبدأ ه اظهار الصفات الکمالیة له تعالٰی ولهذا اوردبعده وللّٰه الحمد واللّٰه اعلم قدوقع الفراغ من تالیف فی العشرة الاخیرةِ من المحرم سنة الف ومائتین وعشرین ۱۲۲۰من الهجرة علی صاحبها الف الف تحیة

افادات

صدرالمدرسین

حضرت مولانا عبدالغفور سواتی نوراللہ مرقدہ

صدرالمدرسین

حضرت مولانا عبدالغفور سواتی نوراللہ مرقدہ

تعارف

حضرت مولانا الحافظ عبدالغفور سواتی صاحب ،مقام و مسکن غرشیٹر تحصیل خوازہ خیلہ ضلع سوات مورخہ ۲۱ شوال ۱۳۶۹ھ دارالعلوم حقانیہ میں عہدہ صدارت تدریس پر آپ کا تقرر رہوا۔ مسلم شریف اور بیضاوی شریف کے علاوہ فنون کی کتابیں پڑھایا کرتے تھے۔ ۱۸ شوال ۱۳۷۶ھ کو تعلیمی سال کے آغاز پر دارالعلوم کیلئے رختِ سفر باندھا۔ راستہ میں موضع چار باغ رات گزرنے کا ارادہ کیا۔ رات کو حسب معمول سحری کیلئے اُٹھے پھر فجر کی سنتیں ادا کرنے کے بعد جماعت کے انتظار میں تھے کہ عارضہ قلب سے جاں بحق ہوئے۔ انا للّٰہ و انا لیہ راجعون۔ مولانا مرحوم راقم الحروف کے مشفق استاذ تھے اور والد ماجد حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز ترین اور جاں نثار شاگرد رشید تھے۔ از شوال ۱۳۴۹ھ تا ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ تقریباً سولہ سال مدرسہ امینیہ کی خدمت انجام دی۔ تقسیم ہند کے بعد سے اپنے وطن میں تھے اور دارالعلوم حقانیہ (اکوڑہ خٹک) کے شیخ الحدیث تھے۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں مقام خاص عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہم کو ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین .... (س)

افادات و تدریسی نکات

مولانا سواتیؒ کے تلمیذِ رشید مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب کی زبانی

صدر المدرسین مولانا عبدالغفور سواتی قدس سرہ دارالعلوم حقانیہ کے اکابر مدرسین میں سے تھے اور وہ مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجلہ ممتاز تلامذہ میں سے تھے اور ان کے مدرسہ میں اونچے درجہ کی کتابیں پڑھاتے تھے، یہاں دارالعلوم حقانیہ میں وہ مسلم شریف ، بیضاوی شریف ،مشکوۃ شریف، شمائل ترمذی اور قاضی مبارک پڑھاتے تھے، حدر درجہ فصیح و بلیغ تھے پوری متانت اور آرام کے ساتھ پڑھاتے تھے، قرآن مجید کی آیت کو خوش آوازی ،قرأت و تجوید سے پڑھکر پھر اس کی تشریح فرماتے میں نے مسلم شریف ، اور بیضاوی شریف اور قاضی مبارک ،شمائل ترمذی ان سے پڑھی ہے مشکل سے مشکل مسئلہ کو مثالوں کے ساتھ واضح فرماتے۔

محال مستلزم ہے محالات کو

ایک دفعہ یہ مسئلہ کہ المحال یستلزم المحال بل یستلزم المحالات العدیدۃ ایک طالبعلم کہا کہ میں نے نہیں سمجھا کیسے ایک محال دوسرے محال بلکہ متعدد محالات کو مستلزم ہے تو فرمانے لگے سوال تلخ ہے لیکن جواب دے دوں گا کہ ایک آدمی نے کہا کہ میں پشاور گیا تھا میں نے وہاں ایک عجیب تماشہ کیا دور سے ایک سفید گنبد نظر

آرہا تھا میں نے ایک آدمی سے پوچھا کہ یہ کسی ولی کے مزار کا گنبد ہے اس نے کہا خدا کے بندے یہ مزار کا گنبد نہیں ہے یہ ایک شلغم ہے جس کو مزدور لوگ سبزی منڈی لے جارہے ہیں میں حیران ہوا بہت تیزی کے ساتھ تعجب کے عالم میں دوڑا جب قریب پہنچا تو کافی مزدور اس کو بہت مشقت کے ساتھ سبزی منڈی لے جارہے تھے اس نے جب یہ واقعہ سنایا تو وہاں ایک دوسرے آدمی نے کہا کہ میں نے آپ سے زیادہ حیران کن چیز دیکھی ہے ، میں ڈاکٹر کے پاس ڈبگری گارڈن گیا تھا وہاں سے دور بڈھ بیر کی طرف ایک کالی پہاڑی نظر آرہی تھی لوگ کہہ رہے تھے کہ یہ پہاڑی نہیں ہے یہ حکومت ایک بڑا دیگ بنارہی ہے جس میں ہزاروں من چاول تیار ہوں گے مجھے حیرت ہوئی میں ڈاکٹر سے فارغ ہوکر اس دیگ کو دیکھنے کیلئے روانہ ہوا وہاں پہنچا تو واقعی کافی لوگ تماشہ کیلئے موجود تھے اس دیگ کو مختلف اطراف میں زینے لگے ہوئے اور ان پر چڑھنے کے لئے چالیس روپیہ پر ٹکٹ لینا پڑتا تھا میں نے ایک ٹکٹ خریدا سیڑھی پر بمشکل چڑھا گیا جس کی ۱۲۰ سیڑھیاں تھی اوپر چڑھ کر دیگ کا اندر نگاہ ڈالی تو اس میں ساٹھ لوہار کام کررہے تھے اور ہر ایک لوہار دوسرے لوہار کے ہتھوڑے کی آواز نہیں سن رہا تھا اس شلغم والے نے کہا دیوانے ! جھوٹ کہتا ہے اتنا بڑا دیگ تو حضرت سلیمانؑ کا بھی نہیں تھا دیگ والے نے کہا دیوانے اتنا بڑا شلغم کو آپ ماں کے پیٹ میں پکائیں گے اسی دیگ میں اسکو پکایا جائے گا دیکھو ایک محال دوسرے محال کو مستلزم ہوا بلکہ کئی محالات ہوئے اس کا چولہا کتنا ہو گا اس میں یہ چاول کرین کے ذریعے ڈالیں گے اور پانی ڈالنے کا کیا طریقہ ہوگا پھر اس سے چاول نکالنے کا کیا طریقہ ہوگا حضرت مولانا عبدالغفور صاحب بہت ہی وسیع الصدر تھے ہمیں نے کبھی ان کو غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا تھا ہر ایک طالب العلم کے ساتھ بہت پیار و محبت سے ملتے تھے تفسیر و ادب میں انکو خاصی مہارت تھی ہمارے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ ان کا بہت احترام کرتے تھے اور وہ بھی حد درجہ عقیدت و احترام سے ملتے تھے۔

جف العلم بما أنت لاق

درس میں لطائف وظرائف بھی ذکر فرماتے تھے اس حدیث کے بعد یہ جملہ ذکر فرماتے من شك فيه فهوزن طلاق اس حدیث کے بارے میں إذا وقع الذباب فی إناء أحدكم فامقلوه ثم انقلوه فإن فی أحد جناحية داء وفی الآخر شفاء وإنه يتقى بجناحه الذی فيه الداء فليغمسه كله (مشکوٰۃ: ح ۴۰۷۱)

فرمایا کہ ایک طالب العالم کے برتن پر مکھی گری تو اس نے اسپر انگلی رکھ کر خوب دبایا دوسرے طالب العلم نے کہا پاگل کیا کررہے ہو کہا میں پاگل نہیں حدیث پر عمل کررہا ہوں اس نے کہا خدا کے بندے حدیث میں فامقلوہ ہے فاچقواہ تو نہیں کبھی کبھی احناف اور غیر مقلدین کے درمیان مناظروں کے عجیب انداز میں تذکرے فرماتے تھے ایک دفعہ سورج گرہن ہوا تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے صلوۃ کسوف پڑھنے کیلئے صدر صاحب کو آگے کیا تقریباً تین گھنٹے دو رکعت صلوٰۃ کسوف پر صرف ہوئے پھر میں نے دوسرے دن پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ پہلی رکعت میں سورۃ بقرہ اور دوسری رکعت میں سورۃ آل عمران پڑھ لیا تھا بہت پختہ حافظ اور جید قاری تھے۔

یہ تینوں اساتذہ کرام سپین جماعت (سفید مسجد) میں رہتے تھے صدر صاحب اور مرحوم مولانا محمد یوسف بونیریؒ اور مرحوم شائقین مولانا سید احمد صاحب ان کے ساتھ سوات کے طلبہ بھی رہتے تھے تینوں کے درمیان حد درجہ محبت و الفت تھی مرحوم شائقین مولانا شیخ المعقولات تھے اس نے صدر صاحب سے مقامات حریری شروع کی تھی حضرت مولانا محمد یوسف بونیریؒ فقہ ، اصول فقہ ، مختصر المعانی اور مطول میں خصوصی مہارت رکھتے دار العلوم حقانیہ کے فتاویٰ میں کافی حصہ ہے۔

بشرط شئ لا بشرط شئ کی وضاحت ایک مثال سے

میرے محترم برادرم عزیز مولانا سمیع الحق جو مجھ سے پچھلی کلاسوں میں تھے اور حضرت صدر صاحب سے پڑھتے تھے اور جنہیں حضرت کی خصوصی شفقت حاصل رہی انہوں نے ایک دن بتایا کہ آج درس میں بعض اصطلاحات کا ذکر آیا اور میں واضح طور پر سمجھ نہیں سکا تو میں نے حضرت سے سمجھانے کی استدعا کی اور وہ اصطلاحات تھے بشرط شئی سے بشرط لا شئی اور لا بشرط شئی حضرت نے مثال پر سمجھایا اور کہا کہ کسی نے آپ سے چائے پلانے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ کیک بسکٹ بھی ساتھ ہوگا یہ بشر ط شئی ہے اور اگر کہا کہ صرف چائے ہوگی نہ کیک نہ بسکٹ یہ بشرط لاشئی ہو گیا اور کوئی شرط لگائی ہی نہیں بسکٹ ہو یا نہ ہو تو یہ بشرط لاشئی ہو گیا اسی طرح جگہ جگہ نحو وغیرہ کے کتابوں میں آتا ہے فھو المراد تو اس طرح سمجھاتے کہ ایک طالب العلم نے کسی خاتون سے شادی کی خواہش ظاہر کی اور وہ غصے کے انداز میں کہنے لگی تو میرے ساتھ کیسے شادی کرے گا میں کیوں نہ آپ سے شادی کروں تو طالب العلم نے جواب میں کہا کہ فھو المراد کہ یہی تو میرا مقصد اور مراد ہے۔

شیخ الحدیث ڈاکٹر شیر علی شاہ المدنی مدظلہ

خطبات

صدرالمدرسین

حضرت مولانا عبدالحلیم زرویؒ

مولانا عبدالحلیم مردانی زروبویؒ

تعارف

حضرت مولانا عبدالحلیم زروبی ضلع صوابی، فاضل دیو بند و مدرس، مدارس دہلی، دارالعلوم حقانیہ کے صدر المدرسین، حدیث وعلم کلام معانی و اصول فقہ سارے علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے درس علم وحکمت کا آئینہ دار ہوتا تھا ان کے فرزند مولانا محمد ابراہیم فانی مرحوم صاحب فاضل و ادیب اردو، فارسی، پشتو اور عربی کے شاعر دارالعلوم کے مدرس تھے جنھوں نے حیات صدر المدرسین کے نام پر ان کی ضخیم سوانح مرتب کی احقر کو بھی ان سے کئی کتابوں میں شرف تلمذ حاصل ہے...... (س)

یہود کا ذکر قرآن میں

۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں عربوں کو مٹھی بھر یہودیوں کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا، تو اس سے بعض اذہان میں اس شبہ کا ابھرنا ایک فطری امر تھا کہ یہود جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ اور اسی طرح کئی دیگر مواقع اور مقامات پر کتاب اللہ نے ان کی ملعونیت اور مغضوبیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے تو ان کو تمام عالم عرب پر فتح کیسے حاصل ہوگئی احقر نے یہ مسئلہ ایک سوال کے شکل میں ان کے سامنے رکھا تو مندرجہ ذیل مقالہ میں حضرت العلامہ مرحوم نے اس شبہ کا جواب قرآن کریم کی روشنی میں دیا جس سے اس کے علاوہ دیگر شبہات کا بھی ازالہ ہوتا ہے...... (سمیع الحق)

مشرق وسطیٰ کے مسلمانوں پر مصیبت عظمیٰ

مشرق وسطیٰ کے مسلمانوں پر یہود کی طرف سے جو مصیبت عظمیٰ آپڑی ہے اس سے غیر مسلم اقوام کو مسلمانوں کا مذاق اور تمسخر اڑانے کا موقع مل گیا ہے اور طعنہ دینے کا سامان بہم پہنچا ہے کہ مٹھی بھر یہودیوں نے تیرہ کروڑ مسلمانوں کو شکست فاش دیدی حالانکہ یہ قوم دنیا بھر میں خصوصاً مسلمانوں کے نزدیک ذلیل ترین ہے نہ تو مسلمانوں کو عظیم کثرت نے شکست سے بچایا اور نہ امداد غیبی ان کے شامل حال ہوئی

جس کا مسلمان عموماً دعویٰ کرتے ہیں کہ نصرت خداوندی ہمیشہ ہماری شامل حال رہتی ہے اسی طرح اس سے بعض اذہان میں وسوسہ پیدا ہوگیا ہے کہ یہود کی حکومت اور غلبہ اور عزت قرآنی نصوص کے خلاف ہے مثلاً آیت وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ (البقره :٦١) ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ (آل عمران:١١٢) یا وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ (الاعراف:١٦٧) تو یہود کی موجودہ عزت اور حکومت بلکہ مسلمانوں پر تسلط کیسے وقوع میں آیا اور نصرت خداوندی کا وعدہ وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (الروم: ٤٧) کیوں وقوع پذیر نہ ہوا؟ یہ تمام شبہات زیادہ تر قلت تدبر اور سوء فہم پر مبنی ہیں۔

وعدۂ نصرت مشروط ہے

یہاں اس کے متعلق مختصراً عرض ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ امداد غیبی کا وعدہ مشروط ہے ایمان واطاعت اور عہد وفاداری پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے اور اشاعت دین کی جد وجہد کرنے پر وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ . وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ . وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ . وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ آیات اور احادیث امداد ونصرت خداوندی کی بنیادی شرائط پر واضح طور پر دلالت کرتی ہیں پھر اس کے ساتھ ساتھ بغاوت اور اطاعت سے انحراف اور عام بے عملی فسق و فجور کے ارتکاب شعائر اسلام کی بے حرمتی کی صورت میں عذاب اور تباہی کے مستحق بننے کی وعیدیں بھی وارد ہوئی ہیں مثلاً:

☆ وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً

’’اور بچتے رہو اس فساد سے کہ نہیں پڑے گا تم میں سے خاص ظالموں ہی پر‘‘

☆ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ

’’تیرے پروردگار کی شان نہیں کہ بستیوں کو تباہ کردے حالانکہ انکے بسنے والے نیک کردار ہوں‘‘

☆ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

’’اللہ نہیں بدلتا کسی قوم کی حالت کو جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں‘‘

☆ وَ اِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا

’’اور جب ہم نے چاہا کہ غارت کریں کسی بستی کو حکم بھیج دیا اسکے عیش کرنیوالوں کو پھر انہوں نے نافرمانی کی اس میں تب ثابت ہوگئی ان پر بات پھر اکھاڑ مارا ہم نے انکو اٹھا کر‘‘

ضروریاتِ دین سے ناواقفیت

عصر حاضر کے مسلمانوں نے انفرادی اور اجتماعی طور پر عہد و پیمان توڑ کر عام بغاوت اور بے عملی کا ارتکاب شروع کردیا ہے کوئی عیب ایسا نہیں جو ان میں نہیں پایا جاتا دنیا میں کوئی حکومت مسلمانوں کی ایسی نہیں جس میں اسلامی احکام پورے طور پر نافذ ہوں اکثریت پر مغربیت اور دہریت مسلط ہے، اسلام کی سیاست مدنی، تدبیر منزل، تہذیب اخلاق، معاملات، عبادات، معاشرت اور ایمانیات سے عام ناواقفی بلکہ اسلامی اصول حیات کو ملائیت اور رجعت پسندی کہہ کر بنظر حقارت دیکھنے لگے تو نصرت خداوندی سے محروم ہوکر وعید الٰہی کو بزبان حال دعوت دینے لگے چنانچہ نتیجہ میں اپنے کردار کے عواقب برداشت کرنے لگے اور رسالتمآب ﷺ نے جو پیش گوئی فرمائی تھی حرف بہ حرف واقع ہوکر رہی چنانچہ فرمایا ہے:

☆ يوشك ان تداعى عليكم الأمم كماتداعى الأكلة على قصعتها فقال قائل ومن قلة نحن يومئذ؟ قال بل أنتم يومئذ كثير ولكن كم عثاء كغثاء السيل ولينزعن الله من صدور عدوكم المهابة منكم وليقذفن فى قلوبكم الوهن فقال

قائل یا رسول اللّٰہ ما الوهن ؟ قال حب الدنیا وکراهیة الموت (سنن ابی داؤد:ح ٤٢٩٧)

''عنقریب متعدد اقوام تمہارے کھانے اور ختم کرنے کیلئے ایک دوسرے کو دعوت دیں گے جس طرح کہ کھانے والوں کے کاسہ میں رکھے ہوئے طعام کیلئے ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کسی نے کہا کیا ہم اس وقت قلت میں ہوں گے؟ فرمایا نہیں تم اس وقت بہت زیادہ ہوگے لیکن تمہاری حالت اس وقت مانند سیلاب کی جھاگ ہوگی اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں ضعف پیدا کردے گا کسی نے عرض کیا کہ یہ وہن کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ یعنی دنیا کی محبت اور موت کی ناگواری''

لفظ امم کے عموم میں یہود بھی شامل ہیں۔

☆ عن ابی سعید الخدریؓ عن النبیﷺ قال لتتبعن سنن من قبلکم شبراً بشبراً وذراعا بذراع حتی لودخلوا جحرضب تبعتموهم قلنا یارسول اللّٰہ الیهود و النصاری؟قال فمن؟(صحیح بخاری: ح ٧٣٢٠)

''تم ضرور امم سابقہ کے طور طریقوں پر چلتے رہوگے بالشت بہ بالشت دست بدست (یعنی برابر کے برابر بلا فرق) یہاں تک کہ اگر وہ داخل ہوئے ہوں سانڈے کے سوراخ میں تم بھی ان کا اتباع کروگے کسی نے کہا یہود ونصاری؟ نبی علیہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر کون؟''

☆ عن المرداس قال رسول اللّٰہﷺ یذهب الصالحون الأول فالأول ویبقیٰ حفالة کحفالة الشعیراً والتمرلا یبالیهم اللّٰہ بالة(بخاری:ح٦٤٣٤)

''اچھے لوگ ختم ہوجاویں گے یکے بعد دیگرے اور رہ جاویں گے ایسے لوگ جن کی کوئی حیثیت نہ ہو بے قدر ہوں مانند جو کے بھوسہ کے اللہ تعالیٰ ان کی کوئی پرواہ نہ کرے گا یعنی جس طرف سے ان پر مصیبت پڑجائے کوئی امداد نہ فرمادے گا نہ فریاد کی شنوائی ہوگی''

حوادث کے اسباب ومسببات

قرون مشهود لها بالخیر کے بعد مسلمانوں کے ہر دور کی تاریخ اور ان کی انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی کے حالات کا مطالعہ کرکے ان آیات واحادیث وعدووعید کے ساتھ مقابلہ کیا جاوے تو یہ شبہ کبھی پیدا نہیں ہوسکتا کہ امت مسلمہ کیساتھ وعدومواعید میں کوئی فرق آیا ہے یا ان کونا کردہ گناہوں کی سزا ملی ہے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ

''خدا کی شان یہ نہیں کہ ان پر ظلم کرے لیکن وہ اپنے اوپر خود ظلم کرتے ہیں''

یہود کی موجودہ دور میں عارضی حکومت اور وقتی تفوق جس کو قرآنی نصوص کے خلاف سمجھا جارہا ہے تو اس غلط فہمی کے ازالہ کیلئے چند معروضات پیش کرنا ضروری ہے۔

(۱) عالم اسباب میں محدثات کا اجتماع اور حوادث کا تعاقب محض بخت واتفاق کی بناء پر نہیں بلکہ خالق کائنات نے انکے درمیان باہمی ارتباط اور تعلق پیدا کرکے بعض کو اسباب اور بعض کو مسببات قرار دیا ہے، اسباب مہیا اور موجود ہونے کے بعد اللہ کی عادت کیمطابق مسببات ان پر مرتب ہوکر وجود میں آتے ہیں۔

(۲) تحقق اسباب کے بعد ترتب مسببات لزوماً ہوتا ہے اس کا تخلف نہیں ہوتا الا نادراً جس کو خرق عادت یا خلاف عادت الٰہیہ کہا جاتا ہے مثلاً سورج کے طلوع کے بعد دن ضرور وجود میں آتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ سورج طلوع ہوکر رات قائم ہوجاتی ہے مہلک مقدار میں زہر کھانے کے بعد موت طاری ہوجاتی ہے چاہئے حکیم کھائے، چاہے جاہل پانی پینے اور کھانا کھانے کے بعد پیاس بھوک کا ازالہ ہوجاتا ہے یہ ظاہر اور بدیہی امور ہیں۔

(۳) اقوام کے عروج و زوال اور آزادی و غلامی کیلئے بھی اسباب ہوتے ہیں ۔ مانند دوسرے حوادث کے یہ اسباب دوقسم کے ہیں نمبر(۱) ساوی یعنی امداد غیبی اور نمبر(۲) مادی یعنی عادی اسباب قسم اول کے متعلق پہلے عرض کیا گیا کہ وہ مشروط بالایمان و الطاعة ہیں ہاں کبھی قانون مجازات کے مطابق کافروں کو دوسرے کافروں یا مسلمانوں پر مسلط کر لیتا ہے......

كما قال تعالىٰ وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ (الانعام:٦٥)

"اور ہم چکھاتے ہیں بعض کو دوسروں کی شدت"

جیسا کہ یہودیوں پر جالوت ، بخت نصر، طیطوس رومی اور ہٹلر وغیرہ کو مسلط کرا دیا اور مسلمانوں پر سزائے جرم کی پاداش میں یا تنبیہ اور عبرت حاصل کرنے کیلئے مختلف ادوار میں نصاریٰ یا تاتاری وغیرہ کا تسلط ہوا۔

(۴) مادی اسباب ،عروج و آزادی کے عادی اسباب جب کوئی قوم پورے طور پر مہیا کرے مثلاً اتفاق باہمی ، مواساۃ ،قربانی راعی ورعایا میں تعاون ، طاعت اور اعتماد مدافعت اور تسلط کیلئے مطابق زمانہ ہرنوع اسلحہ کی فراہمی، جفاکشی، ایثار یعنی سیاست مدنی وملکی کیلئے شریعت مصطفویہ ﷺ نے بہ تفصیل تمام جو چیزیں بیان کی ہیں تو حکومت اور غلبہ حاصل ہوگا کفر اس کیلئے مانع نہ ہوگا آج کل امریکہ اور روس کو جو فوقیت حاصل ہے وہ انہی اسباب مادیہ کی بناء پر ہے نہ کہ وہ کلمہ گو ہیں۔

(۵) کسی قوم کو آزاد یا غلام حاکم یا محکوم کہنا کہ فلاں قوم آزاد ہے یا حکمران ہے یہ من حیث القوم باعتبار مجموعہ افراد یا اکثریت کے کہا جاسکتا ہے اگر کسی قوم کے کروڑوں افراد میں سے صد ہزار یا لاکھ کسی گوشہ میں حاکمیت اور آزادی حاصل کریں تو اس بناء پر قوم من حیث القوم کو آزاد یا حکمران اور باعزت نہیں کہا جاسکتا۔

(۶) اسی طرح اگر ہزاروں سال کے اندر کسی قوم کو عارضی طور پر چند سال کے لئے حکومت ملے تو عارضی حکومت چند روزہ کالعدم قرار پاکر مجموعہ یا اکثر اجزائے زمانہ کے اعتبار سے ان کو ذلیل وغلام کہا جاوے گا چنانچہ احادیث سے صراحتہ ثابت ہے کہ دجال یہودی کو عام دنیا پر سوائے حرمین شریفین کی پوری حکومت حاصل ہوگی اس کے باوجود وہ **ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ** کے مصداق ہیں۔

(۷) اگر کوئی قوم دینی آزادی اور حکمرانی غلبہ میں مستقل ہو، کسی دوسری قوم کی دست نگر نہ ہوتو ان کی طرف اقتدار آزادی اور حکومت کی نسبت حقیقتاً صحیح ہوگی اور اگر کسی دوسری قوم کیلئے آلہء کار ہو اور ان کی تمام طاقت دوسری قوم کے اغراض اور سیاسی مقاصد کی تکمیل کیلئے ہوتو اسی قوم کی طرف حکومت اور تسلیط کی نسبت حقیقتاً صحیح نہ ہوگی بلکہ حاکمیت اور تسلط اس دوسری قوم کیلئے ہے جس قوم کی یہ آلہ کار اور غلام ہے۔

سامراج کا غلبہ کیوں؟

اس تمہید کے بعد موجودہ دور میں ان سامراج کی ایجنسیوں یعنی یہود کی حکومت اور غلبہ اور اس کے وجود میں آنے کے عوامل ومبادی پر غور کرنا چاہئے تا کہ اس کی حقیقت اچھی طرح سے بے نقاب ہوکر کسی شبہ کی گنجائش نہ رہے اگر چہ سابقہ معروضات بھی ازالہء شبہ کیلئے اجمالاً کافی ہیں ۱۹۴۰ء کی جنگ عظیم میں جبکہ ان **مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ** پر قدرت کی طرف سے ہٹلر مجسم تازیانہ غضب بن کر مسلط ہوا تو اس نے مما لک مفتوحہ میں حکم جاری کیا کہ جس یہودی کو جان بچانا منظور ہو وہ ان ملکوں سے اڑتالیس گھنٹے کے اندر اندر نکل جائے ورنہ اس کی جان کی خیر نہ ہوگی جرمنی کے سقوط سے پہلے جتنے یہود نکل گئے وہ جان بچانے میں کامیاب ہوئے، جو نہ نکل سکے ان سب کو قید کرکے زندہ جلادیا اور کسی کو سمندر میں ڈبودیا اور اکثر قتل کردیئے گئے یہ داستان کسی پر مخفی

نہیں بچنے والے جو کثیر تعداد میں مختلف ممالک میں منتشر ہوئے تھے سامراجیوں نے ان
کو اپنے سیاسی مقاصد کیلئے آلہ کار بنا کر عرب کے قلب لینے کیلئے فلسطین میں لاکر بسایا
اور فلسطینیوں کو جلاوطن کردیا عرب ممالک اپنی کمزوری اور بے اتفاقی کی بنا پر دیکھتے
رہے اور کچھ نہ کرسکے ابتداء میں تھوڑی مقدار میں آئے رفتہ رفتہ ان کی تعداد بڑھتی رہی،
اور سامراجیوں نے بیس سال کے اندر ان کو طاقتور بنانے اور سیاسی غلبہ حاصل کرنے
کیلئے انہیں پھر امدادی مدافعت اور جارحیت کیلئے انہیں ہر قسم کے جدید اسلحہ سے پوری
طرح مسلح کردیا کامیاب اجتماعی زندگی کیلئے جن ذرائع اور وسائل کی ضرورت تھی سب کو
پورا کردیا یہود جو قریبی مدت میں انتہائی مظالم و مصائب برداشت کرچکے تھے، موقع کو
غنیمت سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھانے لگے۔

اصلاح رعیت کیسے ہو؟

باہمی اتفاق مواساۃ قربانی جفاکشی تضیع مال سے گریز غرض معاشرہ اور رعیت کی
اصلاح اور کامیابی کیلئے جو اخلاقی اور مادی اسباب درکار تھے، ان کی تحصیل میں ہمہ تن لگ
گئے اب قانون ربط اسباب بالمسببات کی رو سے ان کو حکومت اور طاقت حاصل ہونا
مطابق عادت تھا اور عرب حریف پر جو بے اتفاقی ، بیکاری عیاشی عام بے عملی اور احکام
خداوندی سے بغاوت کے شکار ہوئے تھے ان کا غالب ہونا غیر متوقع نہ تھا اور عجب نہیں کہ
قدرت کو ان ذلیل ترین یہودیوں کے ہاتھ مطابق قانون مجازات کے عرب کو بالخصوص
اور عام مسلمانوں کو بالعموم تنبیہ اور تازیانہ عبرت منظور ہو بلکہ ظاہر یہی ہے

وَ مَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ (هود:۱۱۷)

"تیرے پروردگار کی یہ شان نہیں کہ بستیوں کو تباہ کردے اور اسکے بسنے والے نیک کردار ہوں"

آج امریکہ اور اس کی ہمنوا طاقتوں کے علاوہ ساری دنیا کہہ رہی ہے کہ یہ یہود سامراجیوں

کے پروردہ ہیں اور انہوں نے انہیں اپنی سیاسی اغراض کیلئے عربوں پر مسلط کیا ہے ورنہ ان
کی کوئی پوزیشن نہیں اس روشن حقیقت کے بعد کوئی عاقل اس حکومت اور طاقت کو ان کی
طرف حقیقتاً منسوب نہیں کرسکتا، بلکہ یہ ساری حکومت اور طاقت سامراجیوں کی ہے یہودی
ان کے غلام بن کر حق غلامی ادا کررہے ہیں یہود کی موجودہ حکومت کو پیش نظر رکھ کر حسب
ذیل آیت سراپا صداقت کے معنی پر غور کرکے معلوم ہوجائے کہ یہ اس کی تصدیق ہے نہ
کہ خلاف کجا کہ اس پر شبہ کیا جاوے......

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ (آل عمران:۱۱۲)

"ماری گئی ان پر ذلت جہاں دیکھے جاویں سوائے دستاویز اللہ کے اور دستاویز
لوگوں کے"

قرآن کریم کی صداقت غیر متزلزل سے کسی شبہ کی اس میں گنجائش نہیں
قصور ہمارے فہم کا ہے

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (حم سجدہ: ۴۲)

"نہیں آسکتا اس کو جھوٹ اور باطل سامنے نہ پیچھے سے نازل کی گئی ہے،
حکمت والے اور ستائش کئے گئے قدرت کی طرف سے"

یہود، ذلت اور پستی کے مستحق

اس قسم کی آیت آل عمران کی آیت سے پہلے یہود کے تذکرہ میں سورۃ
بقرہ میں بھی وارد ہوئی

وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (البقرہ: ۶۱)

"جمادی گئی ان پر ذلت اور پستی اور مستحق ہوگئے غضب الٰہی کے یہ اس وجہ سے کہ وہ لوگ منکر ہو جاتے تھے احکام الٰہیہ کے اور قتل کر دیا کرتے تھے پیغمبروں کو ناحق اور یہ اس وجہ سے کہ ان لوگوں نے اطاعت نہ کی اور عقل وشرع کے دائرہ سے نکل جاتے تھے"

☆ یہاں اَیْنَمَا ثُقِفُوْآ کی قید نہیں اور نہ استثناء ہے لیکن القرآن یفسر بعضه بعضا کی بناء پر دونوں یہاں بھی مراد ہیں آل عمران کی آیت اگر چہ اہل کتاب کے تذکرہ میں آئی ہے لیکن مراد اس سے خاص یہود ہیں بہ دلیل سباق۔

☆ ذلت خلاف عزت وقوت کو کہتے ہیں جس میں جان و مال کا غیر معصوم ہونا اور محکومیت و غلامی شامل ہیں مسکنت بمعنی ضعف و فقر اور پستی کے ہے اور اِلَّا بِحَبْلٍ استثناء ہے عموم احوال سے یعنی فی عامة الأحوال الامعتصمين أو متلبسين بذمة الله أو كتابة الذى آتاهم وذمة المسلمين (بیضاوی:ص ۳۳)

☆ حبل متعدد معانی میں مستعمل ہے نمبر ایک کتاب اللہ' حدیث میں ہے كتاب الله حبل ممدود من السماء الى الارض بحبل الله اى كتابه(مجمع البحار) حبل بہ معنی عہد و میثاق، حبل بہ معنی ذمہ وامان، حبل بہ معنی دین اور سبب کے یہاں حبل اللہ سے ہر ایک معنی مراد لیا جاسکتا ہے اور حبل من الناس سے صرف ذمہ اور امن یعنی عہد و پیمان مراد ہیں یعنی

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا: فی عامة الأحوال الا معتصمين او متلبسين بكتاب الله و دينه و ذمته وعهده او

بعهده او بعهد و ذمة و امان من الناس (بیضاوی:ص ۳۳)

"جمادی گئی ہے ان پر ذلت جہاں بھی پائے جاویں ہر حال میں الا آنکہ اعتصام بکتب اللہ و بدین اللہ کریں اس کے ذمہ امان اور عہد میں داخل ہو جائیں (جس کا حاصل اسلام میں داخل ہونا ہے) یا لوگوں کے ذمہ امان عہد میں داخل ہو جائیں"

یعنی مسلمانوں کے ساتھ مصالحت ہو یا جزیہ قبول کر کے ذمی بن جاویں یا کسی دوسری قوم کے عہد و ذمہ اور امان میں داخل ہوں یعنی نصاریٰ یہاں لفظ ناس عام ہے نصاریٰ کو بھی شامل ہے کیونکہ آیت وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (ال عمران: ۵۵) میں وعدہ ہے عیسیٰؑ کے ساتھ کہ تیرے متبعین کو قیامت تک یہود پر فوقیت حاصل ہوگی اور اتباع سے مراد اس کے ساتھ اعتقاد نبوت ہے اور اس میں مسلمان نصاریٰ دونوں شریک ہیں۔

یہود دوسری اقوام کی زیر اثر، اسباب و وجوہات

اور واقعات بھی اس کے شاہد ہیں کہ یہود ہمیشہ کیلئے مسلمان یا نصاریٰ کے محکوم آئے ہیں اور اس وقت بھی یہی حال ہے کہ ساری دنیا میں یہود دوسری اقوام کے زیر اثر وحکومت ہیں قرآن کریم نے اس ذلت و پستی کی جو علت بیان کی ہے قتل انبیاء علیہم السلام، حدود شرع وعقل سے تجاوز، نافرمانی، انکار آیات، دنائت طبع کی بناء پر نعمتوں کی ناشکری اور نفیس کو خسیس اشیاء سے استبدال، انبیاء کرام کی سرکردگی میں جہاد سے انکار وغیرہ قبائح انکار کا اثر لازم ذلت و ھوان ہے ......کبھی دنی اور شریر بالطبع مجازات و مکافات سے تنگ آ کر عارضی اور وقتی طور پر راہ راست پر آ جاتا ہے جیسا کہ یہود نے بھی عمالقہ کے پے در پے قتل و غارتگری سے تنگ آ کر اپنے نبی سے بادشاہ کا مطالبہ کیا تا کہ

اس کی سرکردگی میں جہاد کر کے شاید کامیاب ہو کر کچھ اطمینان کا سانس لیں اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مگر بادشاہ طالوت کے تقرر پر بھی شرارت سے باز نہ آئے اور پھر بھی کثیر تعداد میں قتال سے انکار کر بیٹھے الحاصل یہود کا موجودہ غلبہ بحبل من الناس کا مصداق ہے اس طرح سطحی اذہان میں آیت ......

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ (الاعراف: ١٦٧)

’’اور اس وقت کو یاد کرو جب خبر دی تھی تیرے رب نے کہ ضرور بھیجتا رہوں گے یہود پر قیامت کے دن تک ایسے شخص کو کہ دیا کرے ان کو بڑا عذاب‘‘

سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس میں یہود کی قیامت تک مقہوریت اور محکومیت کا اعلان کیا گیا ہے حالانکہ موجودہ وقت میں وہ قاہر و حاکم ہیں اس شبہ کے ازالہ کیلئے معروض نمبر ۵ کافی ہے لیکن مزید وضاحت کیلئے آیت کی تفسیر مناسب ہوگی یہ آیت سورہ اعراف کی ہے جو یہود کے تذکرہ میں وارد ہے اس سے اوپر کی آیات میں یہود کے قبائح اور شرارتوں کا بیان ہوا ہے آگے اس آیت میں ان کے قبائح کا دنیا میں علاوہ سزائے آخرت کے انجام بد مذکور ہے یعنی خدا کی طرف سے پختہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ اگر یہود احکام تورات پر عمل کرنا چھوڑ دیں گے تو حق تعالیٰ قرب قیامت تک وقتاً فوقتاً ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بُرے عذاب میں مبتلا رکھیں بُرا عذاب یہاں محکومانہ زندگی، جان و مال کا غیر معصوم ہونا جزیہ دینا وغیرہ ہے چنانچہ قوم یہود سلیمانؑ کے بعد کبھی یونانی، کبھی کلدانی بادشاہوں کے زیر حکومت رہی ہے، کبھی بخت نصر اور رومیوں کے شدائد کا تختہ مشق بنی آخر میں نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک تک مجوسیوں کی باجگزار رہی پھر مسلمان حکمرانوں کو ان پر مسلط کر دیا گیا، غرض اس وقت سے آج تک ان کو من حیث القوم

عزت اور آزادی کی زندگی نصیب نہیں ہوئی بلکہ جہاں کہیں رہے اکثر ملوک و حکام کی طرف سے سخت ذلت اور خطرناک تکلیفیں اُٹھاتے رہے انکی مال و دولت وغیرہ کوئی چیز انہیں اس غلامی و محکومیت کی لعنت سے نجات نہ دے سکی ابھی مشرق وسطیٰ کی لڑائی میں جب یہود نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا تو ان کے وزیر الیشکول نے مسجد اقصیٰ میں داخل ہو کر اس کے سامنے تقریر کرتے ہوئے خود اعتراف کیا کہ تین ہزار سال کے بعد ہم کو بیت المقدس میں داخلہ نصیب ہوا اس عرصہ دراز میں ہماری قوم نے نہایت سخت مصیبتیں برداشت کی ہیں اور در بدر کی ٹھوکریں کھائی ہیں سورۃ ابراہیمؑ میں بنی اسرائیل کے تذکرہ میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کا خطاب اپنی قوم کو نقل فرمایا ہے جو کہ مذکرہ بالا آیت کے مضمون کی طرف اشارہ کرتا ہے اور موسیٰؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ:

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ (ابراهيم: ٧)

’’وہ وقت یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان فرمایا کہ اگر احسان مانو گے اور زیادہ نعمتیں ملیں گی اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب البتہ سخت ہے‘‘

یعنی موجودہ نعمتیں تم سے سلب کر لی جائیں گی اور ناشکری کی مزید سزا ملے گی خدا کی ناشکری اس کی روحانی اور جسمانی نعمتوں کی بے قدری اور نازل کردہ احکام کی نافرمانی ہے۔

نافرمانی اور ناشکری کی سزا

اسی آیت اور آیت مذکورہ بالا کی سیاق سے واضح ہے کہ محکومیت اور غلامی کی سزا ان کی نافرمانیوں اور ناشکری کی پاداش میں ہے اور قرب قیامت کی قید اس لئے لگا دی گئی ہے کہ روایات صریحہ سے ثابت ہے کہ آخر زمانہ میں دجال یہودی چند روزہ

حکومت کریگا لیکن یہ چند روزہ حکومت کو عرصہ دراز کی غلامی کی بہ نسبت کالعدم قرار دے کر اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کہا گیا اسی طرح اس عرصہ دراز کے درمیان میں بھی ایسا معمولی وقفہ آیا ہے

ثُمَّ رَدَدْنَا لَکُمُ الْکَرَّۃَ عَلَیْھِمْ وَ اَمْدَدْنٰکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ جَعَلْنٰکُمْ اَکْثَرَ نَفِیْرًا (بنی اسرائیل: ٦)

''پھر ہم نے پھیر دی تمہاری باری ان پر اور قوت دی تم کو مال سے اور بیٹوں سے اور اس سے زیادہ کر دیا تمہارا لشکر''

بابل کا گورنر بخت نصر یہود پر مسلط ہو کر ان کو تباہ و قتل کر دیا تھا تقریباً سو سال کے بعد بہمن بن اسفند یار نے یہود پر رحم کھا کر ان کے قیدیوں کو آزاد کر کے ان پر دانیال کو بادشاہ مقررہ کیا اور چند روزہ آزادی ان کو حاصل ہوئی مگر تھوڑے عرصہ کے بعد رومیوں کے ہاتھ سے ان کی تباہی ہوئی اور آزادی سلب ہوگئی تو اس معمولی وقفہ آزادی کی نسبت تین ہزار سال بلکہ اس سے بھی زائد زمانہ غلامی کی طرف کچھ بھی نہیں اسی کو استغراق اور استیعاب عرفی کہتے ہیں خطابات اور محاورات میں یہی استیعاب اور استغراق مکمل ہے اس کی مثالیں بکثرت ہیں مثلاً حدیث لاتزال طائفة من أمتی ظاهرین علی الحق لایضرهم من خذلهم حتیٰ یأتی امراللّٰه (مسلم: ح ۱۷۰) یعنی قیامت برپا نہ ہوگی یہاں تک کہ دنیا میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا موجود ہو لیکن یہ عرصہ چونکہ بہ نسبت زمانہ ظہور حق بہت کم ہے اسلئے اس کو کالعدم قرار دیکر حتیٰ یأتی امراللّٰه یعنی قیامت تک کہہ دیا گیا لہٰذا یہود کا یہ معمولی وقفہ آزادی آیت بالا کے عموم پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔

ضبط و ترتیب: حضرت مولانا محمد ابراہیم فانیؒ

الحق ج ۲ ش ۱

بخاری شریف کی آخری حدیث کی تشریح

تعلیمی سال کے اختتام پر بخاری شریف کی آخری حدیث کی تشریح شیخ الحدیث و التفسیر مولانا عبدالحلیم صاحب مردانی نے فرمائی موصوف کئی سالوں سے دارالعلوم میں بخاری شریف جلد ثانی پڑھاتے رہے ہیں جلد ثانی کے اختتام پر مورخہ ٦ مئی ۱۹۸۲ء کو دارالحدیث ہال میں ان کا یہ درس شامل خطبات کیا جا رہا ہے۔

نحمده و نستعینه و نستغفره ونؤمن به و نتوکل علیه و نعوذ باللّٰه من شرور انفسنا ومن سیأت أعمالنا من یهده اللّٰه فلا مضل له ومن یضلله فلا هادی له و نشهد ان سیدنا و مولانا محمد سید الاولین و الاخرین سید الانبیاء والمرسلین عبده ورسوله صلی اللّٰه علیه و علیٰ آله واصحابه و اتباعه اجمعین اما بعد! وبالسند المتصل الی أمیر المومنین فی الحدیث ابی عبداللّٰه محمد بن اسمٰعیل بن ابراهیم بن مغیره بن بردزبه قال باب قول اللّٰه عزو جل و نضع الموازین القسط لیوم القیامه وان اعمال بنی آدم و

قولهم توزن وقال مجاهد القسطاس العدل بالرومیه و یقال القسط مصدر المقسط وهو العادل واما القاسط فهو الجائر۔حدثنا احمد بن اشکاب قال حدثنا محمد بن فضیل عن عمارة بن القعقاع عن ابی زرعة عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه قال قال النبیﷺ کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللّٰه وبحمدہٖ سبحان اللّٰه العظیم (بخاری: ح ۷۵۶۳)

تمہید

حدیث شریف کے ترجمہ کی ضرورت نہیں اس میں آٹھ ابحاث ہیں بحث اول بیان ربط ہے آخر کتاب کا اول کے ساتھ یعنی ربط خاتمہ فاتحہ کے ساتھ کہ فاتحہ اور خاتمہ کے درمیان کونسی مناسبت ہے ان دونوں کے مابین کیا ارتباط ہے؟ تو فاتحہ میں بیان بدو کیفیت وحی ہے اور ساتھ ساتھ إنما الأعمال بالنیات ذکر کیا ہے اور خاتمہ میں یہ حدیث مذکور ہے کہ بنی آدم کے اعمال واقوال تولے جائیں گے اور اس طرح اس بحث میں بیان مناسبت ہے اس باب کا کتاب کے ساتھ جو کہ کتاب الردعلی الجهمیه التوحید ہے تو یہ حدیث اس کتاب کے ذیل میں امام بخاری رحمۃ اللہ نے ذکر کیا ہے اس باب اور کتاب کے مابین کونسی مناسبت ہے اور اسی طرح باب مذکورہ کا ارتباط ابواب سابقہ کے ساتھ باب قرأة الفاجر و المنافق و أصواتهم و تلاوتهم لا یجا وزحنا جرهم تو بحث اول میں انہی مناسبات اور ارتباطات کا ذکر ہوگا۔

☆ مناسبت خاتمہ فاتحہ کے ساتھ۔

☆ مناسبت باب مذکورہ کتابالرد علی الجهمیه کے ساتھ۔

☆ اس باب کا ربط ابواب سابقہ کے ساتھ۔

دوسری بحث اس حدیث سے من حیث العربیہ، تیسری بحث من حیث اللغۃ یعنی مشکل لغات سے بحث، اس دوسری اور تیسری بحث میں لغت اور ترکیب کے لحاظ سے بیان ہوگا، چوتھی بحث ہے رجال سند کے بیان میں اس میں حدیث کے راویوں کا بیان ہو گا، پانچویں بحث حدیث باب سے من حیث علم الحدیث، چھٹی بحث حدیث باب سے باعتبار علم الکلام، ساتویں بحث حدیث باب سے باعتبار تصوف وعرفان، آٹھویں بحث امور متعلقہ بالمیزان تو یہ آٹھ ابحاث ہیں ترتیب وار ان کا بیان ہوگا۔

ربط خاتمہ فاتحہ کے ساتھ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فاتحہ کتاب میں دو امرین ذکر کئے ہیں، امر اول بیان کیفیت وحی، امر ثانی، إنما الأعمال بالنیات یعنی مناط اور مدار مقبولیت اللہ کے ہاں نیات ہیں امر اول میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حیات انسانی کی تشکیل یہ وحی کے ساتھ منوط اور متعلق ہے جو کہ بواسطہ رسل من جانب اللہ پیغام ہے بندوں کو اس میں شک نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس تمام عالم کا جس کا ایک جز انسان ہے خالق و مالک اور رب ہے انسان کی حیثیت عبد مملوک مخلوق اور مربوب کی ہے عبد کا فریضہ رضائے مالک کے مطابق کام اور خدمت کرنا ہے اب حیات انسانی کے مختلف شعب اور مختلف زاوئے ہیں عقائد وعبادات ہیں، معاملات و معاشرات ہیں، اخلاقیات وعقوبات ہیں جن کے مجموعے کا خلاصہ سیاست ملی اور سیاست ملکی ہے اسی کا نام دین ہے اور یہ تمام شعب متعلق ہیں وحی من جانب اللہ کے ساتھ۔

ضرورت وحی اور ضرورت رسل

انسان کو اللہ تعالیٰ کی مرضی ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے کہ عقائد میں رضائے مولا کیا

ہے؟ عبادات و معاملات بھی اللہ کی مرضی کے مطابق نبھانے ہوں گے اسی طرح باقی
اجزاء میں رضائے رب کو دیکھنا ہوگا اور رضائے الٰہی معلوم کرنا بغیر اعلام من اللہ کے نا
ممکن ہے اس اعلام بالشرائع کو وحی کہتے ہیں اس مختصر بات سے ضرورت وحی بھی ثابت
ہوئی لیکن وحی سے ہر شخص مستفید نہیں ہوسکتا اور نہ ہر شخص کے روگ کا یہ کام ہے......

ع چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

اللہ تعالیٰ اس (عظیم الشان بوجھ) کے برداشت کیلئے اور وحی سے استفادہ کیلئے
خاص بندگان پیدا کرتے ہیں جن کی تربیت خداوند قدوس خود فرماتے ہیں چنانچہ حضرت
موسیٰؑ کو ارشاد ہے کہ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي "اور بنایا میں نے تجھ کو خاص اپنے واسطے۔"

اس سے ضرورت رسالت اور ضرورت رسل ثابت ہوئی اس قسم کے پاک
باز اشخاص اور قدسی نفوس اللہ تعالیٰ سے استفادہ کرتے ہیں اور بندگان خدا کو افادہ
دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس رسالت کو واسطے کی ضرورت نہیں بلکہ ہم اس کے محتاج ہیں
کیونکہ ہم براہ راست اللہ تعالیٰ سے استفادہ نہیں کر سکتے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ میں
کمال تجرد ہے اور ہم مادی محض ہیں۔

اس کی ایک مثال

جیسا کہ آپ جسم طبعی کو دیکھتے ہیں انسانی بدن گوشت اور ہڈی دونوں سے
مرکب ہے ہڈی میں انتہائی درجہ صلابت اور سختی ہے جب کہ گوشت نہایت نرم ہے سختی اور
نرمی دونوں کے درمیان تضاد اور باہم دگر متبائن ہیں ایک دوسرے سے استفادہ نہیں کر
سکتے اگر ان کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہو تو پھر یا تو ہڈی بغیر غذا کے رہ جائے گی اور
گوشت بیکار ہو جائے گا مگر اللہ تعالیٰ کو دونوں کی نشوونما تناسب سے منظور ہے تو اللہ
تعالیٰ نے دونوں کے درمیان عضدین پیدا کر دئے جو گوشت سے سخت اور ہڈی سے نرم

ہے اس کا دونوں کیساتھ یعنی عظم ولحم کے ساتھ معتدل تناسب ہے جو دونوں کیلئے قابل
برداشت ہے اور اسی کے ذریعہ دونوں کے درمیان سلسلہ ربط جاری ہے۔

یہی حال بندوں کا ہے اللہ جل شانہ نے ایسے ذوات پیدا کئے جو انبیاء اور
برگزیدہ رسل ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے استفادہ واخذ کرتے ہیں اور مخلوق خدا کو پہنچاتے ہیں
پس امر اول میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ تشکیل حیات انسانی منوط اور موقوف ہے
وحی پر تو وحی و اعلام کی ضرورت پیش آئی اور وحی کا نزول پیغمبر پر ہوتا ہے تو اس سے
ضرورت اور احتیاج الی الرسل بھی ثابت ہوئی۔

عقل رہنمائی میں نورِ وحی کا محتاج

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو جوہر عقل سے سرفراز فرمایا ہے لیکن ان
شعب حیات انسانی میں عقل رہنمائی میں مستقل نہیں جب تک اس کے ساتھ وحی الٰہی کا
نور شامل حال نہ ہو اور وحی الٰہی کا نزول پیغمبر پر ہوتا ہے تو اس سے احتیاج الی الرسل
بھی ثابت ہوا یہ قاعدہ کیفیت بدوحی سے حاصل ہوا۔

نیت واخلاص اعمال کا روح

امر ثانی جو کہ إنما الأعمال بالنيات ہے اس میں اشارہ ہے اس بات کا کہ
حیات انسانی کے جتنے بھی شعب ہیں اس کے صرف ظاہری شکل پر آثار مرتب نہیں
ہوتے جب تک اس میں روح نہ ہو تم کاغذ یا دیوار پر گھوڑے کا نقشہ اور تصویر کھینچو تو اس
سے کیا؟ نہ تم اس پر سوار ہو سکتے ہو، نہ تم اس پر گھر پہنچ سکتے ہو، نہ بوجھ لاد سکتے ہو، نہ
تانگہ کھینچ سکتے ہو اس لئے کہ اس میں روح موجود نہیں تو اسی طرح جب ان اعمال میں
روح موجود نہ ہو اس پر آثار مرتب نہیں ہو سکتے اور اعمال کی روح اخلاص اور نیت خالص
لوجہ اللہ ہے تو وہ إنما الأعمال بالنيات میں بیان فرمایا ابتداء کتاب سے لے کر یہاں

تک دو جلدیں بخاری شریف کی ختم ہوئیں شعب حیات انسانی کی تشکیل ہوئی اور اس کے روح کا بھی بیان ہوا۔

حدیث باب اور کتاب التوحید کے درمیان ربط

کتاب الردعلی الجهمية یعنی کتاب التوحید یہ موضوع ہے برائے بیان توحید اور حدیث باب موضوع ہے برائے تنزیہ وتقدیس کہ اللہ تعالیٰ تمام نقائص سے پاک اور مبرا ہے اور تمام صفات کمال کیلئے جامع ہے سبحان اللہ سے اول معنی حاصل ہوا یعنی پاک ہے پروردگار عالم تمام ان نقائص سے جو منافی ہیں الوہیت و ربوبیت کے اور جامع ہے ان صفات کمال کیلئے جو ملائم اور مناسب ہیں ربوبیت والوہیت کے ساتھ یہ معنی بحمدہ سے حاصل ہوا اور سبحان الله العظيم میں عظمت افعال کی طرف اشارہ ہے۔

صفات سلبی وثبوتی

سبحان اللہ سے صفات سلبیہ کی طرف اشارہ ہے اور بحمدہ سے صفات ثبوتیہ کو اور تیسری جملہ سبحان الله العظيم سے صفات کمال کو ان تمام کمالات میں خداوند قدوس متفرد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہی توحید ہے۔

حدیث باب کی مناسبت ابواب سابقہ کے ساتھ

ابواب سابقہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ افعال عباد جو کہ کتابت وتلاوت اور قرأت ہیں یہ تمام حادث اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں ان کو وزن کئے جائیں گے یہ وارد ہیں اس قرآن پر جو کلام نفسی قدیم ہے تو وارد حادث ہے اور مورد قدیم۔

امام بخاریؒ پر ایک شبہ کا ازالہ

امام بخاری نے فرمایا ہے کہ لفظی بالقرآن حادث اس سے ان پر شبہ وارد ہوتا

تھا کہ قرآن تو قدیم ہے آپ نے کس طرح اور کیوں اس پر حادث کا اطلاق کیا تو حدیث باب سے اس شبہ کا ازالہ فرمایا اور ابواب سابقہ کے ساتھ مناسبت بھی ظاہر فرمائی۔

بحث من حیث العربیہ اور بحث من حیث اللغۃ

فرماتے ہیں وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ لفظ قِسط اور قَسط (بالفتح والکسر) قِسط سرہ کے ساتھ عدل کو کہتے ہیں، انصاف کو کہتے ہیں اور قَسط فتح کے ساتھ جور وظلم کو کہتے قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (الجن: ۱۵)

''اور جو بے انصاف ہیں وہ ہوئے جہنم کے ایندھن''

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ جو امام لغات القرآن ہیں فرماتے ہیں کہ قسط حظ، نصیب اور حصہ کو کہتے ہیں قاسط اس شخص کو کہتے ہیں جو دوسرے شخص کو اپنا حصہ نہیں دیتا تو یہ جور ہے اور مقسط وہ شخص ہے جو دوسرے کو اپنا حصہ دیتا ہے تو یہ عدل اور انصاف ہے اور یہ جو امام بخاریؒ نے فرمایا ہے کہ القسط مصدر المقسط اس پر یہ سول وارد ہوتا ہے کہ مقسط تو باب افعال ہے مصدر اس کا اقساط ہے نہ کہ قسط تو اس کی توجیہہ آسان ہے یہاں پر عبارت میں حذف مضاف ہے یعنی القسط کا مصدر المقسط ہے مقسط کا مصدر اقساط اور اقساط کا مبداً مصدر قسط ہے جب قسط کو جور کے معنی میں لیا جائے تو پھر ہمزہ اقساط میں برائے سلب آئے گی اندریں صورت سلب جور یعنی انصاف اور عدل: وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

یہاں پر القسط منصوب ہے تو اگر اس کو ہم صفت مان لیں موازین کے لئے تو اس پر سوال وارد ہوتا ہے کہ صفت اور موصوف کے درمیان مطابقت اور موافقت ضروری ہے یہاں پر صفت اور موصوف کے مابین موافقت نہیں کیونکہ القسط مفرد ہے اور موازین جمع ہے تو اس کے مختلف جوابات ہیں ایک جواب یہ ہے کہ قسط مصدر ہے

اس کی جمعیت کو ضرورت نہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ عبارت حذف مضاف کے ساتھ ہے تقدیر عبارت کچھ یوں ہے وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ لأجل القسط اور لأجل القسط متعلق ہے نَضَعُ کے ساتھ علت ہے نَضَعُ کے لئے۔

ایک اشکال اور کتاب التفسیر میں امام بخاریؒ کی عادت

اس کے بعد فرماتے ہیں قال مجاهد القسطاس العدل یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قسطاس کا ذکر کس مناسبت سے یہاں کیا گیا ہے حدیث باب میں تو قسطاس کا ذکر نہیں اس لئے امام بخاری نے کیونکر القسطاس العدل فرمایا لیکن کتاب التفسیر میں آپ امام بخاری کی عادت سے واقف ہو گئے ہوں گے کہ ایک لفظ کسی آیت یا نظم یا سورت میں آیا ہو تو امام بخاری اس دوسرے لفظ کا بھی ذکر کرتے ہیں چونکہ قسطاس قسط کے ساتھ مادہ میں شریک ہے (ق س ط) اسی مناسبت سے قسطاس کے معنی کرتے ہیں۔

قرآن پاک میں غیر عربی لغات کے بارے میں علماء کی آراء

قسطاس رومی لفظ ہے جس کے معنی عدل و انصاف کے ہیں قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ”اور تو لو سیدھی ترازو سے“ یہاں سے دوسری بحث کا آغاز ہوتا ہے کہ قسطاس تو لفظ رومی ہے اور قرآن پاک متصف ہے عربیت کے ساتھ وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا ”اور اسی طرح ہم نے اسے اتارا ہے قرآن عربی زبان کا“ تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں لفظ رومی کیسے آیا؟ اس بحث میں علماء کے تین اقوال ہیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں الٓمّٓ سے لے کر وَالنَّاس تک سوائے عربی کے دوسرا کوئی لفظ نہیں تمام عربی الفاظ ہیں جن الفاظ کے متعلق یہ تو ہم ہوتا ہے کہ

وہ غیر عربی ہیں رومی وغیرہ تو وہ الفاظ غیر عربی نہیں بلکہ عربی ہیں البتہ یہ توارد لغات ہے جس طرح کہ توارد اسامی ایک شخص اپنے بیٹے کیلئے زید نام رکھتا ہے اسی طرح دوسرا شخص اپنے بیٹے کیلئے زید نام رکھتا ہے بایں طور تیسرا شخص ہر ایک کو دوسرے کے بارے میں معلوم نہیں کہ یہ نام فلاں کے بیٹے کا بھی ہے اسی طرح یہاں یہ لفظ عربی میں بھی مستعمل ہے رومی میں بھی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ قرآن پاک میں غیر عربی الفاظ موجود ہیں لیکن بعد التعریب یعنی یہ الفاظ غیر عربی تھے پھر یہ عربی میں منتقل کر دئے گئے عربی کو منتقل ہونے کے بعد ہم ان کو عجمی نہیں کہہ سکتے جس طرح مشکوٰۃ ،قسطاس، سیجیل وغیرہ۔

تیسرا قول یہ ہے کہ قرآن کریم میں غیر عربی الفاظ موجود ہیں بغیر تعریب کے یعنی بغیر عربی زبان کو منتقل ہونے اس میں غیر عربی الفاظ مستعمل ہیں اور یہ سوال جو پیدا ہوتا ہے کہ قرآن حکیم تو متصف ہے عربیت کے ساتھ جب اس میں عجمی الفاظ آئے تو یہ کس طرح عربی ہوا تو اس کے دو توجیہہ ہیں۔

اول توجیہہ تو یہ ہے کہ یہ باعتبار اکثر الفاظ کے ہے قرآن کریم کے اکثر لغات عربی ہیں تین یا چار غیر عربی لغات اس میں آئے تو یہ عربیت قرآن کے لئے قادح نہیں دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ عربی ہے باعتبار اسلوب کے یعنی قرآن کریم کا اسلوب عربی ہے اگر الفاظ اس میں غیر عربی آجائیں تو یہ عربیت قرآن کے ساتھ منافی نہیں۔

موازین کی تحقیق اور علماء کے اقوال

موازین میں دو اقوال ہیں مشہور قول تو یہ ہے کہ موازین جمع ہے میزان کا اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ جمع ہے موزون کا جس طرح مشاہیر جمع ہے مشہور کا۔

موازین کی تعداد کے بارہ میں آراء مختلفہ

اب یہاں موازین جمع کیوں لایا آیا میزان کے افراد متعدد ہیں یا کیا وجہ ہے؟ تو اس بارے میں بھی تین آراء ہیں بعض علماء فرماتے ہیں کہ ہر شخص کے لئے علیحدہ علیحدہ میزان ہے تو موازین متعدد ہو گئے بعض فرماتے ہیں باعتبار تعدد اعمال کے اور بعض کے نزدیک چونکہ اعمال اور اشخاص مختلف ہیں عاملین متعدد ہیں تو باعتبار عاملین موازین جمع لایا ہے عبارت یہاں مقدر ہوگا وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ لحساب لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ اور مراد میزان سے بنا برقول راجح ومشہور یہی آلہ جسمانی ہے کیفیت اس کی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور معتزلہ کے نزدیک مراد اس سے فیصلہ عدل ہے اس کا بیان آگے آرہا ہے۔

آگے فرماتے ہیں کلمتان حبیبتان إلی الرحمن یہاں پر چار خبر مقدم ہیں اور مبتداء مؤخر ہے سبحان اللّٰہ و بحمدہٖ سبحان اللّٰہ العظیم یہ مجموعہ مبتدا موخر ہے اور اخبار مقدم ہیں کلمتان بمعنی کلامان یہ پہلی خبر حبیبتان الی الرحمن یہ دوسری خبر حفیفتان علی اللسان یہ تیسری اور ثقیلتان فی المیزان یہ چوتھی خبر ہے۔

فائدہ تقدیم

تو یہ چار اخبار مقدم ہیں مبتداء پر کہ سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ باعتبار ھذا القول فائدہ حصر تشویق، ترغیب اور تحریص ہے دو کلمات ہیں حبیبتان إلی الرحمن دل میں شوق، جذبہ اور رغبت پیدا ہوا وہ کونسے ہیں پھر فرماتے ہیں حفیفتان علی اللسان اور شوق بڑھ گیا ثقیلتان فی المیزان دل میں اور رغبت پیدا ہوئی تو تحریص بمعنی برانگیختہ کرنا ترغیب رغبت پیدا کرنا تشویق شوق بڑھانا یہ تقدیم کا فائدہ ہے کہ مخاطب کو معلوم ہو جائے اس کا شوق اس کے سننے اور یاد کرنے کو پیدا ہو جائے کہ وہ کلمات کون سے ہیں سبحان اللّٰہ و بحمدہٖ سبحان اللّٰہ العظیم (بخاری: ح ۷۵۶۳)

تسبیح

سبحان اللّٰہ سبحان مصدر ہے اس کیلئے فعل محذوف ہے أسبح سبحان اللّٰہ و بحمدہٖ اس میں ایک توجیہ یہ ہے کہ وا وحالیہ ہے تقدیر عبارت یوں ہے أسبح اللّٰہ تسبیحاً متلبساً بالحمد یا واؤ عاطفہ ہے تو پھر فعل کو مقدر کرنا پڑے گا اسبح واتلبس بالحمد یا تقدیر فعل از مصدر ثنا لاؤ گے تو عبارت یوں ہوگی وأثنی علی اللّٰہ بحمدہٖ

آگے فرماتے ہیں سبحان اللّٰہ العظیم تسبیح، تقدیس اور تنزیہ کو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تمام شوائب نقصان سے پاک ہے تمام شوائب نقصان اس جملہ میں آئے سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ تمام محامد صرف اللہ کے لئے ثابت ہیں اس میں منحصر ہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ اگر کسی اور کا حمد ہوتا ہے تو وہ بالواسطہ اور مجازاً ہوتا ہے اس لئے کہ حمد کیلئے احسان صفت کمال اور نعمت ضروری ہے اور اللہ کے پاس کمال کا خزانہ ہے احسانات اور نعماء کے خزانے اللہ کے ہاتھ میں ہیں باقی کسی کے پاس بھی نہیں وَ مَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ تو صفات ثبوتیہ اور صفات سلبیہ دونوں اللہ کیلئے ثابت ہوئے سبحان اللّٰہ العظیم اللہ پاک عظیم الافعال ہیں۔

بحث باعتبارِ سند اور باعتبار علم الحدیث

اس حدیث میں یہ جو سند آئی ہے حدثنا احمد بن اشکاب قال حدثنا محمد بن فضیل عن عمارۃ بن القعقاع عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ تمام رواۃ سوائے صحابی کے کوفیین کوفہ کے رہنے والے ہیں خواہ وہ ابتداء کوفی تھے یا کوفہ کو منتقل ہو گئے تھے سوائے حضرت ابو ہریرہؓ کے کہ وہ صحابی اور مدنی ہیں۔

مغالطہ اور اس کا ازالہ

احمد بن اشکاب یہاں اشکاب لقب ہے احمد کے والد کا اس کا اصل نام یا معمر ہے یا مجمع اس اشکاب لقب پر تین افراد ملقب ہیں احمد بن اشکاب، علی بن اشکاب اور محمد بن اشکاب حافظ بن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بظاہر اس سے یہ تو ہم پیدا ہوتا ہے کہ یہ تینوں ایک ہی والد یعنی اشکاب کے بیٹے ہیں حالانکہ ان میں کسی قسم کا اشتراک نہیں ایک کا گاؤں علیحدہ دوسرے کا وطن جدا اور تیسرے کا علاقہ کوئی اور صرف اشکاب کے لفظ میں اشتراک آیا ہے ایسا نہیں کہ اشکاب ان کا والد ہے اور ان تینوں کے درمیان اخوت ہے۔

راوی ابوزرعہ

یہ ابو زرعہ سے روایت کرتے ہیں ابوزرعہ تین آدمیوں کی کنیت ہے تین راویوں کا کنیت ابوزرع ہے حرم بن عمر بن جریر بن عبداللہ البجلی مدنی اس کو ابوزرع کہتے ہیں دوسرا ابوزرع دمشقی ہے اس کا نام عبدالرحمٰن ہے تیسرا ابوزرع رازی ہے اس کا نام عبداللہ بن عبدالکریم ہے یہاں پر ابوزرعہ سے پہلا یعنی حرم بن عمرو بن جریر بن عبداللہ البجلی مراد ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو تین جگہ بخاری شریف میں ذکر کیا ہے کتاب الایمان والنذور، کتاب الدعوات میں اور تیسرا اس مقام پر یہ حدیث سوائے ابوداؤد کے تمام صحاح ستہ نے ذکر کیا ہے امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ حدیث غریب حسن صحیح غریب بایں اعتبار کہ صحابی سے لے کر نیچے راوی تک ہر ایک اپنے شیخ میں منفرد ہے ابوزرع ابو ہریرۃؓ سے روایت کرتے ہیں اس کے ساتھ دوسرا کوئی شریک نہیں، عمارہ بن قعقاع تنہا ابوزرع سے روایت کرتے ہیں محمد بن فضیل اور

اسی طرح احمد بن اشکاب اس وجہ سے چونکہ ہر طبقہ میں راوی منفرد ہے اپنے شیخ میں اس لئے اس کو غریب کہا تو یہ حدیث اس کتاب میں تین جگہ لایا ہے۔

بحث باعتبار علم الکلام

اس سے ثابت ہوا کہ وزن اعمال حق ہے اب وزن کیلئے وازن موزون اور موزون بہ چاہیے اور اس طرح اعمال آیا اعمال اسی ہیئت کذائی پر جب کہ یہ اعراض ہوں وزن کئے جائیں گے یا مجسم کئے جائیں گے یا اعمالنامے تولے جائیں گے۔

اعمال کس طرح وزن کئے جائیں گے؟

اس میں تین اقوال ہیں معتزلہ کہتے ہیں کہ اعمال تو اعراض ہیں ان کو کس طرح وزن کریں گے اب ان کے دماغ صحیح ہو گئے ہوں گے پرانے زمانے میں تو اعراض کی پیائش نہیں کی جا سکتی تھی اب ایک معمولی ڈاکٹر آتا ہے وہ زبان کے نیچے تھرمامیٹر رکھتا ہے اور حرارت کی پیائش کرتا ہے کہ اتنے درجے حرارت ہے تو اس قسم کے سوالات آج کل بیہودہ ہو چکے ہیں آج کل لوگوں نے سورج کی شعاعیں وزن کر لی ہیں کہتے ہیں کہ سورج کی بجلی ۴۴۸۰ من ہے اور تمام دنیا میں یہ جو بجلی پھیلی ہے اور جس پر کارخانے چلتے ہیں اور جس پر کاروبار حیات چالو ہے اس کا وزن سوا چھٹانک ہے یہاں سے سورج نو کروڑ تیس لاکھ میل دور ہے وہاں سے ہم تک یہ جو روشنی پہنچ جاتی ہے اس کی اتنی تپش اور روشنی ہے کہ تمام کائنات اس سے منور ہے حالانکہ کچھ تو راستے میں ضائع ہو جاتی ہے اور ہر شخص کو اس کی گرمی پہنچتی ہے بہر حال اب تو اس قسم کے آلات پیدا ہو گئے ہیں کہ اعراض کو بآسانی ناپتے ہیں بعض علماء فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے بھی منقول ہے کہ اعمال مجسم کئے جائیں گے تیسرا قول یہ ہے کہ یہ اعمال نامے یعنی یہ اوراق تولے جائیں گے۔

میزان سے کیا مراد ہے؟

میزان سے کیا مراد ہے؟ معتزلہ کہتے ہیں کہ میزان سے مراد عدل اور انصاف ہے جمہور علماء فرماتے ہیں کہ نہیں یہی آلہ وزن ہے مختلف اشیاء کے مختلف میزان ہیں سونے کا علیحدہ دکاندار کے پاس علیحدہ سٹیشن میں سامان تولنے کا میزان علیحدہ یہ تمام میزان کی اقسام ہیں اس میزان کی کیفیت اللہ کو معلوم ہے کیونکہ یہ عالم آخرت سے متعلق ہیں بہرحال میزان سے یہی جسمانی میزان مراد ہے۔

وازن کے بارے میں اقوال

رہ گئی یہ بات کہ اس کا وازن کون ہوگا؟ تو اس میں بھی اختلاف ہے ایک روایت یہ ہے کہ وازن خود اللہ تعالیٰ ہی ہوں گے کیونکہ آیت میں وَنَضَعُ صیغہ متکلم لایا ہے دوسری روایت یہ ہے کہ ملک الموت ہوگا کیونکہ لوگوں کو ملک الموت جمع کرتا ہے ان کی ارواح قبض کرتا ہے تو بس یہی عزرائیل وزن کیلئے موزوں ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ وازن جبرئیل امین ہوگا کیونکہ قانون تو اس نے لایا تھا اعمال اس کے موافق ہوں گے یا ناموافق چوتھا قول یہ ہے کہ آدمؑ وازن ہوں گے امام ولی اللہ فرماتے ہیں کہ تمام اقوال صحیح ہیں اور تمام کو اس میں دخل ہے اللہ یا خود وازن ہوگا یا عزرائیل کہ اس نے ان کی ارواح قبض کئے ہیں یا جبرئیل امین کہ اس نے قانون لایا ہے دیکھتا ہے کہ کس نے قانون کی پابندی یا خلاف ورزی کی ہے یا آدم علیہ السلام جو ابوالبشر ہیں وہ یہ دیکھتا ہے کہ ظلم تو کسی کے ساتھ نہیں ہورہا شفقت پدری کی وجہ سے تو اسکو بھی اس میں دخل ہے۔

موزون لہ میں اختلاف

وہ کون سے اعمال اور کن لوگوں کے ہوں گے جو تولے جائیں گے؟ امام بخاریؒ کے قول سے ثابت ہوا کہ وإن أعمال بني آدم و قولهم يوزن (بخاری: ص ١٦) تو بنی

آدم ذکر کیا اس میں پیغمبر بھی آئے، کافر بھی آئے شہدا اور اولیاء بھی آئے معصومین محفوظین تمام چھوٹے بڑے اس میں داخل ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ معصومین اور پیغمبر اس سے مستثنیٰ ہیں تیسرا قول یہ ہے کہ کفار کا عمل کیساتھ کیا کام ان کے پاس تو حسنات ہیں نہیں تاکہ ایک پلڑا میں حسنات اور دوسرے میں سیات رکھے جائیں تو وازن و موزون اور میزان تمام معلوم ہوئے۔

بحث من حيث العرفان والتصوف

اس حدیث سے آپ کو یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ کیلئے صفات ہیں سلبی یعنی نقائص سے منزہ ہے اور ثبوتی یعنی صفات کمال کیلئے جامع ہے افعال اس کے افعال خیر ہیں کامل افعال ہیں ہم کو اس میں یہ سبق دیا گیا کہ تخلقوا بأخلاق الله اپنے آپ سے نقائص دور کریں جو انسانیت کے منافی ہیں کمال انسانیت کیلئے جو صفات مقتضی ہیں وہ اپنے آپ میں پیدا کریں جو کہ علم ہے تخلقوا بأخلاق الله اپنے افعال نیک کریں صفات کاملہ اپنے آپ میں پیدا کریں نیک کردار، نیک گفتار و نیک اطوار بنیں۔

دعا

امام بخاری دوسرے ائمہ محدثین اور شراح نے نہایت عرق ریزی سے حضور ﷺ کے زرین اقوال ہم تک پہنچائے ہیں اللہ ان کا ہر بن موجنت الفردوس میں داخل فرمائے اور تمام وہ طلبہ جو اس درس میں شریک ہیں یا پہلے شریک ہوئے تھے اللہ تعالیٰ ان کو فہم و علم تبلیغ و عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

(ضبط و ترتیب: مولانا محمد ابراہیم فانیؒ۔ الحق ج ۷اش ۱۰/۹)

امام بخاریؒ اور قیاس

درس بخاری شریف کے دوران ایک حدیث کے ضمن میں استاذ محترم مولانا عبدالحلیم صاحب مرحوم قدس سرہ نے امام بخاری اور قیاس کے موضوع پر جامع انداز میں روشنی ڈالی جوافادۂ عامہ کے لئے پیش خدمت ہے۔

باب مایذکر من ذم الرّأی وتکلف القیاس قال اللّٰہ تعالٰی وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ (الاسراء:۳۶)

قیاس کیا چیز ہے؟

بظاہر امام بخاری قیاس کی مذمت کررہے ہیں جیسا کہ ترجمۃ الباب سے ظاہر ہے اور باب مندرجہ بالا سے اسی مذمت پر استدلال فرمایا ہے لیکن حقیقت میں وہ مطلق قیاس کی مذمت نہیں کررہے ہیں کیونکہ امام کے جامع کے اکثر تراجم قیاسی ہی ہیں بلکہ وہ رائے مجرد اور قیاس فاسد کی مذمت کررہے ہیں یعنی وہ قیاس جس میں شرائط قیاس موجود نہ ہو تو سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ قیاس کیا چیز ہے؟ علماء اصول فقہ فرماتے ہیں کہ قیاس شریعت کا اصل رابع ہے اور وہ یہ کہ ایک منصوص حکم کی علت منصوصہ یا علت مستنبطہ کسی دوسری جگہ میں موجود ہوجائے تو بوجہ اشتراک علت اصل یعنی منصوص کا حکم فرع یعنی غیر منصوص کو متعدی اور شامل ہوجائے اور یوں غیر منصوص چیز کا حکم شرعی معلوم

ہوجائے لیکن علت میں اشتراک ضروری ہے کیونکہ علت اگر مشترک نہ ہو بلکہ مجرد علت ہو تو پھر قیاس نہیں بلکہ اس کو دلالۃ النص کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ حرمت اُف کی علت ایذا ہے جو سب وشتم اور ضرب میں بدرجہ اتم موجود ہے سو حرمت سب وشتم بہ طریقہ دلالۃ النص ثابت ہے۔

قیاس کے لئے شرائط

اول یہ کہ اصل کا حکم مخصوص نہ ہو، ورنہ پھر مختص بمورده ہوگا اور غیر کو تعدیہ نہ ہوگا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خزیمہؓ کی منفرد شہادت کو دو شاہدین کے برابر ٹھہرایا اور من شهد له خزيمه هو كافية فرمایا اور یوں اس کا نام ذوالشہادتین پڑ گیا پس یہاں حکم الاصل مخصوص ہے کوئی دوسرا آدمی کتنا ہی سچا، صادق، متقی اور پرہیزگار کیوں نہ ہو اسکی شہادت دو آدمیوں کے برابر نہیں ہوسکتی حتی کہ اس مخصوص حکم کو اصل بنا کر اس پر اس کا قیاس کیا جاسکے۔ دوم یہ کہ حکم الاصل عقلاً معدول نہ ہو (معدول العقل) جیسا کہ مقدرات شرعیہ جو عقل سے معلوم نہیں کئے جاسکتے مثلاً تعداد رکعات نصاب زکوٰۃ وغیرہ۔ سوم یہ کہ قیاس سے حکم الاصل میں تغیر نہ ہونے پائے جیسا کہ کفارة اليمين میں كسوة کی تملیک لازم ہے اور اطعام کا حکم للإباحة ہے سو اگر کوئی اسے بھی تملیکاً لازماً قرار دے تو اصل حکم میں تغیر آجائے گا پھر بعض علماء نے مزید تحقیق کرتے ہوئے فرمایا کہ قیاس کے چند معانی ہیں۔

تحقیق مناط

اوّل تحقیق مناط یہ کہ حکم اور علت دونوں منصوص ہوں جیسا کہ سرقہ اور قطع ید، ایک علت دوسرا حکم، اور دونوں منصوص وارد ہیں، سو جہاں بھی سرقہ ثابت ہوجائے تو قطع ید لازم ہے اور جہاں بھی تعریف سرقہ صادق نہ آئے، وہاں قطع ید نہیں، مثلاً غاصب اور نباش (کفن کش) کی مثال لیجئے وہاں قطع ید کا حکم نہیں، کیونکہ تعریف سرقہ ان پر

صادق نہیں آتی کیونکہ علماء نے فرمایا ہے کہ سرقة هواخذ مال الغير المحترم المحترز في خفيةٍ ہے جوغصب اورغبش میں نہیں ۔

تنقیح مناط

دوم تنقیح مناط وہ یہ کہ ایک حکم منصوص اوصاف متعددہ سے متصف ہواب مجتہد اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ ان جملہ اوصاف میں سے کون ساوصف اس قابل ہے کہ اسے علت گردانا جائے اور جہاں جہاں وہ موجود ہو وہاں پر یہ حکم بھی ثابت ہوجائے یا یہ کہ حکم الاصل میں وہ وصف ایک ہو لیکن مجتہد یہ تنقیح کرے کہ اس میں خصوص مؤثر ہے یا کہ عموم جیسا کہ صوم رمضان کا کفارہ جس میں منصوص علت جماع نہاراً ہے اب کفارہ کیلئے یہ علت عام مؤثر ہے یاخاص امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس علت میں خصوص مؤثر ہے سوکفارہ صرف زناوغیرہ میں ثابت ہوگا کھانے پینے میں نہیں اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ علت میں عموم مؤثر ہے کیونکہ یہ علت مضطرات ثلثہ میں عام ہے پس کھانے پینے میں بھی کفارہ لازم ہوگا۔

تخریج مناط

سوم تخریج مناط وہ یہ کہ علت منصوص نہ ہو بلکہ علت کا استخراج مجتہد ہی کرے اور پھر اس علت کو متعدی بنا کر غیر منصوص کا حکم معلوم کرے جیسا کہ حدیث ربوٰ التمر بالتمروالحنطة بالحنطة والملح بالملح مثلاً بمثل يداً بيدٍ والفضل ربٰو(مسلم: ح ۱۰۸۸) آیا ہے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ حرمت ربا کی علّت یہاں قدر اور جنس ہے امام شافعیؒ کے نزدیک طعم اور ثمنیت ہے اور امام مالکؒ کے ہاں ثمنّیت اور اِدّخار ہے۔

اب فقہاء کے نزدیک جب قیاس کا ذکر ہورہا ہو تو یہی قسم ثالث یعنی تخریج مناط مراد ہوگا اور یہی امام بخاری کے نزدیک مذموم ہے اہل ظواہر تو کلی طور پر قیاس کے منکر ہیں اور یہ استدلال کرتے ہیں کہ قرآن تِبۡیَانًا لِّكُلِّ شَیۡءٍ ہے پس قیاس کی ضرورت ہی نہیں رہی لیکن جواباً عرض ہے کہ تبیان کا معنی یہ ہے کہ بیان کا محتاج ہے۔

(ضبط وترتیب: مولانا قاضی فضل اللہ جان، الحق ج ۱۹، ش ۱، ص ۴۱، ۱۱/ اکتوبر ۱۹۸۳ء)

کبائر ذنوب

شرک، شہادت زور، سحر، عقوق والدین، قتل نفس وغیرہ کی تفصیل

حضرت اقدسؒ نے مسلم شریف کے باب الكبائر واكبرها کے درس میں کبائر و صغائر معاصی پر منفرد انداز میں روشنی ڈالی جواب شامل خطبات کئے جارہے ہیں۔

تمہید

اس باب میں امام مسلمؒ نے وہ احادیث جمع کی ہیں جن میں گناہ کبیرہ اور شدید ترین کبائر کا بیان ہے باب کے مجموعہ احادیث میں جو کبائر ذکر کئے گئے ہیں وہ إشراك باللهٰ، عقوق الوالدين، شهادة الزور أو قول الزور، قتل النفس، سحر، أكل مال اليتيم، أكل الربوا، تولي يوم الزحف، قذف المحصنات وسب وشتم إلى الوالدين۔

باب کے متعلق چند مباحث غور طلب ہیں، مبحث اول یہ کہ گناہ صغیرہ اور کبیرہ کو منقسم ہوسکتا ہے یا نہیں؟ مبحث دوم یہ کہ گناہ صغیرہ کسے کہتے ہیں اور کبیرہ کا مفہوم کیا ہے؟ مبحث سوم یہ کہ ان کی تعداد کتنی ہے؟

مبحث اول: گناہ صغیرہ اور کبیرہ کو منقسم ہوسکتا ہے یا نہیں؟

اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ

کل شیء نهی اللّٰه عنه فهو کبیرة اس حدیث کی بناء پر امام ابو اسحاق اسفرائنیؒ اور قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ہر مخالفت بنسبت جلال خداوندی کے کبیرہ ہے تو گویا یہ حضرات تقسیم کے سرے سے قائل ہی نہیں اور انہوں نے اس قول کو محقق فرمایا ہے لیکن بخلاف ان حضرات کے جمہور علماء کے نزدیک گناہ منقسم ہے صغیرہ اور کبیرہ کو اور ان کے استدلال سے جواب دیتے ہیں کہ کلام گناہ بہ نسبت جلال خداوندی میں نہیں بلکہ نفس گناہ میں ہے اور اس میں شک نہیں کہ نفس گناہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے بعض گناہ فوق ہے بنسبت بعض کے اور بعض دون اگر جلال خداوندی کی رعایت اور اس کی طرف نسبت کو ملحوظ رکھا جائے تو پھر معمولی لغزش بھی اکبر الکبائر کے زمرہ میں آئے گی۔

تقسیم گناہ پر قرآن وحدیث سے استشہاد

قرآن پاک میں بھی اس تقسیم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ اور اسی طرح حدیث باب بھی اسی تقسیم پر شاہد عدل ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ألا أنبئكم بأكبر الكبائر (بخاری:ح۵۹۷۷) پس نفس گناہ کی تقسیم بغیر لحاظ نسبت جلال خداوندی کے صغیرہ اور کبیرہ کو صحیح ہے [۱]

---

(۱) مذکور الصدر دلائل کے علاوہ قرآن وحدیث سے اور بھی استشہادات ملتے ہیں چنانچہ سورۃ النجم میں فرمان خداوندی ہے اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اور ام النووی نے شرح مسلم کتاب الطهارة میں یہ روایت ذکر کی ہے ما من امرءٍ مسلم تحضره صلوٰة مكتوبة فيحسن وضوٰها وخشوعها وركوعها الاكانت كفارة لما قبلها من الذنوب مالم تؤت كبيرة وذلك الدهر كله (مسلم:ح ۲۲۸) اور ملا علی قاریؒ مرقات شرح مشکوٰۃ میں یہ روایت بیان کی ہے الصلوٰة الخمس، والجمعة إلى الجمعة ، كفارات لما بينهن مالم تغش الكبائر (ترمذی: ح ۲۱٤) اور ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں الصلوة الخمس والجمعة إلى الجمعة ورمضان إلى رمضان، مكفر ات ما بينهن إذا اجتنب الكبائر (مسلم :ج۱،ص۱۰۹) بعض روایات میں حضور ﷺ سے یہ الفاظ منقول ہیں شفاعتی لاهل الكبائر۔

مبحث دوم: صغیرہ اور کبیرہ کا مفہوم

یہ مسئلہ بھی علماء کے نزدیک اختلافی ہے حجۃ الاسلام ابو حامد امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ گناہ کبیرہ ہر وہ گناہ ہے جو بغیر استشعار خوف خدا کے ہو یعنی گناہ کرنے والا گناہ میں مبتلا ہو لیکن اس کے دل میں خوف خدا موجود نہ ہو کہ میں یہ گناہ کرتا ہوں اور عدالت خداوندی میں مجھ سے اس کے متعلق باز پرس ہوگی تو یہ گناہ گناہ کبیرہ ہے لیکن اگر اس گناہ کے ساتھ خوف خدا مقرون ہو تو اسی صورت میں یہ گناہ صغائر میں سے ہوگا یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں لاكبيرة بكبيرة مع الاستغفار، ولاصغيرة بصغيرة مع الاصرار (الجامع الصغير،ح ۹۹۲۰)

سلطان العلماء عزالدین محمد بن عبدالسلامؒ فرماتے ہیں کہ وہ گناہ جو یہ شخص کرتا ہے اگر اس کا مفسدہ مساوی ہو ان گناہوں کیساتھ جو کہ منصوصی طور پر ذکر ہیں مثلاً قتل، سرقہ وغیرہ جن کے بارے میں قرانی تصریحات موجود ہیں تو یہ کبیرہ ہے اور اگر اس کا مفسدہ مساوی نہ ہو بلکہ کم ہو تو یہ صغیرہ ہے ابو عمرو بن الصلاحؒ کے نزدیک گناہ کبیرہ وہ گناہ ہے جو مقرون باللعن و الطعن ہو یا اس کے متعلق وعید بالنار یا ایجاب حد آیا ہو۔

اور امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کا مفہوم یہ ہے ماكان فيه المظالم بينك و بين العباد اور صغیرہ وہ گناہ ہے ماكان بينك و بين اللّٰه بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان کے مابین فرق باعتبار مبادی اور مقاصد کے ہے مثلاً اگر کسی کا مقصد اور ارادہ اجنبیہ کے ساتھ باتیں کرنا ہو تو یہ گناہ کبیرہ اور اگر وہ یہ (باتیں) وسیلہ بناتا ہے زنا کیلئے تو یہ گناہ صغیرہ بنابریں مقاصد کبیرہ اور مبادی صغیرہ ہیں اور جو حضرات گناہ صغیرہ اور کبیرہ کو امور اضافیہ میں شمار کرتے ہیں تو ان کے نزدیک مفہوم یہ ہے کہ ہر مافوق گناہ بہ نسبت ماتحت کے کبیرہ ہے۔

مبحث سوم: صغائر اور کبائر کی تعداد کتنی ہے؟

یہ بحث بھی اختلافی ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ کبائر ستر ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف یہ قول منسوب ہے اوران کے شاگرد سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ کبائر سات سو ہیں اور بعض نے سبع الموبقات سے استدلال کرکے سات پر قول کیا ہے لیکن اس بارے میں قول فیصل یہ ہے کہ لاتحدید فیه اور جن حضرات نے ستر وغیرہ خاص عدد کی نشان دہی کی ہے تو ان کے نزدیک بھی تحدید مقصود نہیں بلکہ کثرت مراد ہے جس طرح کہ قرآن کریم میں ارشادربانی ہے اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ تو سبعین سے مراد یہاں عدد خاص نہیں بلکہ مطلق کثرت ہے۔

امام ابو طالب مکیؒ قوت القلوب میں فرماتے ہیں کہ منصوص علیها کبائر سترہ ہیں جن میں سے چار زبان سے متعلق ہیں۔

(۱) قذف المحصنات (۲) یمین غموس (۳)سحر (۴)شهادة الزور اور چار کا تعلق قلب سے ہے (۱) شرك (۲) يأس من رحمةالله (۳)عدم خوف من عذاب الله (۴)عزم علی المعصیته اور تین بطن سے متعلق ہیں (۱)شرب الخمر (۲)اکل الربوا (۳)اکل مال الیتیم دو کا تعلق ہاتھ سے ہے (۱) قتل (۲)سرقة دو کا تعلق فرج سے ہے (۱)زنا (۲) لواطت ،ایک کا تعلق پاؤں سے ہے (۱) تولی یوم الزحف اور ایک کا تعلق تمام بدن سے ہے(۱)عقوق الوالدین تو یہ تمام سترہ ہوئے۔

الاشراک باللہ

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذات صفات وجوب الوجود یا لوازم الوہیت میں شریک ماننا اس کوشرک کہتے ہیں یہ نا قابل معافی گناہ اور اکبرالکبائر میں سے ہے۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ...اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ

شرک سے مراد اور اقسام

یہاں اس مقام پر شرک سے مراد مطلقاً کفر ہے عرب میں شرک غالب تھا اس وجہ سے بجائے کفر کے شرک کا اطلاق کیا گیا شرک خاص ہے اور کفر عام ہے شامل ہے دہری، زندیق ،فلسفی ،معطلہ وغیرہ کیلئے شرك فی الاعتقاد اور شرك فی العبادات کی کئی اقسام ہیں ایک قسم تو وہ ہے جس کا ارتکاب ثنو یہ اور مجوس نے کیا ہے یہ گروہ دو خداؤں پر یقین اور اعتقاد حقیت رکھتا ہے ایک خدا کو صانع حکیم اور دوسرے کو صانع سفیہ کہتے ہیں صانع حکیم مبداء خیر ہے اور صانع سفیہ شر کا مصدر ہے شرک کی دوسری قسم جس میں صائبین مبتلا ہیں ان کا اعتقاد یہ ہے کہ علم وحکمت و جوب وجود اور قدرت تو خدا کے ساتھ خاص ہیں لیکن خداوند تعالیٰ نے نظام کائنات تدبیر عالم اور انتظام خیر وشر نجوم و کواکب کو تفویض کیا ہے پس چاہیے کہ ہم ان نجوم و کواکب کے ساتھ انتہائی محبت اور غایت تعظیم کے ساتھ پیش آئیں جو کہ عبادت کے بغیر ممکن نہیں شرک کی تیسری قسم جو کہ ہنود کے ہاں رائج ہے وہ یہ ہے کہ روحانیات غیبیہ جو کہ ہم سے پوشیدہ اور پردہ خفا میں ہیں عالمی امور اور تکوین کائنات کے مدبر ہیں ان کا اعتقاد یہ ہے کہ ہمیں چاہئے کہ ان روحانیات غیبیہ کو خوش شکل صورتوں یا سونے چاندی کی مورتی کی صورت میں بنا کر ان کی تعظیم کریں تا کہ یہ روحانیات غیبیہ ہم سے راضی ہوکر ہماری حاجت روائی کریں شرک کی چوتھی قسم جو کہ بعض ناعاقبت اندیش پیر پرستوں کا عقیدہ ہے کہ جب نیک بزرگ مستجاب الدعوات شخصیت فوت ہو جائے تو اسکی روح میں غیر معمولی قوت پیدا ہو جاتی ہے پس جو کوئی شخص کی اس صورت کو بتوجہ تام ذہن میں مستحضر کرے یا اس کی نشست و برخاست کی جگہ یا اس کی گور پر سجدہ ریز ہوجائے اور مکمل تذلل اختیار کرے تو یہ روح اس پر آگاہ ہوکر دنیا وآخرت میں اس کی شفاعت کرتی ہے پانچویں قسم شرک یہ ہے کہ جس پر

جاہلوں کی ایک جماعت کا عقیدہ ہے کہ خداتعالیٰ اپنی ذات میں پاک ہے اس بات سے کہ اس کی کوئی عبادت کرے پس اس کی عبادت کا طریقہ یہ ہے کہ مخلوقات میں کسی ایک شی کو لاعلی التعیین قبلہ توجہ بنا کر اس کی پرستش کی جائے اس شی کی طرف توجہ بعینہ توجہ خدا کی طرف ہے شرک کے یہ پانچ اقسام شرك فی الذات، شرك فی وجوب الوجود، شرك فی الصفات اور شرك فی لوازم الألوهیت میں داخل ہیں۔

عقوق الوالدین

عقوق عق سے ماخوذ ہے بمعنی قطع (منه العقیقه) یعنی والدین کی نافرمانی اکبر الکبائر میں سے ہے خداوند قدوس فرماتے ہیں وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ...... وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی اطاعت گزاری واجب ہے تاوقتیکہ امر بالمعصیت نہ کرے وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا اور حدیث شریف میں حضور ﷺ فرماتے ہیں لاطاعة لمخلوقٍ فی معصیة الخالق فرائض میں تو بالاتفاق معصیت ہے جب والدین اپنے بیٹے کو حکم دیں کہ فرض چھوڑو اور ہمارا یہ کام کرو تو اس صورت میں ان کا حکم ماننا معصیت ہے البتہ سنن رواتب وزوائد میں تفصیل ہے۔

ان کی ایذارسانی خواہ وہ فعلی ہو قولی ہو یا اشارتی ان تمام سے کلی اجتناب برتنا چاہیے فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا يْنِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا

حکایت

خلیفہ ہارون الرشید کے پاس ایک بوڑھی عورت نے اپنے بیٹے کی شکایت کی کہ میرا بیٹا مجھ پر ظلم کرتا ہے مجھے مارتا ہے اور گالیاں دیتا ہے خلیفہ نے جب بوڑھی عورت کی یہ شکایت سنی تو مارے غصہ کے پیچ وتاب کھانے لگا اور حکم دیا کہ اس کے بیٹے

کو حاضر کیا جاوے جب اسکا بیٹا ہارون الرشید کے دربار میں حاضر کیا گیا تو خلیفہ نے کہا کہ اس لڑکے کے پیٹ کے ساتھ پانی کا بھرا ہوا گھڑا باندھو پورے دس مہینے یہ اس کے ساتھ باندھا رہے گا خواہ یہ جس حال میں بھی ہو حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ دس مہینے گزرنے کے بعد ہم اس کیلئے سزا تجویز کریں گے تو ایذاء إلی الوالدین أکبر الکبائر میں سے ہے اس وجہ سے اس کو اشراک باللہ کے ساتھ ہی ذکر فرمایا[1]

شهادة الزور

زور لغت میں تحسین الشیٔ فی أعین الناس الذی لایکون حسینا یعنی کسی شئی کو لوگوں کی نظروں میں خوبصورت دکھانا جو درحقیقت خوبصورت نہ ہو ملمع سازی تلبیس خداع اور باطل کے معنی پر آتا ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ اور وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ شہادت سے مراد اگر شہادت عرفی لی جائے جو کہ دعاوی میں مستعمل ہے تو اس صورت میں معنی یہ ہوگا شهادة الزور شهادت الكذب و شهادت الباطل لتحلیل الحرام و لتحریم الحلال اولاتلاف مال الغیر اور اگر شہادت بمعنی حضور لیا جائے تو اندریں صورت معنی یہ ہوگا حضور فی مجالس الفسق والفجور اور معنی آیت پہلی صورت میں وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ای والذین لایشهدون بالباطل لتحریم الحلال ولتحلیل الحرام ولاتلاف مال الغیر کما فی صورت النکاح اوالدعوی الباطل وغیرهما اور دوسری صورت میں معنی آیت یوں ہوگا وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ای لایحضرون فی مجالس الکفر والشرك ومحافل

---

(۱) قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (اسراء) قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (مرتب)

الفسق والفجور جس روایت میں قول زور آیا ہے بجائے شہادت الزور کے تو اس سے
مراد کفر اور شرک ہے۔

قتل النفس

کسی شخص کو بغیر جرم کے قتل کرنا وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ.
وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ اور حضور ﷺ فرماتے ہیں سباب المسلم
فسوق وقتاله کفر (بخاری:ح ۴۸) وغیر ذلك من الأيات والأثار

سحر

قرآن پاک میں جابجا سحر کا لفظ مستعمل ہوا ہے
وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ (البقرة)
يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى (طٰہٰ:۶۶) وَ لَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى (طٰہٰ)
فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا (طٰہٰ)

سحر کے متعلق چند ضروری مباحث

بحث اول: سحر کا لغوی مفہوم بحث دوم: سحر کی شرعی حقیقت بحث سوم: سحر کیلئے
کوئی حقیقت ہے یا یہ محض فریب خیال اور شعبدہ بازی؟ بحث چہارم: سحر سے انقلاب
فی الماهیۃ آسکتا ہے یا نہیں؟ بحث پنجم: سحر کی اقسام بحث ششم: سحر کا حکم بحث ہفتم: سحر
اور معجزہ میں فرق۔

سحر کا لغوی مفہوم

لغت کے اعتبار سے سحر امر خفی اور پوشید چیز کو کہتے ہیں [1] جیسا کہ علماء اصول و

(۱) اعلم أن لفظ السحر فی عرف الشرع مختص بکل امر یخفی سببه ویتخیل علیٰ غیر حقیقته(تفسیر کبیر: ج ۱،ص۶۱۹)

لغت فرماتے ہیں کل مادق ولطف مأخذه جو نہایت ہی دقیق باریک ہو اور اس کا
مبداء و مصدر عمیق ولطیف ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے ماخذ کا سبب معلوم نہ ہو
پس ہر وہ نادر چیز اور غریب شئی با اعتبار لغوی عموم کے سحر کے معنی میں آتے ہیں یہی وجہ
ہے کہ امام رازیؒ کے پیش نظر وہ تمام اشیاء جو عام نگاہوں میں تعجب خیز ہوں سحر کے
زمرہ میں داخل ہیں۔

سحر کی شرعی حقیقت

اصطلاح میں سحر کی تعریف امرخارق للعادة تصدرعن نفس شريدة
بمزاولة الأسباب الممنوعة فی الشرع اور شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ سحر حاصل
کردن قدرت است برافعال عجیبہ خارقہ عادت بمزاولت اسباب خفیہ بے توسل بجناب
الٰہی بدعا یا تلاوت اسمائے اور وے بےنسبت آں افعال بقدرت او تعالیٰ امر خارق للعادة کا
اطلاق اس پر باعتبار ندرت اور غربت کے کیا گیا ہے۔

سحر کی کوئی حقیقت ہے یا یہ محض فریب خیال اور شعبدہ بازی ہے؟

سحر کی حقیقت و فریب خیال ہونے میں علماء کا اختلاف ہے جمہور علماء
فرماتے ہیں کہ سحر واقعی ایک حقیقت ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ
سے ضرررساں اثرات رکھے ہیں اس واسطے امام نوویؒ فرماتے ہیں والصحیح ان
له حقيقة وبه قطع الجمهور وعليه عامة العلماء بخلاف اس رائے کے امام
اعظم ابو حنیفہؒ ،ابوبکر جصاص ،ابواسحاق اسفرائینی شافعی ،علامہ ابن حزم ظاہری ،

ابوجعفر استر آبادی اور بعض معتزلہ فرماتے ہیں کہ سحر کی حقیقت فریب خیال اور شعبدہ بازی کے علاوہ اور کچھ نہیں (۱)

سحر سے انقلاب فی الماہیت آسکتا ہے یا نہیں

یہ مسئلہ بھی علماء کے مابین نزاعی ہے جو فریق اس کے فریب خیال ہونے کا قائل ہے ان کے نزدیک تو انقلاب فی الماہیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور جس گروہ کے نزدیک اس کیلئے تاثیر اور حقیقت ہے تو ان کا آپس میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک سحر میں یہ تاثیر قطعا موجود نہیں کہ اس سے کسی ماہیت میں انقلاب آجائے بلکہ اس مرحلہ پر یہ محض فریب خیال اور شعبدہ کے علاوہ اور کچھ نہیں جس طرح کہ سحرہ فرعون نے رسیوں سے سانپ بنائے تھے تو اس کے متعلق قرآنی صراحت موجود ہے يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى تو اس میں یہ تاثیر قطعاً موجود نہیں کہ انقلاب فی الماھیت اس سے ظہور پذیر ہوجائے۔

امام راغب اصفہانی نے بھی یہی قول مختار کیا ہے ہاں انقلاب فی الکیفیت اور تغیر فی

---

(۱) امام رازیؒ بھی جمہور کے خلاف ہیں چنانچہ اپنی تفسیر ''تفسیر کبیر''میں فرماتے ہیں ومتیٰ أطلق فهو اسم لكل أمر مموه باطل لاحقيقة له ولا ثبات اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں وقد ذكر الوزير ابو مظفر يحيیٰ بن محمد بن هبيره فی كتابه الاشراف فی مذهب الاشراف باباً فی السحر فقال اجمعوا على ان السحر له حقيقة الا أباحنيفة فانه قال لا حقيقة له عنده قال ابو عبيد اللّٰه القرطبی و عند نا ان السحر حق وله حقيقة و يخلق اللّٰه عنده مايشاء خلافا للمعتزله و ابو اسحاق الاسفر ائينیؒ من الشافعيه حيث قالوا انه تمويه او تخيل اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں واختلف فی السحر فقيل هو تخييل فقط ولاحقيقة له و هذا اختيار ابی جعفر الاسترآبادی من الشافعيه و ابی بكر الرازی من الحنفية وابن حزم الظاهری و طائفة ـ

المزاج کی حدتک اس میں تاثیر موجود ہے (۱)

دوسرا فریق اس کی تاثیر فی الماہیت اور تاثیر فی الکیفیت دونوں کا قائل ہے اس گروہ کے افراد حضرت کعب احبارؓ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں فرماتے ہیں لولا كلمت اقولهن لجعلتنی اليهود حمارًا بہرحال جمہور کے نزدیک انقلاب فی الکیفیت کی حدتک اسمیں تاثیر موجود ہے (۲)

سحر کی اقسام نمرود اور اہل بابل کے چھ محیر العقول طلسم

امام راغب اصفہانیؒ اور علامہ ابن خلدونؒ نے سحر کی مختلف اقسام بتائے ہیں اور شاہ عبدالعزیزؒ نے آٹھ اقسام کی تفصیل بتائی ہے پہلی قسم جو کہ ان میں مشکل ترین اور قوی تر سحر ہے وہ اہل بابل اور کلدانین کا تھا یہ علم انہوں نے ہاروت و ماروت سے سیکھا تھا اور حضرت ابراہیمؑ ان کے نظریہ کی تردید اور ان کے عقیدہ کے بطلان کیلئے مبعوث کئے گئے تھے انہوں نے عہد نمرود میں شہر بابل میں چھ طلسم بنائے تھے جو نہایت ہی محیر العقول اور حیرت انگیز تھے۔

---

(۱) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں لكن محل النزاع هل يقع بالسحر انقلاب عين اولا فمن قال انه تخييل فقط منع ذلك ومن قال ان له حقيقة اختلفوا هل له تاثير فقط بحيث يغيرالمزاج فيكون نوعاً من الامراض او ينتهی الی إلاحاله بحيث يصير الجماد حيواناً مثلاً و عكسه فالذی عليه الجمهور هوالاول وذهبت طائفة قليلة الی الثانی اور محدث عصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں ثم ان السحرله تاثير فی التقليب من الصحة الی المرض وبالعكس امافی قلب الماهية فلا وما يتراء ی فيه من قلب الما هية لايكون فيه الا التخييل الصرف قال تعالی يخيل اليه من سحر هم انها تسعیٰ فلم تنقلب الحبال الی الحيات ولكن خيل اللّٰه اليه انها انقلبت وهذا مانسب الیٰ ابی حنيفه ان فی السحر تخييلا فقط لايريد به نفی التاثير مطلقاً فانه معلوم مشهور بل يريد به نفی التاثير حق الماهيات ولا ريب ان ليس له فيه تاثير غيرا لتخييل من ههناظهر الفرق بين المعجزة و السحر فان المعجزة خالية عن التخييل فهی على الحقيقة البحتة ونفس الامرالصرف ولذاقال تعالیٰ وَاَلْقِ مَا فِیْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا الی جعلت تفعل فعل الا فعوان من بلع الحيات واكلهاولو كان تخييلا فقط لم تفعل ذلك فنبه على تحقيقها وحقق تخييل السحر

(۲) فلاسفہ کے نزدیک انقلاب فی الماہیت محالات میں سے ہے۔

طلسمی بطخ

ایک یہ کہ تانبے کی ایک بطخ بنائی تھی کہ اس میں یہ خاصیت تھی کہ جب کبھی کوئی غیر ملکی جاسوس چور یا ڈاکو شہر بابل میں داخل ہوتا اس بطخ میں سے عجیب وغریب آوازیں نکلتیں شہر والے فوراً جان لیتے کہ کوئی چور یا ڈاکو وغیرہ آتا پس اس کی بے ہنگم آوازوں سے سارا شہر بیدار ہو کر اس جاسوس یا چور کے تعاقب میں نکلتا۔

طلسمی نقارہ

دوسرا انہوں نے ایک طلسمی نقارہ ایجاد کیا تھا کہ جس کسی کی کوئی چیز گم ہو جاتی اس نقارے کے پاس آتا اور چوب سے اس نقارے کو پیٹتا اس میں سے یہ آواز آتی کہ فلاں شخص کا فلاں گم کردہ چیز فلاں جگہ موجود ہے۔

طلسمی آئینہ

تیسرا انہوں نے ایک طلسمی آئینہ تیار کیا تھا جس سے غائب شخص کا حال معلوم ہو جاتا جب کوئی شخص کسی غائب شخص کی تلاش میں رہتا اس آئینہ کے پاس آ کر اس میں دیکھتا تو وہ گم شدہ شخص صحیح بیمار یا مقتول یا جس انداز میں جہاں بھی ہوتا دکھائی دیتا تھا۔

طلسمی حوض

چوتھا ایک طلسمی حوض بنایا تھا جس کے کنارے ہر سال جشن منعقد ہوا کرتا تھا جس میں اشراف واعیان شہر شرکت کیا کرتے تھے جو کوئی شخص جس قسم کی شربت وغیرہ اس حوض میں ڈالتا ساقی جب حوض میں پیالہ ڈبوتا تو اسی شخص کیلئے وہی چیز نکلتی جو اس نے پھینکی ہوتی۔

طلسمی تالاب

پانچواں فیصلہ مقدمات کیلئے ایک طلسمی تالاب تھا مدعی اور مدعا علیہ دونوں اس تالاب میں کودتے پس ان دونوں میں سے جو بھی حق پر ہوتا پانی اس کے ناف تک پہنچ جاتا اور جو ظالم ہوتا وہ اس حوض میں غرق ہو جاتا۔

طلسمی درخت

چھٹا ایک طلسمی درخت تھا جس کے نیچے نمرود دربار لگایا کرتا تھا جس قدر آدمی زیادہ ہوتے جاتے تھے اس کا سایہ بھی اس قدر وسیع ہو جاتا یہاں تک کہ ایک لاکھ تک آدمیوں کی تعداد پہنچ جاتی سایہ بھی اس قدر وسیع ہو جاتا ایک لاکھ سے جب تعداد بڑھتی سایہ بالکل ختم ہو جاتا نمرود بھی اس علم کیساتھ نہایت توغل اور انہماک رکھتا تھا۔

دوسری قسم سحر تسخیر جن وشیاطین ہے، تیسری قسم کسی قوی اور مضبوط شخص کی روح کو شیطانی ناموں کے ذریعہ مسخر کر کے اس سے مطلب برآری کرنا، چوتھی قسم افساد تخیل جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں سحرہ فرعون نے کیا تھا اس قسم کے سحر کو نظر بندی کہتے ہیں، پانچویں قسم تعلیق الوہم ہے اسکا رواج ہندوں میں عام تھا، چھٹی قسم سحر نرنج ہے یعنی خواص اشیاء کے ذریعہ افعال عجیب صادر کرنا، ساتویں قسم سحر حیل ہے، آٹھویں سحر شعبدہ ہے تو یہ آٹھ اقسام شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں بالتفصیل ذکر کی ہیں۔

سحر کا حکم

امام ابو منصور ماتریدیؒ فرماتے ہیں کہ اگر سحر متضمن ہو شرکیلئے یعنی اس میں إستعانت بالأرواح الخبيثه یا بالشیاطین ہو یا انکی اس طرح تعظیم کی جائے جس طرح خدا کی تعظیم ہو بسبب عموم قدرت وعلم کے تو یہ سحر کفر ہے یا اس ساحر کا یہ دعویٰ ہو کہ بسبب سحر کے مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ میں خدائی جیسے کام سرانجام دوں تو یہ کافر اور واجب القتل ہے اور اگر ان مذکورہ باتوں کیلئے متضمن نہ ہو تو اس صورت میں فعل حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ فقہاء کرام نے سحر اور ساحر کے مختلف احکام بسط وتفصیل سے ذکر کئے ہیں (۱)

---

(۱) روی یونسؒ عن الزہریؒ قال یقتل ساحرالمسلمین ولا یقتل ساحراهل الكتاب عن عمر بن عبدالعزیزؒ قال یقتل الساحر قال ابو حنيفة رحمه الله الساحر يقتل اذا علم انه ساحر ولا يستتابُ ولا يقبل قوله انى اترك السحر واتوب منه فاذاقرانه ساحر فقد حل دمه (احكام القرآن لابى بكر الجصاص ج۱۔ ۵۷) یہ ساحر کا حکم ہے اور سحر کے بارے میں فتاویٰ ہندیہ میں لکھا ہے العلوم ثلثة علم نافع يجب تحصيله و هو علم معرفة المعبود وخلق الأشياء سوى اللّٰه تعالىٰ و بعد ذلك العلم بالحلال و الحرام والنبى وما بعث الانبياء ء به وعلم عجب الاجتناب عنه وهو السحروعلم الحكمة والطلسمات وعلم النجوم تاہم نفس اجتناب کی غرض سے سیکھنا مرخص ہے۔

سحر اور معجزہ میں فرق

جیسا کہ اسباب میں تاثیر پیدا کرنا خداوند قدوس کا فعل ہے اسی طرح ان پر مسببات کا ترتب بھی فعل خداوندی ہے عام سنت اللہ تو یہی ہے کہ اسباب پر مسببات مرتب فرماتے ہیں لیکن کبھی کبھی سنت عامہ کے خلاف بدوں سلسلہ اسباب و مسببات کے اپنی قدرت عامہ کا مظاہرہ فرماتے ہیں جو کہ بادی النظر میں خلاف عادت کام ہوتا ہے لیکن درحقیقت وہ خلاف عادت نہیں ہوتا بلکہ عادت خاصہ کا ظہور ہوتا ہے [۱]

معجزہ کیا ہے؟

معجزہ وہ خدائی فعل ہے جو بدون توسط اسباب کے کسی مدعی نبوت کے ہاتھوں پر ظاہر ہو جائے اور جس پیغمبر کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر کرایا جائے اس کو خود اس کا علم نہیں ہوتا اور نہ اس پر کچھ بس چلتا ہے مثلاً آگ سبب ہے جلانے کا اس میں جلانے کی تاثیر خدا کے حکم پر منحصر ہے اب اگر کوئی آگ لگائے اور اس سے کوئی چیز نہ جلی تو یہ بھی اللہ کے اختیار میں ہے کہ سبب پر مسبب کو مرتب نہ کیا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو آپ پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا تو یہ ایک معجزہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ صادر فرمایا بخلاف سحر کے کہ یہ کسی بدکار و بدکردار، فاسق و فاجر مشرک کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے یہ فعل الشیطان ہے اس کے اسباب ہوتے ہیں لیکن وہ اسباب مخفی ہوتے ہیں ہر کوئی شخص اس کا ادراک نہیں کر سکتا پس جب اس کیلئے اسباب موجود ہیں تو اس پر خرق عادت کا اطلاق صحیح نہیں بلکہ نادر و غریب اس کو کہا جاتا ہے اس پر اس نفس شریرہ یعنی ساحر کا اختیار ہوتا ہے جس وقت چاہے خاص قواعد اور خاص اعمال سے اسی وقت اپنے سحر کا مظاہرہ کر سکتے ہیں اس کے برعکس معجزہ ہے کہ جب کسی پیغمبر سے معجزہ کے صدور کا مطالبہ کیا گیا تو آپ نے اس کو خدا کے حکم کو سپرد کیا اور فرمایا سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا

---

(۱) جس طرح کہ پیدائش حضرت عیسیٰؑ یا خروج ناقة من الحجر

معجزہ کوئی فن نہیں کہ تعلیم و تعلم سے سیکھا جائے یہ وہبی ہے کسب و اکتساب کا اس میں کوئی دخل نہیں جبکہ سحر کے سیکھنے کیلئے کتابیں موجود ہیں مختلف مشقیں اور ریاضتیں ہیں جن کے ذریعہ سحر سیکھا جا سکتا ہے معجزہ خداوند عالم کی طرف سے نبی کی نبوت کی عملی و فعلی تصدیق ہوتی ہے جس کا مقصد ہدایت و رہنمائی ہوتا ہے اور سحر کا تمام تر مدار شیاطین اور ارواح خبیثہ پر ہوتا ہے جو کہ سبب ہیں ضلالت و گمراہی کے اس کے علاوہ اور بھی ان کے درمیان بہت سے امتیازات ہیں جن پر علماء نے بہت ہی وقیع تصانیف لکھی ہیں [۱] سحر کے ذریعے بند کرنے کو اُخذہ اور کھولنے کو نشرہ کہتے ہیں۔

---

(۱) چنانچہ محدث جلیل علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ فرماتے ہیں فاعلم أن الدنيا مجموعة الأضداد كالظلمة والنور والظل والحرور والطيب والخبيث والكفر والايمان فاذانظرنا انها بسطت علىٰ هذا المنوال علمنا انه لابدان تكون فيها نفوس على نقاضة المرسلين فان لكل شئ ضداً واضداد هؤلآءِ الطائفه لاتكون الامن جنسهم من الدّجاجله ثم اذا علمناالمعجزة وهى حقيقة قدسية يظهر اللّٰه على أيدى المقدسين علمنا انه لابد ان يكون هناك شئ على مناقضتها ايضاً وهو السحرثم المعجرة على نحوين حسية او علمية أماالحسية كاليد البيضاء أوالعصا قد مضت بصاحبها اماالعلمية فهى باقية الى يوم التناد ولو أمعنت النظر لعلمت ان المعجزة الحسية ايضاً تنتهى الى العلم اوالعقل وذلك لانه لاسبيل الى التميزبين المعجزة والسحر ولو كانت حسية الابالعلم والعقل فعلم ان انتها المعجرة الحسية ايضاً الى العلم والعقل دون المشاهدة فاذادريت ان الفرق بينهما عقلى وعلمى حتى بين الحسية والسحر ايضاً فاقول انهما يفترقان علما بحيث لايكاد يلبتس على أحدٍ فان الفرق اما ان يكون من جهة الفاعل اوالمادة اوالغاية وذلك بأنواعها متحقق ههنا أما الأول فالساحر يكون خبيث النفس ردى الأخلاق متلبسا بالخبائث واما صاحب المعجزة فيكون طيب النفس حسن الملكة شريف الأخلاق ذكى الطبع بعيداً عن الأرجاس وامامن جهةالمادة فمادة السحر كلها تبنى على الخبث كالا ستمداد بالشيا طين والارواح الخبيثة والذهاب الىٰ جماجم الأموات و استعمال عظام نخره بخلاف المعجزه فإنها أغلب الأحوال تصدربلاسبب كاليد البيضاء والعصا فتلك لا مادة لها و ما تصدرعن سبب لا تكون مادتها غيرالقدس والطهارة كفراء ة النبى ﷺ بكلمٰت فى طعام والبركة منها امااالصورة فانماتاتى على المادة كيف كانت فهى ايضاً تتبعها بقيت الغايه فهى ظاهر الامر (فيض البارى: ج ٤،ص ٤٧٢)

اکل مال الیتیم

اسلام ایک عالمگیر وہمہ گیر مذہب ہے اس میں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا بھی نہایت اہتمام کے ساتھ لحاظ رکھا گیا ہے چونکہ معاشرے میں نہایت ہی قابل رحم اور باعث شفقت فرد یتیم ہے تو اس کے بارے میں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اکل مال الیتیم أکبر الکبائر میں سے ہے یتیم تو خود امداد کا مستحق ہے کیونکہ باپ کی وفات سے بظاہر بے سہارا رہ گیا ہے اب جو کوئی شخص اس کے مال کو اس کی کمزوری اور بے چارگی کی وجہ سے ہضم کرتا ہے تو یہ سراسر ظلم، ناانصافی اور انسانیت کے خلاف ہے خداوند کریم فرماتے ہیں **وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ** (الانعام:۱۵۲) دوسری جگہ ارشاد ہے **اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا** (النسآء:۱۰) حضور ﷺ نے یتیم پر تو یہاں تک شفقت کی تاکید کی ہے کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کے ساتھ یتیم بچے کے سامنے پیار و محبت اور شفقت والفت کا مظاہرہ نہ کرے ایسا نہ ہو کہ اس یتیم کو اپنے باپ کی شفقت یاد آجائے اور اس کے احساس محرومی میں شدت پیدا ہو جائے رسول کریم ﷺ خود دور یتیمی کے صبر آزما مراحل سے گزرے ہیں **اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی** اس وجہ سے خداوند کریم فرماتے ہیں **فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ** (الضحیٰ: ۹)

اکل ربا

ربا اور سود ایک معاشی لعنت ہے اگر چہ بظاہر اس میں منافع ہے لیکن بباطن خسارہ ہی خسارہ ہے یار لوگوں نے تو اس کا نام منافع رکھا ہے [۱] لیکن نام بدلنے سے کسی چیز کی ماہیت اور حقیقت نہیں بدلتی اگر زہر کا نام تریاق رکھا جائے تو کیا اس سے زہر کا اثر زائل ہو جائے گا اس کے بارے میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔

(۱) ولنعم ماقیل ایں بنوک ایں فکر چالاک یہود نور حق از سینہ آدم ربود

خداوند قدوس کا ارشاد ہے:

وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرة:۲۷۵) **یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ** (البقرة:۲۷۶) **یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ** (البقرة:۲۷۸) **فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ** (البقرة:۲۷۹) **یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ** (ال عمران: ۱۳۰) وغیرہ آیات اس کی قباحت پر دال ہیں۔

تولی یوم الزحف

چاہیے کہ مسلمان غیور ہو، اس میں غیرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہو، جذبہ و حرارت ایمانی اس کے ہربن مو سے ظاہر ہو خداوند قدوس فرماتے ہیں **یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَارَ. وَ مَنْ یُّوَلِّھِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰهُ جَھَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ** (الانفال: ۱۵ تا ۱۶) بسا اوقات ایک مسلمان کا میدان جہاد و محاذ کا رزار حق و باطل سے فرار تمام لشکر کیلئے باعث تکلیف وتشویش ہوتا ہے اس سے کافروں کے دلوں سے مسلمانوں کا رعب ختم ہو جاتا ہے جب مقابلہ ایک نسبت دو کا ہو تو اسی صورت میں فرار گناہ کبیرہ ہے اور اگر یہی نسبت نہ ہو بلکہ ایک مسلمان کے مقابلے میں دو سے زیادہ کافر آجائیں تو اندریں صورت تولی کبیرہ گناہ نہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں

اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْکُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِیْکُمْ ضَعْفًا فَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ (الانفال:۶۶)

لیکن پھر بھی عزیمت پر عمل کرنا چاہیے کیونکہ مسلمان کے سامنے ایک بڑا مقصد ہے جو کہ اعلاء کلمۃ اللہ ولایت مسلمین اور قیام عدل و انصاف ہے اور اگر راستے

میں موت آجائے تو شہادت کی موت پر لاکھوں زندگیاں قربان ہوں یہ گھاٹے کا سودا نہیں بلکہ سراسر فائدہ ہے۔[1]

قیمت خود ہر دوعالم گفتہ اند
نرخ بالاکن کہ ارزانی ہنوز

قذف المحصنات

کسی عفیفہ و پاکباز باعصمت و پاک دامن خاتون پر تہمت لگانا اکبرالکبائر میں سے ہے اس سے نہ صرف اس خاتون کی زندگی برباد ہوتی ہے بلکہ بسااوقات سارا خاندان اجڑ جاتا ہے کیونکہ داغ بدنامی ان کے دامن سے مدتوں زائل نہیں ہوتا حالانکہ قاذف نے صرف اس کی رسوائی و بدنامی کی خاطر اس بے حیائی و ذلیل حرکت کا ارتکاب کیا ہوگا قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق بالتفصیل احکام نازل فرمائے ہیں چنانچہ سورہ نور میں ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (النور: ۲۳)

سب الوالدین

اپنے والدین کو گالی دینا ان کی بے عزتی کرنا منشا تعجب یہ ہے کہ وہ کونسا شقی ہوگا جو اپنے والدین کو گالی دیگا تو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی ایک شخص کے والدین کو گالی دو گے وہ آپ کے والدین کو گالی دے گا تو آپ کی گالی دوسرے کے والدین کو مالاً اپنے والدین کو گالی دینے کے مترادف ہے باقی تفصیل عقوق الوالدین کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

---

(۱) جہاد کے موضوع پر حضرت کی تقاریر نہایت ہی موثر ہوتی تھیں افغانستان کے طالب علموں میں سے جو کوئی میدان جہاد سے آپ کی ملاقات کیلئے آتا تو حضرت کی خوشی و بشاشت قابل دید ہوتی جو بھی سامنے آتا اس کو کہتے یہ شخص آپ جانتے ہیں یہ فلاں مجاہد ہے میدان جہاد سے آیا ہے اور جس شاگرد کی شہادت کی خبر سنتے تو فرماتے کہ کاروان کشتگان عشق میں شامل ہوگیا نہایت ہی خوش نصیب و نیک بخت ہے جو شہادت کی موت مرے ۱۲

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی شرح مسلم کی خصوصیات

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی معرکۃ الارا کتاب فتح الملهم شرح مسلم شریف کی خصوصیات کے بارے میں حضرت علامہ مولانا عبدالحلیم مردانی صدر مدرس دارالعلوم حقانیہ کی افادات شامل خطبات کیا جارہا ہے...... (س)

علامہ عثمانیؒ کی شرح مسلم علامہ کاشمیریؒ کی نظر میں

نحمده نصلي على رسوله الكريم أمابعد شیخ الاسلام محقق عصر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی طابت ثراه وجعل اللّٰه جنت الفردوس مثواه کے متعلق بہ حیثیت شارح کتاب مسلم شریف کے حضرت العلامہ خاتم المحدثین زبدۃ المحققین مولانا سید انورشاہ کشمیری ثم دیوبندی جن کے کمال علمی زہد وتقوی کی شان میں خود مصنف علیہ الرحمۃ کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

الشيخ العلامة التقي النقي الذى لم ترى العيون مثله ولم يرى هو مثل نفسه ولوكان فى سالف الزمان لكان له شان فى طبقة اهل العلم عظيم وهوسيدنا ومولانا الانورشاه الكشميرى ثم الديوبندىنورالله مرقده کی فارسی تقریظ کا اقتباس کافی ہے جو انہوں نے اسی شرح کے خصائص وعلوشان میں قلم بند کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ امر مخفی نہیں کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے

تبرکات وماثر متوارثہ میں کوئی تبرک صحیح ترین وبہترین علم حدیث سے نہیں کیونکہ حدیث بغیر کسی تصرف وبے کم وکاست نبی کریم ﷺ کے انفاس قدسیہ ہیں اور یہ بھی واضح بات ہے کہ کوئی خدمت بعداز خدمت کتاب اللہ تعالیٰ موجب مرضاۃ وخوشنودی حضرت نبوت مانند خدمت حدیث کے نہیں ہوسکتی اس لئے علامہ عصر مولانا مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی جوکہ زمان حال کے مفسر ومحدث ومتکلم وفقیہ ہیں اسی خدمت بالخصوص کتاب مسلم شریف کی خدمت شرح کی طرف متوجہ ہوکر اہل علم خصوصاً مشتغلین فن حدیث اور قارئین مسلم شریف پر بڑا احسان کیا احقر کے علم میں کوئی شخص اس کتاب کی خدمت شرح کے لئے بہتر ان سے نہیں ہے انہوں نے حقِ خدمت ادا کیا اور کتاب مذکور کے معتد بہ حصہ کی ایسی شرح لکھی کہ اپنی خصوصیات میں احقر کے علم میں اس کی نظیر نہیں کہ سابقین میں بھی ایسی گرامی خدمت اس کتاب پر نہ کی ہوگی شرح مذکور امور ذیل پر مشتمل ہے۔

علامہ عثمانی کی شرح مسلم کی خصوصیات

(۱) توضیح احادیث مشکلہ جو کہ ذات وصفات الہیہ اور افعال ربانیہ یا دوسرے حقائق غامضہ جو افہام سے بالاتر ہیں کے باب میں وارد ہوئے ہیں۔

(۲) ہر مادہ وموضوع میں علماء کرام کے اقوال متفرقہ میں سے عمدہ اور منتخب قول نقل کرنا۔

(۳) مسائل غامضہ کی تفہیم کیلئے امثلہ ونظائر جوکہ اوفق اور بہتر اس سے نہ ہو کا ذکر کرنا

(۴) مذاہب ائمہ دین رحمہم اللہ اور ان کے اقوال کتب معتمد علیہا میں سے روایت کرنا۔

(۵) مسائل مختلف فیہا میں نہایت انصاف واحتیاط کیساتھ مذہب حنفیہ کی ترجیح وتائید کرنا۔

(۶) صوفیاء کرام وعرفاء عظام کے نکات واسرار جس باب میں منقول ہوں فتوحات شیخ اکبر، حجۃ اللہ البالغہ، احیاء العلوم ومواہب لدنیہ وغیرہ کتب تصوف میں سے تحریر کرنا۔

(۷) مغرب زدہ روشن دماغ جنہوں نے اپنا متاع ایمان اور استعداد بہ تقلید یورپ ضائع کردیا ہے کے شبہات دفع کرنا۔

(۸) فن حدیث کی کتب مختلفہ سے احادیث متعلقہ باب بقدر امکان ایک جگہ میں جمع کرنا۔

(۹) توفیق احادیث متعارضہ اور دفع تعارض میں حتی الامکان اپنی طاقت صرف کرنا۔

(۱۰) اقوال اور روایات کے نقول میں اصول کی طرف مراجعت کرنا، وغیرہ یا جوکہ مناسب اسی حدیث کے ہوں۔ انتہی

راقم الحروف کہتا ہے کہ آخری جملہ میں اشارہ ہے کہ خصوصیات شرح تو بکثرت ہیں لیکن بخوف تطویل چند امور مذکورہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ منجملہ ان کے مصنف کا مبسوط مقدمہ جس میں تقریباً ان تمام اصول فنِ حدیث پر کافی بحث کی گئی ہے، جواس فن میں کثرت سے دائر ہیں بعض اصول فقہ کی بہترین تحقیق جو استنباط مسائل واحکام میں بصیرت بخش ہیں مثلاً تحقیق مناط، تنقیح مناط، تخریج مناط، قیاس فقہی، منجملہ ان کے تحقیق ایمان شرعی جس پر مدار نجات اخروی ہے تحقیق توحید الوہیت براہین قاطعہ کے ساتھ، اثبات ملائکہ اور رسالت بطرز جدید، مسئلہ قدر وجبر پر تسلی بخش اور مدلل بحث، کسب وخلق میں فرق، اثبات معاد جسمانی اور اس کی کیفیات متنوعہ، اثبات معراج جسمانی،

تحقیق امکان رؤیت باری تعالیٰ اور اثبات وقوع رؤیت للمومنین فی الاخرۃ، کبائر وصغائر کی تحقیق اور ان کی فروق کی تفصیل، رواۃ کے تراجم میں ان کے ممتاز اور اہم احوال کا تذکرہ، غیر معروف اسماء کا ضبط، بقدر کفایت جرح وتعدیل، اسانید میں جہاں کہیں اشکال ہو اس کا دفع کرنا اپنے اساتذہ اور اکابر کے بعض تحقیقات جو زبانی نقل ہوتی چلی آ رہی تھیں یا غیر معروف کتاب میں مندرج تھیں یا دوسری زبان عربی کے علاوہ تھیں، مناسب ابواب ومسائل کو کتاب میں درج کیا گیا ہے تا بحدامکان مسائل پر بحث محض بطور جدال کے نہیں کی بلکہ ایسی تحقیق جس کو ذوق سلیم قبول کرتا ہو روایات مختلفہ میں تطبیق بذریعہ روایات کے کوشش کی گئی ہے اپنے مقدور کے موافق سعی کی گئی ہے کہ احادیث کا مضمون قرآن کریم سے ثابت کیا جائے اور آیات کا ماخذ بتایا جائے۔

(الحق: ج ۱۹، ش ۵، ص ۳۵، فروری ۱۹۸۴)

نماز کے آداب وخاصیت

ترک صلوٰۃ کے اسباب ونقصانات

الحمد اللّٰہ و کفٰی والصلوٰۃ سلامٌ علی عبادہ الذین اصطفٰی، أما بعد! بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم و قال اللّٰہ تعالٰی اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ ؕ بیشک نماز روکتی ہے بے حیائی اور بری بات سے“

نماز ہر حالت میں مطلوب

نماز ایک حقیقت شرعی ہے جو کہ ہر عاقل بالغ سے مرد ہو یا عورت ہر حالت میں مطلوب ہے چاہے حالت صحت ہو یا بیماری حالت حضر یا سفر، جنگ ہو یا امن سرکاری ملازم ہو یا قومی اور شخصی مزدور زراعت میں مصروف ہو یا تجارت وحرفت میں غرض یہ کہ جب تک انسان کے ہوش وحواس ٹھیک ہوں پنجگانہ نماز کی پابندی اس پر فرض عین ہے کسی حالت میں ساقط نہیں ہوسکتی البتہ ہر شخص پر اسکی حالت اور استطاعت کے موافق فرض ہے اس لئے حضر اور سفر کی نماز میں فرق ہے اور اس میں شک نہیں کہ نماز کی پابندی نمازی کو بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے لیکن واضح رہے کہ نماز چند مرتبہ اٹھنے بیٹھنے کا نام نہیں۔

نماز کی شرعی حقیقت

بلکہ یہ ایک شرعی حقیقت ہے جس کے اجزاء ترکیبی ہیں جن کو ارکان و فرائض کہا جاتا ہے اسی طرح شرائط صحت ہیں ان دونوں کے بغیر حقیقت نماز تو درکنار صورت نماز بھی متصور نہیں ہوسکتی ان ارکان اور شرائط میں سے ایک بھی چھوٹ جائے تو وہ نماز نہیں از سرنو پڑھنا پڑے گا اس کے علاوہ واجبات ،سنن اور آداب ہیں واجبات کے چوٹنے سے اعادہ یعنی دوبارہ پڑھنا واجب ہوتا ہے اور سنن کے ترک سے اعادہ سنت ہے مستحبات وآداب کے ترک سے اعادہ مستحب ہے۔

حضور ﷺ کا بدری صحابی کو اعادۂ نماز کا حکم:

خلاد بن رافعؓ ایک بدری صحابی ہیں ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھنے لگے حضور اقدس ﷺ اسوقت مسجد میں تشریف فرما تھے صحابی مذکور نماز سے فارغ ہو کر سلام کی غرض سے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور اقدس ﷺ نے سلام کا جواب دیکر فرمایا فارجع فصل فانك لم تصل (ترمذی : ح ۳۰۲) ’’واپس جا پھر نماز پڑھ کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی‘‘ اس طرح حضور ﷺ نے انہیں تین مرتبہ واپس کر کے از سرنو نماز پڑھنے کا حکم دیا ایک بدری صحابی کی شان سے یہ مستبعد ہے کہ اس نے شروط صحت یا ارکان صلوٰۃ یا واجبات صلوٰۃ ترک کئے ہونگے غالب ظن یہ ہے کہ اس نے بعض سنن میں کوتاہی کی ہو گی اس پر اسکو اعادہ صلوٰۃ کا حکم ہوا اس سے معلوم ہوا کہ نماز کی تکمیل بغیر سنن و مستحبات کی ادائیگی کے نہیں ہوسکتی۔

نماز کی صورت اور روح

شرائط صحت ،فرائض صلوٰۃ واجبات وسنن ومستحبات صلوٰۃ سے صورت صلوٰۃ کی تو تکمیل ہوسکتی ہے مگر نماز کے مقبول ہونے کی شروط ہیں یعنی استحضار قلب خشوع و

خضوع وانابت اظہار عبودیت اس طور کہ تکبیر تحریمہ سے لیکر سلام تک ہر ادا یعنی قراءت ، تکبیر، تسبیح ،تشہد، قیام ،قعود ،رکوع ،سجود حضور قلب سے ہو قلب غافل ولاھی سے نہ ہو ظاہری اور باطنی عجز و نیاز اور اظہار بندگی کے ساتھ ہو یہ حضور قلب اور ظاہری و باطنی انقیاد بمنزلہ روح صلوٰۃ کے ہیں اس کے بغیر حقیقت صلوٰۃ کی تکمیل نہیں ہوسکتی آیت مذکورہ بالا میں نہی عن الفحشاء والمنکر اسی حقیقت کی پابندی کے ساتھ ادائیگی پر مرتب ہے روح کے بغیر صورت کامل یا ناقص پر اثار ونتائج کا ترتب نہیں ہوسکتا اسکی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی گھوڑے کے نقش اور تصویر (جو کاغذ یا دیوار پر ہو) سے سواری یا بار برداری کی توقع رکھے جو کہ اس کے حقیقت کے احکام ہیں یا قالب بے جان سے جاندار کے آثار کا تقاضا کرے آیت بالا میں نماز کو فحشاء ومنکر سے روکنے کا ذریعہ بتایا گیا ہے اس کا مطلب کیا ہے؟ اس مختصر گذارش وتمہید کے بعد ذرا غور فرماویں کہ آجکل کے مسلمانوں کی نمازیں کیا اس معیار کے مطابق ہیں؟ وہ حقیقت صلوٰۃ جسکی ادائیگی پنجگانہ مطلوب ہے خارج میں اس کا وقوع ہے اگر ہو تو لامحالہ اس کے مواظبت سے ادائیگی پر یہ آثار مرتب ہوں گے اور اگر نہیں تو محض ناقص صورت سے آثار واحکام کی توقع فضول ہے۔

عصر حاضر کے مسلمانوں کی نماز کی صورت اور روح سے بے خبری

عصر حاضر میں اکثر مسلمان نماز کے نہ تو شرائط صحت سے واقف ہیں نہ شرائط مقبولیت سے نہ ارکان اور واجبات وسنن وغیرہ سے باخبر ہیں ایسی حالت میں ان کی نمازوں کی صورت اگر حقیقی نماز کی صورت کے ساتھ موافق ہو تو اتفاقی حادثہ ہوگا ورنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کسی شے کے اجزاء ترکیبی اور اجزاء تکمیلی وتحسینی اور ان کی ترتیب سے واقف نہ ہو پھر اس شے کی صحیح ترکیب وترتیب واقع کر سکے الاّ یہ کہ اتفاقاً ایسا ہو جائے آجکل کے مسلمان غیر تعلیم یافتہ تو درکنار اکثر سکولوں اور کالجوں کے تعلیم یافتہ جو

اسلامی تعلیم سے بے خبر ہوں بسم اللہ اور اعوذ باللہ اور کلمہ توحید اور شہادت کے صحیح تلفظ پر قادر نہیں تو اس کے صحیح معنی سے کیسے واقف ہوں۔

دوائیوں کی طرح نماز بھی مؤثر بالخاصۃ والشرائط ہے

دوسرا جواب یہ کہ نماز کی بے حیائی اور برائی سے روکنے کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ نماز میں اللہ تعالیٰ نے اس میں روکنے کی خاصیت رکھی ہے جیسے بعض ادویہ میں بعض امراض کے رفع کرنے کی خاصیت رکھی گئی ہے لیکن جس طرح کہ ادویہ ہر حال میں امراض کی دافع نہیں ہو سکتیں بلکہ ان کی تاثیر بعض امور کے ساتھ مشروط ہے کہ خاص ترکیب ہو، خاص طریق استعمال ہو خاص مقدار ہو ایک مدت مخصوص تک، مؤاظبت و دوام ہو درمیان میں فصل نہ ہو دوا کی تاثیر کے منافی اشیاء سے پرہیز ہو ان شروط کے تحقق اور موانع کے رفع کے بعد ادویہ امراض کے ازالہ میں موثر ہو سکتی ہیں اسی طرح نماز موثر بالخاصہ ہے جبکہ شروط تاثیر موجود ہوں اور موانع مرتفع ہوں۔

برائی سے روکنا نماز کا تقاضا اور مطالبہ ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ کا مطالبہ

دوسرے معنی یہ کہ نماز کی برائیوں سے روکنا بطریق تقاضا اور مطالبہ کے ہو یعنی نمازی جبکہ نماز میں خضوع اور خشوع کے ساتھ اقرار الوہیت اللہ تعالیٰ کرے اور اظہار خالقیت و ربوبیت اسکی کرے اور نہایت عجز و نیاز کے ساتھ اپنی بندگی اور اللہ تعالیٰ کی مالکیت اور معبودیت کا اعتراف کرے تو نماز کی یہ مخصوص ہیٔت اور اسکی ہر ادا اور ہر ذکر اس سے مطالبہ کرتی ہے زبان حال سے کہ اے غلامی اور بندگی کا دعوی کرنے والے اس مولیٰ کی جسکی ربوبیت خالقیت مالکیت اور عبودیت کا ابھی اقرار کر چکے تھے اسکی مخالفت سے باز رہ اور فواحش اور منکرات سے رک جا اور بدعہدی نہ کر اب کوئی باز آئے یا نہ آئے مگر نماز کے اس اقتضاء اور مطالبہ میں کوئی فرق نہیں آتا جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ

روکتا اور منع فرماتا ہے إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (النحل: ۹۰) پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے روکنے پر برائی سے نہیں رکتا تو نماز کے روکنے پر اسکا نہ رکنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ نماز سے غفلت کے اسباب مندرجہ سوال کے علاوہ حسب ذیل ہیں۔

نماز سے غفلت کے نو بڑے اسباب

(۱) جب تک کہ انسان اپنے آپکو کسی عمل کے متعلق ایک حاکم اعلیٰ (جو کہ عقاب دینے پر قادر ہو) کے سامنے جوابدہ نہ سمجھے تو اس سے غفلت برتتا ہے۔

(۲) جب تک کہ انسان کسی کام کو اپنی دنیوی یا اخروی زندگی کی کامیابی کیلئے ضروری نہ سمجھے۔ تو اس عمل کے کرنے کی پرواہ نہیں رکھتا۔

(۳) جب تک کہ انسان کسی عمل کے روحانی یا جسمانی فوائد شخصی انفرادی یا قومی، اجتماعی منافع، دنیوی یا اخروی مصالح سے ناواقف ہو تو ایسے عمل کے کرنے کا سوال اس کے نزدیک عبث ہے بلکہ بسا اوقات اس عمل کو کراہت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

(۴) جب تک کہ انسان کسی عمل کے ترک کے برے عواقب سے بے خبر ہو انفرادی اور اجتماعی نقصانات سے ناواقف ہو دنیوی اور اخروی عقاب سے جاہل ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کام کیطرف توجہ دے۔

(۵) جب انسان کی روحانیت پر بہیمیت، سبعیت، شیطنت، غالب ہو جائے تو انسانیت اور روحانیت مغلوب ہو کر اس کے تقاضے نا قابل اعتذار اور نا قابل فہم ہو جاتے ہیں نماز اور دیگر فرائض ایمانی تقاضے ہیں اور خود ایمان فطرت انسانی کا تقاضا ہے۔

(۶) بہت سے تارکین صلوٰۃ شیطان کے بہکانے سے اس امید پر ترک صلوٰۃ کے مرتکب ہیں کہ حضور ﷺ قیامت میں ان کے لئے شفاعت کر کے عقاب سے نجات پائیں گے شفاعتی لأهل الكبائر من أمتي (ابو داؤد:ح ۴۷۳۹)

(۷) اکثر عوام جو ترک صلوٰۃ اور دیگر کبائر میں مبتلا ہیں نفس نے انکو اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت اور ناپیدا کنار مغفرت کا سبز باغ دکھا کر دھوکہ دیا ہے کہ اس رحمت واسعہ اور مغفرت کاملہ کے سامنے تمہارے معصیات ہیچ ہیں اور یہ رحمت و مغفرت ضرور تمام مسلمانوں کو شامل حال ہوگی۔

(۸) کس نے سنا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ من قال لاإله إلا الله دخل الجنة (صحيح ابن حبان:ح ۱۶۹) لہٰذا کلمہ پڑھنے والا ضرور داخل جنت ہوگا، چاہے عمل کرے یا نہ کرے۔

(۹) اہم سبب دین کی حقیقت سے بے خبری اسلام کے فروع و اصول سے ناواقفی اسلامی تعلیمات سے بیزاری ہے عصر حاضر میں جہل یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ علوم دینیہ کے عالم کو تعلیم یافتہ نہیں کہا جاتا سکولوں اور کالجوں میں پڑھنا پڑھانا تحصیل علم اور تعلیم سمجھتے ہیں اور اس میں پڑھنے پڑھانے والوں کو تعلیم یافتہ کہتے ہیں حالانکہ شرعی اصطلاح میں قرآن کریم احادیث رسول ﷺ اور احکام دینیہ کے علوم کے علاوہ تمام فنون کو کسب، صنعت و حرفت اور فن کہا جاتا ہے فن انجینئری، فن ڈاکٹری، فن طب، فن زراعت وغیرہ ہاں لغت کے اعتبار سے علم کہنا صحیح ہے کیونکہ لغت میں علم بمعنی دانستن یا سیکھنے کے ہیں قال رسول الله صلى الله عليه و سلم العلم ثلاثة وما سوى ذلك فهو فضل آيةٌ محكمة أو سنة قائمة أو فريضة عادلةٌ (ابو داؤد: ح ۲۸۸۵) علم تین ہیں علم القرآن، علم سنت ثابتہ، علم الفرائض یا احکام اجتہادیہ۔

ترک صلوٰۃ میں چند بڑی خرابیاں

امور مذکور مافی السوال میں ترک صلوٰۃ کو کافی دخل ہے ان کے علاوہ ترک صلوٰۃ میں بہت سی خرابیاں ہیں جن کا بالتفصیل استقصاء مشکل ہے مختصراً چند خرابیاں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) روحانی خرابیاں صلوٰۃ در حقیقت ہیأت مخصوصہ میں اذکار خاصہ کا نام ہے یعنی اللہ کی حمد و ثناء تلاوت قرآن، تکبیرات، تسبیحات، تشہد، درود، مناجات خضوع و خشوع کے ساتھ اور روح انسانی چونکہ ملکی ہے اسکی غذا یہی ذکر ہے یہی اسکے استکمال اور ترقی اور حیات کا مدار ہے تارک الصلوٰۃ نے اپنی روح کو اپنی غذا سے محروم کر کے حیات جاودانی اور کمال انسانی سے بے بہرہ کر دیا۔

(۲) روح کو جو تقرب عند اللہ فرائض و نوافل سے حاصل ہو سکتا تھا اور اس پر جو عنایات اور الطاف ربانی مرتب ہو سکتے تھے ان سے محروم کر دیا۔

(۳) حدیث میں وارد ہے الصلوٰة نور المؤمن (الجامع الصغير: ح ۵۱۸۰) یعنی صلوٰۃ دنیا میں روح انسانی کیلئے مانند نور کے حق و صواب کیطرف راہنمائی کرتا ہے سبب کشف معارف الٰہیہ ہے قبر کی تاریکی کا ازالہ کر کے روح کیلئے باعث انشراح اور سرور ہے ظلمتِ قیامت میں سامان کشف و اشراق ہے تارک صلوٰۃ نے ان تمام انواع انوار سے اپنی روح کو روک کر دنیا اور برزخ اور قیامت کی تاریکیوں میں پریشان و نامراد رکھ دیا۔

(۴) حدیث سے ثابت ہے کہ صلوات خمسہ (پنجگانہ نماز) گناہوں اور خطاؤں سے پاک کرنے کیلئے ایسے ہیں، جیسے نہر کا پانی ازالہ نجاسات کے لئے بے نمازی نماز ترک کر کے گناہوں سے روحانی طہارت حاصل نہ کر سکا۔

جسمانی اور مادی نقصانات

(۱) اللہ تعالیٰ فرمایا ہے سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ چہروں کی نورانیت جونماز پڑھنے کا اثر ہے بے نماز کواثر سجود حاصل نہیں ہوتا۔

(۲) جسم کونجاسات اورا حداث سے پاک کرنا نمازی کیلئے استنجاء، وضوء، غسل کے ذریعہ ضروری ہے بے نمازی کو جبکہ نماز پڑھنے کی پروانہیں تو طہارت کا کیا خیال رکھے گا لہٰذااس کا جسم نجاسات کے تلوث سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

(۳) نمازی پنجگانہ نماز کیلئے پنج وقتہ وضوکرتا ہے جس سے اسکے اعضاء ظاہرہ پرمیل کچیل گردوغبار نہیں رہتا بے نمازی اس جسمانی صفائی سے بے بہرہ ہے۔

(۴) کسب اور کمائی میں برکت نہیں رہتی بلکہ وہ مال جونماز کیوقت میں نماز چھوڑ کر حاصل کیا گیا ہے مال خبیث ہے دوسرے پاک اموال میں اس کے ملانے سے خبث پیدا کردیتا ہے۔

پریشانی اور مشکلات میں نماز صبر وسکون کا ذریعہ

طبعی نشاط جسمانی چستی جو بدنی عبادت کی حرکات مختلفہ سے حاصل ہوتی ہے بے نمازی حق بندگی چھوڑ کر اس سے محظوظ نہ ہو سکا ہر ذہنی پریشانی کا روحانی علاج اشتغال بالصلوٰۃ ہے جیسا کہ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اور كان رسول الله صلى الله عليه و سلم اذا فزعه امر نزع الى الصلوٰة یعنی شاق اور مشکل امور میں صبرو صلوٰۃ سے مددلو رسول ﷺ کسی امر سے پریشان ہوجاتے جلدی سے نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے اس میں حکمت یہ ہے کہ نماز میں مشغول ہوکر ہرغم واندوہ سے بلکہ ماسوی اللہ سے توجہ ہٹ کرصرف معبود حقیقی ملحوظ ہوتا ہے اس طرح ہر پریشان کن فکر سے ذہن فارغ ہو جاتا ہے نیز مصلی اپنی نیاز مندانہ مناجات ثناء و دعا، تسبیح وتکبیر، قرأت وتہلیل، عاجزانہ رکوع وسجود کے ذریعہ معبود کریم کی رحمت اپنی طرف جذب کرلیتا ہے جس سے مشکل حل ہوکر پریشانی ختم ہوجاتی ہے یہ دولت صرف نمازی کو حاصل ہوسکتی ہے۔

قصداً ترک صلوٰۃ سے کفر ارتداد کا خطرہ

نماز کی برکت سے سب سے بڑھ کر ہلاکت خیز خرابی جو قصداً ترک نماز سے پیدا ہوتی ہے وہ یہ کہ بعض ائمہ کے نزدیک اگر یہ شخص توبہ نہ کرے تو حدود اسلام سے خارج ہوکر مرتد ہوا لہٰذا اس کی پاداش میں وہ ارتداداً قتل ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ پابندی سے نماز ادا کرو اور مشرکین میں نہ ہو اکرو اس کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ نماز قصداً نہ پڑھنا مشرکین میں شامل ہونا ہے نیز حدیث شریف میں وارد ہے بين العبد والكفر والشرك ترك الصلوٰة (مسلم:ح ٢٤٦) "بیشک بندہ اور کفر وشرک کے درمیان رابطہ ترک الصلوٰۃ ہے" یعنی بندہ اور کفر کے درمیان نماز مانع و حائل تھا جب نماز چھوڑ دی تو اب بندہ اور کفر وشرک کے درمیان کوئی حجاب نہ رہا نیز وارد ہے قال رسول اللهﷺ العهد الذى بيننا و بينهم الصلوٰة فمن تركها فقد كفر (ترمذی: ح ٢٨٠٩) "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہمارے اور ان کے (یعنی کفار) درمیان عہد نماز ہے تو جس نے نماز چھوڑی اس نے کفر کیا۔"

اس مضمون کے متعلق بہت سے احادیث وارد ہیں جس کی وجہ سے امام احمد صاحب نے قصداً تارک الصلوٰۃ کو کفر کی حدود میں داخل سمجھ کر مرتد کا حکم لگا دیا یعنی دوسرے ائمہ اگرچہ فوری طور پر اسکو کافر نہیں کہتے لیکن یہ ضرور کہتے ہیں کہ کفر کے قریب پہنچا اگر توبہ نہ کی، تو انجام کار ایمان کی حدود سے نکل جائے گا جیسا کہ کوئی شخص خشک، بیاباں میں سفر کرتا ہو اور اس کے پاس پینے کیلئے پانی ختم ہو جائے اس کے متعلق کہا جائے کہ فلاں ہلاک ہوا اگرچہ وہ بالفعل ہلاک نہیں لیکن اسباب ہلاکت چونکہ پیدا ہوئے ہیں تو آخرکار ہلاک ہوگا۔

(ایک سوال نامہ کا تحریری جواب)

الحق ج ۹ ش ۶۔۷، ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ، مئی ۱۹۷۴ء

مسلم حکمران اور ارباب اختیار کے حقوق وفرائض

روورل اکیڈمی پشاور میں زیرتربیت اعلیٰ افسران کی ایک جماعت حسب سابق دوچار روز بغرض تربیت دارالعلوم حقانیہ میں مقیم رہی اسی اثنا میں دارالعلوم کے مرحوم اور بزرگ استاد حضرت علامہ عبدالحلیم مردانی قدس سرہٗ نے بھی ایک دو لیکچر دئے پیش نظر خطاب اسی موقع کا ہے جس میں موقع کی مناسبت سے ارباب اختیار افراد کو ان کی نازک ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو صرف ایک علمی سرمایہ نہیں بلکہ مولانا مرحوم کا ایک پیش قیمت تبرک بھی ہے جسے شامل خطبات کیا جا رہا ہے۔ (س)

راعی کی دو ذمہ داریاں خیرخواہی اور ترک ظلم

مسلم حکمران کے فرائض اور ذمہ داریاں کیا ہیں، رعیت اور عامۃ الناس کے متعلق آپ حضرات کی خدمت میں دو احادیث پیش خدمت ہیں، حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ

مَامن عبد یسترعیه اللّٰه رعیة یموت یوم یموت وهوغاش لرعیۃ الاّ حرّم اللّٰه علیه الجنة

راعی دراصل چرواہے کو کہتے ہیں حاکم وقت قوم اور رعیت کا چرواہا ہوتا ہے

یعنی ان کا خادم اور ان کے مصالح کے لئے ہر وقت کوشاں رہتا ہے جیسا کہ ہر چرواہا بھیڑ بکیریوں کی ہر ممکن اصلاح کی کوشش کرتا ہے اگر وہ حاکم وقت ظالم ہو تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا کیونکہ ظالم حکمران پر جنت حرام ہے اس حدیث کا یہی مطلب اور یہی حاصل ہے، دوسری حدیث میں ارشاد ہے:

مامن امیر یلی أمرالمسلمین ثم لا یجهد لهم وینصح إلا لم یدخل معهم الجنه (مسلم:ح ۱٤۲)

”کوئی امیر جو ولایت عامہ پر سرفراز ہو اگر وہ رعیت کے لئے نصیحت کی بات اختیار نہ کرے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا“

اس حدیث سے مسلمان حکمران کی دو ذمہ داریاں معلوم ہوئیں ایک رعیت کے لئے نصیحت دوسری ترکِ ظلم، نصیحت خیرخواہی کو کہتے ہیں تو مسلم حکمرانوں کے ذمہ یہ لازم ہے کہ اپنی رعیت کی خیرخواہی کرے نصیحت بمعنی خلوص کے بھی آتا ہے جیسے توبۃ النصوح خالص توبہ جس میں دوبارہ گناہ کی طرف رجوع کرنے کا ارادہ نہ ہو۔

خیرخواہی کی قسمیں

خیرخواہی کی دو قسمیں ہیں دینی اور دنیاوی پھر دینی خیرخواہی کی تین صورتیں ہیں اپنی رعیت کے بالغ افراد تک احکام خداوندی پہنچانا، اسلام کی اشاعت کرنا، ان کے عقائد کی اصلاح کرنا، اعمال صالحہ اور اخلاقِ فاضلہ سکھانا، شعائر اسلام کی تعظیم کی تعلیم دینا، اور یہ دینی خیرخواہی، دنیاوی خیرخواہی پر مقدم ہے کیونکہ دنیا کی حیات طیبہ کا دین پر انحصار اور دارومدار ہے، بخلاف دنیوی مصالح کے کہ وہ صرف دنیا ہی کے لئے کام آتے ہیں احکام خداوندی سکھانے کے بعد اس کا دوسرا فریضہ یہ ہے کہ رعیت کو دین پر عمل کرنے پر آمادہ کرے بچے یہ نہیں سمجھتے کہ ان کے لئے خیر کس چیز میں ہیں اور شر کس

میں لیکن والدین ان کو خیر اور شر میں تمیز کرتے رہتے ہیں بچے تعلیم سے منحرف رہتے ہیں کیونکہ ان کو تعلیم کا نتیجہ معلوم نہیں ہے لیکن والدین ان کو تعلیم پر مجبور کرتے ہیں، اس طرح عوام میں بھی مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں امیر کا فرض ہے کہ ان کو دینی احکام پر عمل کرنے کی طرف آمادہ کرے۔

محتسب کا تقرر امیر کی ذمہ داری ہے

محتسب کا تقرر امیر کے فرائض میں سے ہے احکام خداوندی کی صورت میں امیر کا فرض ہے کہ جو تعزیرات اور عقوبات شریعت نے مقرر کی ہیں وہ ان کو نافذ کرے تیسرے صورت دین کی خیر خواہی کی ہے، اسلام پر اگر مخالفین حملہ آور ہو، یا ملحدین، دہری، مرزائی، مستشرقین اور اسلام دشمن عناصر جتنے بھی ہو حملہ آور ہو، ان کی مدافعت کرے جس طرح ہر حکومت اپنے قانون کی حفاظت کے لئے پولیس مقرر کرتی ہے اسی طرح مسلم حکمران کی ذمہ یہ فرض ہے کہ جو لوگ اسلام دشمن اور اسلام پر حملہ آور ہیں ان کی مدافعت کے لئے اہل لوگوں کو مقرر کرے عقائد، اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کا تحفظ امیر کا اولین فرض ہے۔

حکمران کی اہم دنیاوی ذمہ داریاں

امن عامہ: ہر شخص خواہ وہ امیر ہو یا غریب، اس کے مال وجائیداد کی حفاظت کرے چوری، ڈاکہ اور رہزنی سے اسے محفوظ رکھے ان کی جان کی قتل آب رُو ریزی اور ہر ناجائز تصرف سے ان کی اور ان کی اولاد کی حفاظت کرے، بچوں کے اغوا سے ان کی حفاظت کرے آپ لوگ اخباروں میں دیکھتے ہیں خاص کر ''نوائے وقت'' کی شکایات کے سلسلہ میں کوئی فریاد کرتا ہے کہ میری بیوی بچے اغوا کر لئے گئے ہیں، ضیاء الحق صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کی اولاد غیر شرعی تصرفات سے محفوظ رہے۔

فصل خصومات: یعنی عدل وانصاف کے محکموں کو قائم رکھنا، ان میں ایسے لوگوں کو یہ کام تفویض کرنا جو اس سے کے اہل ہوں، قانون شرعی سے پوری طرح واقف ہوں دیانت دار اور سیاست دان ہوں، ہر مستحق کو اپنا حق بغیر رشوت کے بغیر کسی تکلیف برداشت کرنے کے، بغیر مدتوں کی تگ ودو کرنے کے (جو آج کل ہو رہا ہے) پہنچائے۔

ظلم کی تعریف

ظلم عدل کی ضد اور مقابل ہے، عدل ہر مستحق کو حق دیتا ہے اس کو انصاف اور عدل کہا جاتا ہے ظلم اس کے خلاف ہے کسی مستحق سے اپنا حق چھیننا، اپنے حق سے محروم رکھنا یا دوسرے لفظوں میں بلاوجہ اضرار یعنی بغیر کسی جائز اور کسی شرعی وجہ سے ضرر پہنچانا چاہے جانی ہو، چاہے مالی ہو، چاہے آبرو ریزی ہو، اس کا نام ہے ظلم۔

حکومتی ظلم کے تین طریقے

حکومت کے ظلم کے تین طریقے ہیں، حکومت یعنی حکمران طبقہ براہ راست اپنی رعیت پر ظلم کرے، ان کے اموال کو ان سے غصب کریں، بغیر کسی شرعی وجوہ کے یا جائز وجوہ کے قتل جائز رکھے، خون خرابہ کرتے رہے بغیر کسی شرعی حجت کے لوگوں کو قتل کرتا رہے، بغیر کسی وجہ کے براہ راست رعیت کی آبرو ریزی اور عصمت دری کرے، یہ مسلمان حکمران کا رعیت پر براہ راست ظلم ہے، دوسری قسم ظلم کی یہ ہے، ظلم پیشہ فساق وفجّار، رہزنوں اور جرائم پیشہ لوگوں کو آزاد چھوڑیں، غریب عوام کے ساتھ جو چاہیں کریں، کسی کو قتل کر دیا، کسی کا مال چھین لیا، کسی کی چوری کر دی، ڈاکہ کر دیا، کسی کی بیٹی اغوا کر دی، کسی کا بیٹا اغوا کر دیا، کسی کی بیوی اغوا کر دی، کسی کے بال بچے اغوا کروا دیئے حکومت اس قسم کے لوگوں کو آزاد چھوڑ دے ان کو کوئی سزا نہ دے ان کو جرائم سے بند نہ کرے یہ دوسری قسم ہے ظلم کی۔

تیسری قسم ظلم بیت المال کا ہے قومی خزانے کا نام بیت المال ہے جس میں قوم کے روپے جمع ہوں ،صرف مصلحتِ قوم اور مصلحت ملک کے لئے ، اگر مسلم حکمران اس قومی خزانے کو ذاتی مفاد میں خرچ کرتے رہیں یہ ظلم ہے ،اس کا کوئی حق اس میں نہیں۔

عمر بن عبدالعزیزؒ کا قومی خزانے میں احتیاط

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ چراغ جلاتا تھا حکومت کے کاروبار کے لئے جب کوئی پرائیویٹ شخص کوئی بات پوچھنے آتا تو فوراً چراغ بجھا دیتا تھا اور یہ فرماتے تھا کہ یہ چراغ بیت المال کے مال سے جلتا ہے اس کو صرف قوم کے مصالح میں صرف کیا جائے گا تو قومی خزانے کو اپنے ذاتی مفاد میں خرچ کرنا اس کو اپنی ذاتی جائیداد سمجھ کر استعمال کرنا یہ ظلم ہے اس طرح فضول باتوں اور فضول کاموں میں صرف کرنا جیسا کہ موجودہ وقت میں ہاکی ، کرکٹ پر بے دریغ خزانے کا ضیاع ہو رہا ہے ، اب تو عجیب بات سننے میں آتی ہے کہ لڑکیوں کی بھی ہاکی ٹیم ہے اور میدانوں میں ہاکی کھیلتے ہیں، ثقافت کے نام پر کیا کچھ ہو رہا ہے؟ قوم وملک کو اس سے کیا فائدہ سوائے اس کے کہ اس سے فواحش کی اشاعت میں اضافہ ہو رہا ہے فضول محکموں میں یہ قومی خزانے صرف کرنا یعنی وہ محکمہ جات جس سے ملک کو کوئی فائدہ نہ ہو یہ تیسرا ظلم ہے۔

علم تین چیزوں کا نام

یہ ذمہ داریاں ہیں مسلم حکمران کی، اب آپ غور فرمادیں کہ موجودہ دور حکومت میں مسلم حکمران طبقے کو اپنی ذمہ داریوں کا کچھ احساس ہے یا نہیں سب سے پہلے ہم نے عرض کیا تھا کہ دینی خیر خواہی مسلمان حکمران پر رعیت کے لئے فرض ہے تو آیئے ! ہماری تعلیمی مراکز میں کیا ہو رہا ہے آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ شریعت کے اصطلاح میں علم کی تعریف کیا ہے اور ہماری محاورں میں علم کسے کہتے ہیں دین اور شرع کی اصطلاح میں علم

تین چیزوں کا نام ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے العلم ثلاثة و ماسوی ذلك فهو فضل آيةٌ محكمة أو سنة قائمة أو فريضة عادلة (ابوداؤد: ح ۲۸۸۵)

اصل علم قرآن و حدیث ہے

قرآنی ایاتوں کا علم اور عملی احکام کا علم اور انہی پر انسانی کمال کا دارومدار ہے نوع انسانی کا کمال صحیح عقائد شریفانہ اخلاق اور صالحانہ اعمال سے ہوتا ہے اور اسی پر حیات طیبہ کا دارومدار ہے ، پس علم درحقیقت ان مسائل کے جاننے کا نام ہے جن سے کمال انسانی عقل کامل،عقائد صحیحہ، اخلاق حسنہ اور شریفانہ اعمال پیدا ہوں شرعی اصطلاح میں اسی کا نام علم ہے اور لغت کے اعتبار سے علم بمعنی دانستن ، دانستن کا معنی ہے سیکھنا ، جو چیز بھی سیکھنے سے تعلق رکھتی ہو، صنعت وحرفت ، ڈاکٹری انجینئری وغیرہ سب کو ہمارے محاورہ میں دانستن کہتے ہیں لیکن شرع اور دین میں وہ علم جس میں تکمیل انسانیت اور جو مدار کمالِ انسان ہے وہ عبارت ہے قرآن و حدیث اور احکام شرعیہ کے سیکھنے اور جاننے سے تو یہ زباں دانی ،صنعت وحرفت ، انجینئرنگ وڈاکٹری وغیرہ یہ شرعی علوم نہیں بلکہ ان کو صنائع اور ہنر کہتے ہیں،شریعت کی نگاہ میں ان چیزوں کو ثانوی حیثیت حاصل ہے۔

شرعی اور غیر شرعی علوم میں فرق

لیکن ہماری تعلیمی مراکز میں ان چیزوں کو اولیت وفوقیت کا مقام دیا گیا ہے اگر کوئی شخص پرائمری پاس ہو تو اس کو تعلیم یافتہ کہا جاتا ہے اس کے برعکس کسی کو قرآن پاک بمع مفہوم ومعانی کے حفظ ہو اس کو عالم یا تعلیم یافتہ نہیں کہتے آج کل ہماری تعلیمی مراکز سے یہی آواز اٹھتی ہے کہ ’’اسلام مردہ باد‘‘ حکومت اس کی کیا مدافعت کرتی ہے کیا حکومت نے ان لوگوں کا مواخذہ کیا ہے ان کی گرفت کی ہے؟ انہی تعلیمی مراکز میں مخرب اخلاق باتوں کی تعلیم ہوتی ہے اخلاق سوز لٹریچر تقسیم ہوتا ہے جیسا کہ ہمیں معلوم

ہے، بس یا لاری میں دو کالج کے (سٹوڈنٹس) طالب علم سوار ہوتے ہیں تو ان کی مستی اور حرکات سے تمام مسافر پریشان ہوتے ہیں۔

قانون کی حفاظت کے لئے کیا کیا ذرائع ہیں، یہاں آپ دیکھتے ہیں شب وروز ظلم ہوتا ہے محکموں میں نا اہل لوگ مقرر ہیں قانون شرعی سے ان کو کوئی واقفیت نہیں سب صرف کمائی کے لئے وہاں بیٹھے ہوئے ہیں اپنی ذمہ داریوں کا انہیں کوئی احساس نہیں، ڈاکہ زن اور رشوت خور ہیں معمولی مقدمہ برسوں جاری رہتا ہے اسی طرح اغواء، چوری، اور قتل کے بے شمار وارداتیں ہیں، ثقافتی طائفوں، ہاکی اور کرکٹ اور کھیل پر تو بے دریغ روپیہ اور قومی خزانہ بہایا جارہا ہے اور جو لوگ اپنا حق الخدمت مانگتے ہیں ان پر لاٹھی چارج آنسو گیس استعمال کیا جاتا ہے یہ عدل ہے کیا یہ انصاف کا تقاضا ہے؟ کیا اسلام ہمیں یہی تعلیم دیتا ہے خدا کے ہاں گرفت ہوگی، اکبرالہ آبادی فرماتے ہیں......

اِک غل مچا ہوا ہے کہ مسلم ہے خستہ حال
پوچھے ذرا کوئی کہ مسلمان ہے کہاں

یہ ایک وسیع مضمون ہے، میں ذرا کمزور ہوں اس سے زیادہ تفصیل سے بات نہیں کرسکتا مسلم حکمران کی جو دینی او ردنیوی ذمہ داریاں ہیں وہ میں نے بیان کردئے کہ وہ اپنی رعیت کی دینی خیر خواہی، ترک ظلم یعنی انصاف اور نصیحت کے لئے کوشاں رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال بارگاہ ایزدی سے جواب

حضرت موسیٰؑ کا ایک واقعہ ہے اس نے بارگاہِ ایزدی میں التجا کی کہ بارالٰہا! یہ سب مخلوق نافرمان ہیں، آپ ان کو سزا کیوں نہیں دیتے، ہلاک کیوں نہیں کرتے؟ ارشاد ہوا کہ کمہار کے پاس جاؤ اور اس سے دو گھڑے خریدو اور پھر ان سے کہہ دو کہ میں ان دو گھڑوں کو آپ کے سامنے توڑتا ہوں تو وہ کیا جواب دے گا؟ جب وہ کمہار کے پاس گئے گھڑے خرید لئے، قیمت ادا کردی پھر اس کو کہا کہ میں ان کو توڑتا ہوں اس نے

کہا نہیں میرے سامنے اس کو نہ توڑو گھڑے چھوڑ دو اور اپنی قیمت واپس لے لو حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ یہ تو آپ نے اپنی قیمت کے لئے بنائے ہیں، کمہار نے کہا توڑنے کے لئے نہیں بنائے ہیں تو اگر ایک کمہار اپنے دو گھڑوں کے توڑنے پر خوش نہیں ہوتا تو میں اپنے مخلوق کی تباہی پر کیسے خوش ہوجاؤں؟

خلق خدا سے رحمت کا سلوک

حدیث شریف میں ہے کہ امراةً دخلت فی النّارِ فی هرةٍ ربطتها (مسلم : ح ۲۲۴۳) هرّہ بلی کو کہتے ہیں ایک عورت نے ایک بلی پکڑ کر باندھ دی چھوڑتی بھی نہ تھی کہ وہ اپنے لئے رزق تلاش کرے اور نہ خود اس کو کھلاتی پلاتی تھی نتیجتاً وہ مرگئی دخلت النار وہ بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگئی، یہ بھی مخلوق خدا ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے ؎

لایرحم اللّٰہ عزّوجل من لایرحم (ابد المفرد : ح ۷۱)

”جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں کرتا“

سلطان عادل کی شان

مسلم حکمران اللہ کی طرف سے خلیفہ ہوتا ہے السطان (العادل) ظل اللّٰہ فی الارض سلطان عادل یعنی وہ حکمران جو مستحق کو اپنا حق پہنچائے یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے من أکرمه أکرمه اللّٰہ من اهانه اهانه اللّٰہ (الجامع الصغیر: ح ۴۸۱۵) ”اس سلطان عادل کا جو اکرام کرے عزت کرے اللہ تعالیٰ اس کی عزت کرتا ہے اور جو اس کی توہین کرے، اہانت کرے اللہ تعالیٰ اس کی توہین کرتا ہے“ مگر ظالم سلطان کا یہ حکم ہے جو حدیثوں میں بیان ہوا ہے کہ اپنی رعیت کی خیر خواہی نصیحت اور وہ ان پر ترک ظلم نہ کرے وہ اللہ سے رحم کا امیدوار نہیں ہوسکتا۔

حضرت عثمانؓ کا احساس ذمہ داری

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں بیت المال کا ایک اونٹ باہر نکلا موسم گرما کے عین دوپہر میں اس کے پیچھے دوڑے جارہے تھے غلام نے کہا ”میں

حاضر ہوں'' آپ نے کہا'' آپ کی ضرورت نہیں، مجھ سے پوچھا جائے گا تم حاکم نہیں میں حاکم ہوں تم خلیفہ نہیں میں خلیفہ ہوں اور بیت المال کا نگران ہوں اللہ تعالیٰ کے سامنے میں جواب دہ ہوں گا مجھ سے پوچھا جائے گا ایک شخص جس کے ماتحت صرف چند نوکر یا اس کے اولاد ہوتے ہیں ان کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی اولاد کو کیا سکھایا ہے ان کی تربیت کس نہج پر کی ہے آج کل تو ہم اپنی اولاد کے لئے دنیوی عیش خوشی کا تمام اور ہر قسم کا سامان واسباب جمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان کو بہشتی زیور سے آراستہ نہیں کرتے ان کو بہشتی زیور نہیں پہناتے بہشتی زیور کے مسائل ان کو نہیں پڑھاتے جو کہ اخلاق صحیح عقائد واعمال کا خزینہ ہے اگر آئندہ کے لئے کانٹے بنیں تو آپ کے لئے کانٹے ہوں گے اور آپ کی گردان میں چھبیں گے اور اگر ان کے اعمال واخلاق نیک ہو تو تمہاری عزت اس سے زیادہ ہوگی اور قیامت کے دن آپ کے سر پر تاج ہوگی مثال کے طور پر ایک شخص کا لڑکا چوری کے کیس میں پکڑا گیا تو وہ جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے اور اس نے یہ جرم کیا ہے چاہیے کہ اس کو سزا دی جائے تا کہ وہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں مگر وہ اس بات کی ضرور کوشش کرتا ہے کہ اپنے بیٹے کو چھڑوا دے اسکی ضمانت کرے حوالات سے نکال دے تا کہ سزا یاب نہ ہو لیکن یہ کوشش نہیں کرتے کہ یہ تو دنیاوی چند روزہ سزا ہے اور آخرت کی سزا اس سے کئی گنا زیادہ ہے اگر یہ احکام خداوندی کی مخالفت کرے تو خدا اس کو اپنی گرفت میں لے گا اس کے مواخذہ سے خلاصی کی کوئی صورت ممکن نہیں بہر حال دعا فرما وے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کو فرما دے ہم سے دین کی خدمت لے ہمارے حکمرانوں کو ہدایت فرما دے کہ وہ لوگوں کو صحیح راستے پر چلا دیں ان کو ظلم وستم سے محفوظ رکھیں۔

اللھم احسن عاقبتنا فی الا مور کلھا

ضبط وترتیب: مولانا انیس الرحمٰن حقانی بنوی

الحق ج ۱۸، ش ۷، ص ۲۹ اپریل ۱۹۸۳ء

اہمیت جہاد

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ کا ایک دلچسپ وغریب واقعہ

یہ دلچسپ اور عبرت انگیز واقعہ اکثر دوران درس یا وعظ سنایا کرتے تھے اس سے علامہ سیالکوٹیؒ کی ذکاوت وذہانت اور علمی استعداد کے علاوہ اہمیت جہاد پر بھی روشنی پڑتی ہے (فانی)

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کی علمی قد وقامت:

علامہ عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی (۱) ایک بہت بڑے عالم فاضل اور نادرہ روزگار شخصیت

---

(۱) علامہ عبدالحکیم ابن شمس الدین کی تاریخ ولادت کے بارے میں عہد عالمگیری کے مورخ بختاور خان نے ان کا سالِ ولادت ۹۸۸ھ بتایا ہے' آپ نے اپنے وقت کے جید عالم اور صوفی مولانا کمال الدین کشمیری سے اکتساب علم کیا آپ کے درس میں اسی وقت کے تین عظیم سپوت نواب سعداللہ خان' شیخ احمد سرہندی (مجدد الف ثانی) اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی یکجا پڑھتے اکبر کے معاصر تذکروں میں ان کا کوئی ذکر نہیں ملتا غالباً ان دنوں مولانا کا شہرہ زیادہ نہیں تھا اور وہ لاہور میں مصروف درس وتدریس تھے ملا حمداللہ سندیلویؒ نے آپ کے قول کو قال الفاضل اللاھوری کے الفاظ سے نقل کیا ہے جہانگیر کے زمانہ میں شاہی دربار میں نظر آئے اور انہوں نے آپ کو جاگیر عطا کی' جس سے آپ کا شمار اہل حشمت میں ہونے لگا' شاہجہان برسراقتدار آیا تو انہیں اکبرآباد کے مدرسہ میں مدرس اعلیٰ مقرر کیا گیا' مسند تدریس سے علامہ سیالکوٹی دربار تک پہنچے' شاہجہان ان کی بڑی قدر ومنزلت کرتا تھا اور ان کو ملک العلماء کا خطاب دیا اور دو بار چاندی سے تلوا کر ان کے وزن کے برابر چھ چھ ہزار نقد عطا کئے علامہ ہی کے مشورہ سے شاہجہان نے بعض غیر شرعی رسوم کا خاتمہ کیا تھا' آپ کا انتقال ۱۶ ربیع الاول ۱۰۶۷ھ کو ہوا اور سیالکوٹ ہی میں دفن کئے گئے حضرت مجدد الف ثانیؒ نے آپ کو آفتاب پنجاب کا لقب دیا تھا اکثر درس نظامی کی مغلق کتابوں پہ آپ کے حواشی اور شروح موجود ہیں جو کہ علمی دنیا سے خراج تحسین پا چکی ہیں (ملخصاً' از تذکرہ مصنفین درس نظامی ص ۱۳۸)

تھے مغل شہنشاہ جہانگیر اور بعد ازاں شاہجہان کے دربار میں آپ کا غیر معمولی مقام تھا‘ بادشاہِ وقت آپ کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور اکثر مسائل میں آپ ہی کی طرف رجوع کرتا ظاہر بات ہے‘ یہ بات دیگر اراکین و عمائدین سلطنت پر ناگوار گزرتی کہ بادشاہ وقت ہماری طرف اتنی توجہ نہیں دیتے جس کی وجہ سے دربار سے وابستہ تمام اساطین دولت آپ کے ساتھ حسد کرنے لگے اور بادشاہ کی نظروں میں آپ کا مقام گرانے اور وقعت کم کرنے کے لئے روز نت نئی تدبیریں تلاش کرتے تھے لیکن ہر بارا ن کو ناکامی اور رسوائی کا منہ دیکھنا پڑتا۔

علامہ سیالکوٹیؒ کو نیچا دکھانے کی ایک سازش

ایک دفعہ دربار شاہی میں ایک خصوصی تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں بادشاہ سمیت تمام اراکین سلطنت وزراء مملکت اعیان دولت، مختلف صوبوں اور علاقوں کے امرا و عمائدین کے علاوہ دیگر عمائدین بھی مدعو تھے‘ اس موقع پر ان عمائدین نے یہ ترکیب سوجھی کہ بادشاہ سے ہم عرض کرینگے کہ جناب عالی! یہ تو بہت اچھا موقع ہے علامہ صاحب سے تو ہم نے کافی استفادہ کیا اور آپ کا وجود ہمارے لئے خوش بختی کی علامت ہے لیکن ہم چاہتے ہیں کہ اس پرشکوہ تقریب میں علامہ صاحب کے والد گرامی بھی شرکت گوارا فرمادیں تو نہ صرف ہم انکے دیدار سے مشرف ہونگے بلکہ علم کے اس بحر ذخار سے بھی ہم کچھ فیض حاصل کریں گے اسلئے کہ جب انکا بیٹا ایک نابغہ روزگار اور یکتائے زمن عالم ہے تو اس کے والد کی کیا شان ہوگی؟ اور اس کی شرکت پر اصرار کیا بادشاہ وقت بھی ان لوگوں کی باتوں میں آ گیا اور اس نے علامہ صاحب سے کہا کہ آپ نے ان عمائدین کے اشتیاق کا اندازہ کیا اس تقریب میں آپ اپنے والد کو بھی ساتھ لائیں۔

علامہ سیالکوٹی کی حاضر دماغی اور حساسیت

علامہ صاحب اس بات کی تہہ تک پہنچ گئے اور ان کی شرارت اور خفیہ ارادے کو تاڑ

گئے پہلے تو حیران ہوئے کہ یہ لوگ کس طرح آج میری تعریف میں رطب اللسان ہیں اور میرے والد کی شرکت کے لئے بادشاہ کو سفارش کررہے ہیں، لیکن جلد ہی آپ پر یہ بات منکشف ہوگئی کہ یہ تو ان تمام عمائدین، امراء، اراکین، وزراء اور دیگر عمائدین بلکہ شہنشاہ کی نظر میں میری وقعت کو کم کرنا اور میری تذلیل کا ایک شیطانی حربہ ہے، کیونکہ ان لوگوں کو معلوم تھا کہ میرے والد صاحب عالم نہیں بلکہ ایک عام زراعت پیشہ آدمی ہے ان لوگوں کا مطلب یہ تھا کہ جب بادشاہ وقت اس کے ’’جاہل‘‘ باپ کو دیکھے گا تو خود بادشاہ وقت کی نظروں میں علامہ صاحب کی وقعت وقدر و منزلت کم ہو جائے گی پس جب بادشاہ نے آپ سے کہا کہ اپنے والد کو بھی اپنے ساتھ اس تقریب میں لائیں تو وہ بہت خوش ہوئے اور اپنی کامیابی پر ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔

والد محترم کو انداز تقریر کی تربیت

بہرحال تقریب سے ایک دن پہلے علامہ صاحب نے اپنے والد سے کہا کہ کل تم میرے ساتھ شاہی دربار میں جاؤ گے، والد صاحب نے حیرانگی کے عالم میں پوچھا کہ بچے میں شاہی دربار میں کیا کرونگا؟ میرا اس سے کیا واسطہ؟ میں نے تو آج تک نہ بادشاہ دیکھا ہے اور نہ اس کا محل اور نہ میں کوئی عالم اور فاضل ہوں علامہ نے کہا کہ بس شاہی فرمان ہے‘ چنانچہ وہ آمادہ ہوا علامہ صاحب نے والد صاحب کو کہا کہ کل آپ سے یہ لوگ تقریر اور وعظ کا مطالبہ کریں گے تو آپ سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھیں اس کے بعد آپ صرف اتنا کہیں کہ اسلام کے پانچ بناء ہیں‘ علامہ صاحب تمام رات اپنے والد کو یہ دو باتیں دہراتے رہے۔

تقریب میں شرکت کی تیاری

صبح تقریب میں شرکت کرنے سے پہلے علامہ کے والد صاحب نے نئے کپڑے پہن لئے اور اپنے سعادت مند بیٹے کے ساتھ دربار شاہی میں حاضر ہوئے

جب آپ دونوں دربار میں آئے تو بادشاہ وقت سمیت تمام شرکاء وعمائدین نے ان کا استقبال کیا چونکہ علامہ صاحب کے والد انتہائی ضعیف اور عمر رسیدہ تھے' اس لئے علامہ کے سہارے اپنی نشست پر بیٹھ گئے جب تقریب کا باقاعدہ آغاز ہوا تو بادشاہ کے حکم سے یہ اعلان ہوا کہ آج ہماری بہت بڑی خوش قسمتی ہے کہ علامہ صاحب کے عظیم والد اور علامہ کی طرح عظیم الشان نابغہ روزگار فاضل اس محفل میں موجود ہے' ہم ان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ وہ اپنے وقیع خیالات سے ہم حاضرین کو نوازیں۔

منبر خطابت پر جلوہ افروزی

چنانچہ علامہ صاحب اپنے والد صاحب کو سہارا دیتے ہوئے سٹیج پر لے آئے آپ کے والد پر رعشہ طاری تھا اور رعب و ہیبت کی وجہ سے آپ کی حالت دگرگوں تھی' کیونکہ اس نے اس سے پہلے یہ تماشا نہیں دیکھا تھا، نہ دربار، نہ شاہ نہ یہ جاہ وحشم نہ وزراء اور نہ یہ شاہی آداب، حاسدین جنہوں نے یہ منصوبہ بنایا تھا' وہ ایک دوسرے کو آنکھوں آنکھوں میں اشارے کرنے لگے کہ آج ہماری سازش کامیاب ہوئی ہے بمشکل تمام علامہ صاحب کے والد نے زبان کھولی اور کہا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پھر کچھ توقف کے بعد کہا کہ اسلام کے چھ بناء ہیں جب آپ نے یہ کہا تو تمام مجلس پر سکتہ طاری ہوگیا اور مکمل خاموشی چھائی رہی۔

والد محترم کی اجمال کی تفصیل علامہ سیالکوٹی کی زبانی

اتنے میں علامہ صاحب کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں شاہ وقت سے التماس کرتا ہوں کہ میرے والد صاحب کو اور باتوں کی زحمت نہ دی جائے' اس لئے کہ ان کا ضعف آپ بچشم خود مشاہدہ کررہے ہیں' ان کی اس بات کی تشریح میں کروں گا چونکہ بادشاہ نے آپ کی بات مان لی اس لئے اس پر وہ تمام حاسدین بہت سیخ پا ہوئے کہ ہمارا بنابنایا کھیل بگڑ گیا جب بادشاہ نے آپ کو اجازت دی تو علامہ صاحب اپنی قوت

برہانی سے غلط بات کو بھی دلائل وبراہین سے ثابت کرسکتے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا جب علامہ صاحب تشریح کے لئے کھڑے ہوئے تو سب سے پہلے آپ نے اپنے والد صاحب کی تعریفیں شروع کیں کافی دیر تک ان کے مناقب بیان کرتا رہا۔

اسلام کے چھ ارکان اور اسکی وضاحت

اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ میرے والد صاحب نے جب آپ لوگوں کے سامنے یہ بات کی کہ اسلام کے چھ ارکان ہیں تو بظاہر آپ کو یہ بات غلط معلوم ہوئی ہوگی اور یہ صحیح بھی ہے اس لئے کہ ہم تو بچپن سے سنتے چلے آرہے ہیں کہ اسلام کے پانچ ارکان ہیں اور میرے والد صاحب نے کہا کہ چھ بناء ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تو جناب شاہ دولت وعمائدین سلطنت! آپ جیسے چیدہ اور منتخب حضرات کے سامنے جبکہ آپ لوگ ملک کے منتخب دماغ ہیں' یہ بات کہنا کہ اسلام کے پانچ ارکان ہیں یہ آپ لوگوں کی توہین ہے یہ باتیں تو لوگ اپنے چھوٹے بچوں کو سکھاتے ہیں اللہ تعالیٰ میرے والد صاحب کا بھلا کرے انہیں عمر نوح عطا فرمائے کہ انہوں نے ہمارا خیال ہمارا دماغ ایک ایسے اہم نکتے اور موضوع کی طرف پھیر دیا کہ جس کا تصور بھی کبھی ہم نے نہیں کیا کہ اس کی اہمیت ارکان سے بڑھ کر ہے' ویسے تو ہم نے تمام کتابوں میں پڑھا ہے سنا ہے کہ اسلام کے پانچ بناء اور ارکان ہیں۔

اسلام کا چھٹا رکن (جہاد) اور اس کی اہمیت

لیکن میرے عظیم والد نے آج ہمیں ایک اور نکتہ سے روشناس کرایا کہ ایک اور چیز بھی ہے' اگرچہ بظاہر اس کا شمار ان پانچ ارکان میں نہیں لیکن وہ ان پانچ ارکان کے لئے اصل ہے یعنی وہ بناء الانبیاء ہے اور اگر یہ بناء نہ ہوتی تو یہ پانچ ارکان بھی نہ

ہوتے الغرض علامہ صاحب نے اپنی خداداد ذہانت اور زور بیان سے اسی بناء کی وضاحت شروع کی تو حاضرین پر ایک وجدانی کیفیت طاری تھی مجمع بالکل خاموش اور ساکت رہا اور ہر شخص اس تجسس میں تھا کہ یہ بناء کون سی ہے کہ علامہ صاحب نے اس کی اہمیت اور وضاحت پر کافی وقت صرف کیا' چنانچہ آپ نے اس کی خوب تشریح فرمائی تو فرمایا کہ یہ چھٹا رکن جو اگرچہ ارکان اسلام میں شامل نہیں لیکن درِحقیقت ان پانچ ارکان کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اور وہ ہے جہاد کیونکہ پہلے جہاد کے ذریعہ کسی علاقہ کو فتح کیا جائے گا بعد ازاں ان کو اسلام پیش کیا جائے گا' اور پھر ان پانچ بناء پر عمل ہوگا الغرض علامہ صاحب نے محفل لوٹ لی اور تمام حاضرین مجلس علامہ صاحب کے والد کی علمیت اور فضیلت کے قائل ہوئے بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے آپ کو خلعت فاخرہ سے نوازا اور اس کی نظر میں علامہ صاحب کی وقعت و منزلت اور بڑھ گئی......

عرفی تو میندیش زغوغائے رقیباں
آوازِ سگاں کم نکند رزق گدارا

خطبات

شیخ الحدیث حضرت

مولانا مفتی محمد فرید صاحبؒ

حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحبؒ

تعارف

شیخ وقت مولانا محمد فرید صاحب دارالعلوم کے شیخ الحدیث اور مفتی اعظم کے عہدوں پر فائز رہے یکم رمضان ۱۳۸۶ھ میں تقرری کے بعد معقولات و منقولات کی تدریس کرتے کرتے شیخ الحدیثؒ کی زندگی میں آپ علالت کے وجہ سے ابو داؤد شریف اور بخاری شریف جیسی اعلیٰ کتابوں کا درس دیا ۲۶ جمادی اولی ۱۴۱۷ھ میں جامع مسجد حقانیہ نماز فجر کی حالت میں فالج نے آگھیرا اور اپنے گھر زروبی میں صاحب فراش ہو گئے زروبی کے ایک عظیم علمی خاندان کے چشم و چراغ تھیں علوم ظاہر کے ساتھ ساتھ اپنے مرشد مولانا عبدالمالک صدیقی (خانیوال) کے روحانی سلسلہ تصوف و سلوک کو بھی بڑھاتے رہے............ ع در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق

بیعت وارشاد کا فیض بڑا عام ہوا دارالعلوم میں لکھے گئے فتاویٰ کا ایک بڑا مجموعہ فتاویٰ فریدیہ کے نام سے شائع کیا جس کا ایک بڑا حصہ فتاویٰ حقانیہ میں بھی شامل ہے انکے فرزند مولانا رشید احمد جو دارالعلوم میں درس و افتاء کی خدمات انجام دیتے رہے جوانی میں وفات پاگئے ، دوسرے فرزند مولانا حسین احمد حقانی مفتی صاحب کا قائم کردہ مدرسہ دارالعلوم صدیقیہ چلا رہے ہیں...... (س)

علمِ حدیث کی فضلیت اور برکات

دارالعلوم کے تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب ۲۳ شوال میں دارالعلوم کے شیخ الحدیث مولانا مفتی فرید مدظلہ نے ترمذی شریف کا درس دیا اور دارالعلوم کے مہتمم حضرت سمیع الحق مدظلہ، نے مفصل خطاب فرمایا ذیل میں حضرت مفتی صاحب کا درس شامل کیا جارہا ہے۔

الحمد اللّٰه و کفٰی و سلامٌ علی عباده الذین اصطفٰی ، اما بعد!

علم حدیث کی مزایا

پس مناسب ہے کہ طلبہ علم حدیث کے لئے علمِ حدیث کے کچھ مزایا پیش کئے جائیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ان رجالا یاتونکم من أقطار الأرضین یتفقهون فی الدّین فاذا أتوکم فأستوصوا بهم خیرًا (ترمذی : ح ٢٦٥٠)

"یعنی زمین کے اطراف اور طبقات سے لوگ علم دین حاصل کرنے کے لئے تمہارے (اہل مدینہ کے) پاس آئیں گے پس اُن کے متعلق میری یہ وصیت قبول کرو کہ تم اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے"

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنن دارمی (بکسر الراء) مروی ہے

كان أبو درداء إذا رأى طلبة العلم قال مرحبا بطلبة العلم

وكان يقول إن رسول الله ﷺ أوصى بكم (دارمی: ص ١٦٦)

"یعنی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب علم دین کے طلبہ کو دیکھتے تو ان کو مرحبا کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے متعلق وصیت فرمائی ہے"

طلبۂ دین کو مرحبا

پس اساتذہ اور مہتممین اور عملہ اور قدیم طلبہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان طلبۂ دین کو مرحبا مرحبا کہیں اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں، ان کی حوصلہ افزائی کریں، ان کی دلجوئی کریں کہ یہی مسنون طریقہ ہے ہمارے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کو طلبہ کی جائے سکونت کی کمی کا احساس ہے، ان کو اس پریشانی کی وجہ سے نیند نہیں آتی ہے حدیث کے بہت سے مزایا اور فضائل ہیں میں صرف دس مزایا ذکر کرنے پر اکتفا کرتا ہوں اور اختصار سے عرض کروں گا۔

اصول اربعہ میں اصل ثانی

حدیث دین کے چار اصولوں میں سے ایک اصل اور دلیل ہے دین کے چار اصول ہیں

(۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماع (۴) قیاس اور اعتبار

قرآن مجید نے ان چاروں اصولوں کی طرف راہنمائی کی ہے، پس جو شخص ان اصولوں میں سے کسی ایک اصل کا انکار کردے تو وہ قرآن کا انکاری ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (المائدہ: ٤٨)

ع آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

اور فرماتے ہیں مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ اور فرماتے ہیں وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا (النساء: ١١٥) اور فرماتے ہیں فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِى الْاَبْصَارِ (الحشر: ٢) ان آیات مقدسہ میں ان ہی اصول اربعہ کی طرف راہنمائی کی گئی ہے بہرحال حدیث دین کے اصول میں سے ہے اور جو ملحد اور زندیق اپنے الحاد اور زندقہ کی اشاعت کرنا چاہیے تو وہ اوّلاً حدیث کا انکار کرتا ہے تاکہ اُس کو اسکی اشاعت میں آسانی ہو۔

حدیث قرآن کی شرح

حدیث قرآن کریم کی شارح ہے قال اللہ تعالیٰ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ قرآن مجید میں نہ صرف فرائض کے اوقات کا واضح طور سے ذکر ہے نہ تعدادِ رکعات کا ذکر موجود ہے یہ شرح اور وضاحت حدیث میں مروی ہے تو بہرحال قرآن کی وہ وضاحت اور شرح مقبول ہوگی جو کہ حدیث میں مروی ہو مثلاً خاتم النبیین سے یہ مراد ہوگا کہ خشتِ آخر کے بعد نبوت کا محل مکمل ہوا نہ کسی بروزی نبی کے لئے جگہ باقی رہی اور نہ ظلی کے لئے، اس کے بعد کسی کو منصب نبوت پر فائز نہیں کیا جائے گا۔

حدیث قرآن کی صیانت اور حفاظت ہے

حدیث قرآن کی صیانت اور حفاظت کرتی ہے قرآن مجید میں تحریف لفظی کی جرأت کوئی نہ کرسکا البتہ تحریفِ معنوی کی بہت سے زنادقہ نے کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے، اہل علم نے حدیث کی برکت سے ان کو کامیاب نہ ہونے دیا۔

حدیث وجہ وراثت نبوت

حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کا سبب ہے قال رسول اللہ صلی

اللّٰه عليه وسلم العلماء هم ورثة الأنبياء (ابوداؤد:ح ٣٦٤١) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد علماء ہی آپ کے وارث اور جانشین بنے اور دین کی حفاظت اور اشاعت میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور ہر دور میں اسلام او رانسان کے ہر دشمن کا مقابلہ کیا ، بے سروسامانی اور اہل دنیا کو ظاہری احتیاج کے باوجود مداہنت میں مبتلا نہ ہوئے ۔

حدیث وجہ نضارت

حدیث نضارت وجوہ(چہروں کی تازگی) کا سبب ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے ہیں نضراللّٰه عبداً سمع مقالتی فوعاها ثم بلغها عنی(ترمذی: ح ٢٦٥٨) اسی دعاء نبوی ﷺ کی وجہ سے محدثین حضرات کے چہرے تروتازہ ہوتے ہیں علم منطق وغیرہ آلی علوم بہت کام کے علوم ہیں حدیث إنماالأعمال بالنیات کی بناء پر ان کا پڑھنا اور پڑھانا موجب ثواب ہے لیکن نضارت وجوہ کی دعاء نبوی ﷺ ان کے حق میں مروی نہیں ہے یہ صرف علمِ حدیث کی خصوصیت ہے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس العزیز فرمایا کرتے تھے کہ اس حدیث شریف میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ محدثین مطمئین رہیں گے اوران کو باعزت ذریعہ معاش حاصل رہے گا۔

حدیث سبب خلافت نبوت

حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا سبب ہے، جیسا کہ طبرانی میں مروی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اللهم ارحم خلفائی: ثلاثاً قیل یا رسول اللّٰه من خلفاؤك ؟ قال الذین یأتون من بعدی فیروون أحادیثی وسنتی ویعلمونها الناس من بعدی (الجامع الصغیر:ح ١٥٤٤)

"یا اللہ! میرے خلفاء پر رحم فرما، عرض کیا گیا آپ کے خلفاء کون ہیں؟ فرمایا

میرے خلفاء وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور میری احادیث اور سنتوں کی روایت کریں گے اورلوگوں کو حدیث سکھائیں گے"

حدیث سبب کثرت درود

علمِ حدیث کثرتِ درودوسلام کا سبب ہے او رقیامت کے دن پیغمبر ﷺ کے قرب کا ذریعہ ہے:

عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ إن أولی الناس بی یوم القیمة اکثرهم علی صلاة (ترمذی: ح ٤٨٤)

"قیامت کے روز سب سے زیادہ میرے قریب وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھتے ہیں"۔

حدیث مجالس رسول ﷺ کا مذاکرہ

حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک مجالس کی یاد دلاتی ہے، بعض اوقات درسِ حدیث کے دوران قلب پر غیر ارادی طور سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالسِ مبارک کا ایک جلوہ نازل ہوتا ہے جیسا کہ گرمی کے موسم میں دریا کے کنارے پر بیٹھے ہوئے لوگوں پر سرد ہوا کا جھونکا قلب وروح میں سرور کا باعث ہوتا ہے۔

حدیث تمام علوم سے افضل

علمِ حدیث تمام علوم سے افضل ہے حتی کہ علم تفسیر سے بھی افضل ہے کیونکہ ماسوائے فقہ، تفسیر، حدیث کے دیگر علوم آلیات ہیں مقصود نہیں ہیں، اور فقہ اور تفسیر کی عبارات غالباً علماء کے اقوال ہوتے ہیں اورحدیث کی عبارت اقوالِ رسول اور افعالِ رسول ہوتے ہیں۔

حدیث باعث رواداری

علمِ حدیث سے انسان میں رواداری اورانصاف پیداہوتاہے کیونکہ علمِ حدیث پڑھنے والے کو یہ معلوم ہوجاتاہے کہ ہر مجتہد کے مذہب کی بناء قرآن اورحدیث پر ہے بعض احادیث کا ظاہر ہمارے لئے مؤید ہوتاہے اوربعض میں ہم تاویل کےمحتاج ہوتے ہیں،اوربعض احادیث کا ظاہر مخالفین کے لئے مؤید ہوتاہے اوربعض میں وہ تاویل کے محتاج ہوتے ہیں۔

اصل اہل حدیث ،فقہاء احناف اور مقلدین ہیں

ہمارے علم میں چاروں آئمہ کے مقلدین میں یہ شیوہ باقی ہے ، البتہ موجودہ دور کے بعض متعصب اورتشدد پسند اہل حدیث انتشار پھیلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رفع الیدین کی حدیث بخاری شریف میں ہے جو کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے اورمخالف کے پاس ابوداؤ شریف کی حدیث ہے۔

تومختصر طور سے عرض ہے کہ آپ اہل حدیث ہیں یااہل بخاری ؟ تمہارے کلام سے تو معلوم ہوتاہے کہ آپ اہلِ بخاری ہیں اہل حدیث نہیں ہیں الحمدللہ اہل حدیث ہم ہیں کہ ہر حدیث پرقواعد کے موافق عمل کرتے ہیں نیز یہ ہم مانتے ہیں کہ اصح الکتب بعد کتابُ اللہ صحیح بخاری ہے،لیکن آپ سے یہ پوچھتے ہیں کہ یہ تو شرالقرون کے مشائخ کا مقولہ ہے نہ قال اللہ ہے نہ قال الرسول ہے نہ خیرالقرون سے مروی ہے،تو آپ کے لئے اس پرتمسک زیبانہیں ہے اس پرتمسک مقلدین کے لئے زیبا ہے نیز اصح الکتب ہونے سے یہ لازم آتاہے کہ تعارض کے وقت یہ حدیث مرجوح نہیں ہوتی ہے البتہ منسوخ ہوسکتی ہے،جیسا کہ قرآن کریم تمام کتب سے اصح اوراثبت ہے،تو کسی آیت کو مرجوح نہیں کہاجاسکتاہے منسوخ ہوسکتاہے ہمارے پاس رفع الیدین کےمنسوخ ہونے کے قرائن اورشواہد موجود ہیں۔

اکابر کا درس جامع مانع ہونے کیلئے مولاناسمیع الحق کی مثال

بہرحال ہمارے اکابرکا درس حدیث جامع مانع ہوتاہے اس میں ہر قسم کے مسائل زیرِ بحث لائے جاتے ہیں اور سیاست بھی اور دیگر امور بھی اس سلسلہ کیلئے مثال کے طور پر، ہمارے محترم (جناب مولانا سمیع الحق مدظلہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ) کا ذکر کریں گے ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم احادیث ذوق وشوق سے پڑھیں اور اتباع سنت کیا کریں کویت وغیرہ کے ریال اور درہم سے بچیں لیکن اتباعِ سنت کا یہ مطلب نہیں کہ ہم مجتہد بنیں یا اہل حدیث بنیں یہ فقہ،قرآن وحدیث اورآثار کا خلاصہ ہے اورعلم ومعرفت اوراحکام واستنباطِ مسائل کی پکی پکائی روٹی ہے۔

الحق:ج ۲۶،ش ۱۰ص ۳۳،جولائی ۱۹۹۱ء

حقوق اللہ اور حقوق العباد

قال اللّٰه تعالىٰ: إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ وقوله عليه السلام:

الدين النصيحة (ابی داؤد: ح ٤٩٤٤)

صحیح مسلمان کون ہے؟

محترم حضرات! اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین اسلام سے نوازا ہے اور حکم دیا ہے کہ حقوق پروری کریں اگر کوئی اللہ تعالیٰ اور مخلوق دونوں کی حقوق پروری کرے تو صحیح مسلمان ہے ورنہ کامل مسلمان نہیں اللہ تعالیٰ کا مخلوق پر ایک حق یہ ہے کہ بندہ جو عبادات ''نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ'' ادا کریں تو یہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے ماسوا مخلوق والدین وغیرہ کا حق ادا کرے اللہ تعالیٰ ہمارا رب حقیقی ہے اور والدین رب مجازی ہیں اس کے بعد تمام مسلمانوں کے حقوق ادا کرنا ہیں کافروں کے ساتھ جہاد کرنا حقیقت میں یہ تمام مسلمانوں کا حق ادا کرنا ہے اس لئے اگر کافر غالب آجائے تو آپ سے مال واولاد چھین کر آپ کے اولاد کو اپنی تعلیم وتربیت دیں گے جہاد اس لئے فرض کیا گیا ہے کہ تمام مسلمانوں کے حقوق ادا ہو جائیں جہاد کی برکت سے دوسرے قوموں پر فوقیت آتی ہے انگریز پگڑی، تسبیح سے نہیں ڈرتے اور نہ ہی اس سے ڈرتے ہیں جس نے انگریزی تعلیم حاصل کیا ہو۔

پڑوسی کے حقوق اور اسکی اہمیت

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ پڑوسی کے حقوق کو ادا کیا جائے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور پڑوسی کے بارے میں مجھے اتنی نصیحت کی کہ مجھے فکر لاحق ہوئی کہ کہیں پڑوسی کو وارث نہ بنادے یہ ایمان کی نشانی ہے جس میں پڑوسی کا لحاظ ہے اسی وجہ سے شریعت میں شفعہ کا جواز آیا ہے یہ مباح ہے لیکن شفعہ کیلئے ایک شرط یہ ہے کہ شرکت ہو جیسے بھائیوں کا اب تک تقسیم نہیں ہوا ہو دوسری شرط یہ ہے کہ کھیت یا زمین کا راستہ ایک ہو اور ایک ہی نہر سے سیراب ہوتا ہو، نزدیک والا شفعہ کرسکتا ہے شفعے کا تیسرا حقدار پڑوسی ہے کہ پڑوسی شفعہ کرسکتا ہے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ جب آپ کھیت یا گھر فروخت کرتے ہیں تو پڑوسی کو خبردار کروا اگر خبردار ہونے کے باوجود پڑوسی نے پھر شفعہ کیا تو یہ اچھا نہیں اگر چہ شفعہ کرسکتا ہے، اگر ایک آدمی اپنے کھیت میں کمرہ بناتا ہے تو پڑوسی شفعہ نہیں کرسکتا اگر چہ اس کا سایہ پڑوس کے فصل کو خراب کرے پھر بھی پڑوسی کو شفعہ کا حق نہیں یا مثلاً ایک آدمی اپنے کھیت میں درخت لگائے تو پڑوسی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کو ہٹاؤ اس کی وجہ سے میری فصل خراب ہو رہی ہے شریعت میں کھیت کا مالک خود مختار ہے البتہ اگر درخت کا جڑ ہمسائے کے کھیت میں آئے تو وہ کاٹ سکتا ہے اسی طرح اگر پڑوسی روٹی پکانے کے وقت مثلاً ربڑ آگ میں جلائے تو یہ تکلیف دہ ہے اس پر اس کا پڑوسی حکومت کو درخواست دے سکتا ہے یہ پڑوسی کا حق ہے۔

اسلام میں کافر کے حقوق کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین اسلام عطا کیا ہے اسلام ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اسکے بندوں کے حقوق ادا کریں اگر ایک آدمی ایک عورت کو خطبہ یعنی پیغام نکاح بھیج رہا ہے اور عورت کی طرف

سے میلان بھی ہے تو اس وقت دوسرے آدمی کا اسی عورت کو پیغام نکاح دینا جائز نہیں اگرچہ اس عورت کو پیغام نکاح کافر نے دیا ہو تب بھی کسی دوسرے آدمی کو اس عورت کے پاس پیغام نکاح دینا جائز نہیں اس لئے کہ شریعت اسلام کافر کے حقوق کو بھی ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔

نبی کریم ﷺ ایک دفعہ سواری پر تشریف فرما تھے ایک صحابیؓ آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھا تھا نبی کریم ﷺ نے صحابیؓ کو فرمایا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندے پر کیا حق ہے اور بندے کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے یہی بات تین دفعہ دہرانے کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا بندے پر حق یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو باری تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے لیکن یہ حق کوئی جبراً نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنا حق ضرور پورا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم کو حقوق پروری کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

خطبہ جمعہ ضبط وترتیب:

حافظ حسین احمد صدیقی نقش بندی

الدين النصيحة

۱۱ جنوری کو جامع مسجد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں طلباء کے ایک بڑے اجتماع سے تبلیغ دین کے موضوع پر شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب نے ایک جامع خطاب فرمایا، جس کو افادہ عام کی خاطر شامل خطبات کیا جارہا ہے۔

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه واتباعه اجمعين اما بعد! فقد قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم الدين النصيحة قلنا لمن يارسول اللّٰه؟ قال للّٰه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم (داؤد: ح ٤٩٤٤)

دین واہل دین کی عظمت

عزیز طلبا! دین اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے جو دنیا میں بھی اطمینان اور سرخروئی کا ذریعہ ہے اور آخرت میں بھی اگر نجات و کامرانی ممکن ہے تو فقط دین ہی کے ذریعے ممکن ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دین کی عظمت لوگوں کے دلوں سے نکل گئی ہے لیکن اسکے برعکس حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں آج بھی دین کی عظمت اور اس کا رعب وجلال موجود ہے اور یہی سبب ہے کہ لوگ اہل دین کو عظمت کی نظر سے دیکھتے

ہیں اور یہی عوام ہی تو ہیں جو ائمہ مساجد اور دینی مدرسوں کے اخراجات پورا کرتے ہیں۔

آج فنی علوم کی یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل لوگ ڈگریاں لئے روزی کی جستجو میں در بدر سرگرداں پھرتے ہیں لیکن دینی مدرسے کا فاضل اگر ایک چھوٹی سی مسجد میں اذان بھی دینے لگے تو اسے ضروریات زندگی میسر آجاتی ہیں جو دین کی وقعت کی بڑی دلیل ہے زمانہ قدیم کی گمراہ حکومتیں جب بھی دین سے ٹکرائیں تو اپنی تمام سطوت وشوکت کے باوجود اپنا وجود تک برقرار نہ رکھ سکیں نمرود، فرعون، ابوجہل اور قیصر وکسریٰ، سب کا زوال اسی وجہ سے ہوا کہ وہ دین اور اہل دین کے مقابلہ پر اتر آئے پاکستان منصۂ شہود پر آیا تو اس کے پیچھے بھی دینی جذبہ کارفرما تھا اور حال ہی میں بھٹو دین کے مقابلہ پر آیا تو اپنا سب کچھ گنوا دیا ان سب عبرتناک واقعات کو دیکھ کر موجودہ حکومت بھی اسلام اسلام کے نعرے لگاتی ہے تو یہ بھی دین کی قوت سے خائف ہو کر لگاتی ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اگر یہ خوف ان کو لاحق نہ ہوتو سرکاری سطح پر اسلام کا نام لینا بھی گوارہ نہیں کیا جاتا۔

دین اسلام کا رعب و دبدبہ

نیز دین ہی کا رعب و دبدبہ ہے کہ یونیورسٹیوں کے بڑے بڑے پرو فیسروں اور سکالروں سے حکومت کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا لیکن دنیوی لحاظ سے معمولی حیثیت رکھنے والا عالم اگر دین کی بات کرتا ہے تو حکومت کے کارندے سخت پریشان ہوجاتے ہیں اسی طرح عام مشاہدے کی بات ہے کہ بہت سے متکبر خوانین وامراء کی مجلس میں جب بھی اپنی مسجد کا امام آتا ہے تو وہ اس کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اسے عزت واکرام سے بٹھاتے ہیں۔ بہر حال دین کا رعب وجلال اور اسکی عظمت آج بھی لوگوں کے دلوں میں موجود ہے اور جب تک یہ دین رہے گا اس وقت تک اس کا یہ دبدبہ بھی برقرار رہے گا۔

مذکورۃ الصدر حدیث میں اسی دین کا مقصد اور خلاصہ بیان کیا گیا ہے الدین النصیحة نصیحۃ خیر خواہی کا معنی دیتا ہے اور غش (بدخواہی) اس کا مقابل لفظ ہے لہذا حدیث کا معنی یہ ہوا کہ دین سراسر خیر خواہی ہے پھر اس حدیث میں چار خیر خواہیوں کو ذکر کر کے اسے دین کہا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی

للہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی مذکور ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور افعال وکمالات پر تمہارا اسی طرح ایمان و یقین ہو جس طرح کہ وحی الٰہی میں بیان ہو چکا ہے نیز اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں عیب جوئی نہ کرنا اور دوسروں کو نکتہ چینی نہ کرنے دینا بھی اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی ہے۔

مخالفین کو حکمت و دانش سے دعوت

مثلاً توحید کا قائل ایک شخص اگر کسی دہریہ سے اس موضوع پر بات کرے گا تو اس دہریے کے سامنے ایسی بات نہیں کہے گا جو اس شخص کے جذبات کو ابھار دے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں گستاخانہ لفظ کہہ دے بلکہ وہ اس طرح نرم لہجے سے استدلال کرے گا جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (الانعام: ۱۰۸)

”اور دشنام مت دوان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں پھر وہ ازراہ جہل حد سے گزر کر اللہ کی شان میں گستاخی کریں گے“

الغرض دین حق کی بات کرتے ہوئے حکمت ومصلحت سے کام لو مثلاً اس دہریہ کو یوں کہو کہ یہ زمین، سورج، چاند وغیرہ کا نظام عالم ابدی ہے یا قابل فنا ہے؟

اب مخاطب کو پہلے اس بات پر قائل کردو کہ یہ عالم قابل فنا ہے کیونکہ اگر یہ ممکن ہے کہ زمین سے ایک چھٹا نک مٹی چاند پر لے جائی جاسکتی ہے یا چاند سے ایک چھٹا نک مٹی زمین پر لائی جاسکتی ہے تو یہ بھی ممکن ہے کہ ساری زمین اپنی وجود وحیثیت اور مقام کھودے اور نظام ارضی ختم ہو جائے۔

اب یہ بات واضح ہوگئی کہ مستقبل میں زمین اور اس کے نظام کیلئے دوام و ابدیت لازم وضروری نہیں بلکہ یہ قابل فنا ہے اور جب یہ نظام فنا کے قابل ہے تو یہ قدیم اور ماضی کی جانب میں دوام وازلیت کا حامل بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر اس میں ازلیت کی اہلیت ہوتی تو مسقبل میں فنا نہ ہوتا پس ماضی میں دائم نہ ہونے سے لازمی طور پر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ضرور یہ کسی پیدا کرنے والے کے فعل سے وجود پذیر ہوا ہے ایک پوشیدہ ذات ہے جس سے یہ سلسلہ شروع ہوا ہے اور وہی خالق اور خدا ہے۔

یا مثال کے طور پر تم ایک جدت پسند مغرب زدہ خاتون سے بات کر رہے ہو جسے اسلام کے قانون شہادت یا قانون دیت پر اعتراض ہے کہ اسلام نے دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر کیوں ٹھرایا؟ تو تمہیں نرمی سے سمجھاتے ہوئے یہ کہنا ہوگا کہ یہ ظلم نہیں ہے کیونکہ تجارت کا قانون ہے کہ منڈی میں جس چیز کی فراوانی ہوتی ہے اس کا بھاؤ بھی کم ہوتا ہے اور مردوں کی نسبت عورتوں کی کثرت ہے اسلئے ان کی اہمیت بھی مردوں کی نسبت کم ہونی چاہیے۔

یا مثلاً اس کو خاموش رکھنے کیلئے یوں کہہ دو کہ دیکھو نکاح کے فوائد جس طرح مرد کو حاصل ہوتے ہیں اسی طرح عورت کو بھی حاصل ہوتے ہیں عورت بھی مرد کی طرح شہوت رکھتی ہے لیکن بایں ہمہ نکاح میں مرد کے ذمہ مہر واجب ہوتا ہے جو کہ ایک گونہ عورت کی قیمت ہوتی ہے اب اگر مرد یہ کہے کہ کیا ہم پر ظلم نہیں کہ حقوق تو مساوی ملتے

ہیں لیکن ہمیں قیمت دینی پڑتی ہے تو اس سوال کے جواب میں یہ عورت ضرور کہے گی کہ وہ خاوند ہے اور خاوند بننے کے لئے ہی وہ قیمت ادا کرتا ہے یہ بات منوا کر اب تم کہہ سکتے ہو کہ جب مرد خاوند اور مالک اور عورت مملوکہ ٹھہری تو ضرور اس کی قیمت اور اہمیت بھی مرد کی نسبت کم ہونی چاہیے کیونکہ مالک بہر صورت مملوک سے افضل ہوتا ہے۔

بہر حال اس قسم کے نرم عقلی دلائل سے ان گستاخ زبانوں کو لگام دی جاسکتی ہے جو عناد و جہالت کی وجہ سے خالق لایزال کو بھی معاف نہیں کرتے اور اس طرح شیریں لہجہ کے استعمال سے تم اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی کر سکتے ہو لیکن یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ خیر خواہی اگر چہ بظاہر اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی ہے لیکن حقیقت میں یہ اپنی خیر خواہی ہے۔

رسول ﷺ کی خیر خواہی

وَلِرسولِهٖ دوسرے نمبر پر رسول ﷺ کی خیر خواہی کی ہدایت دی گئی ہے رسول ﷺ کی خیر خواہی کی ایک صورت تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کی متابعت کی جائے اور آپ ﷺ کی تعلیمات اپنی زندگی کے رہنما اصول بنا دی جائیں لیکن حضور ﷺ کی خیر خواہی کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے وہ یہ کہ حضور ﷺ کی ذات اور آپ ﷺ کے طریقوں کو دشمنوں اور جاہل لوگوں کے اعتراضات سے بچایا جائے یہ بھی اگر چہ بظاہر حضور ﷺ کی خیر خواہی ہے لیکن درحقیقت اپنی خیر خواہی ہے اور اسکی بھی کئی صورتیں ہیں مثلاً آج کا ایک جاہل آدمی کہتا ہے کہ نعوذ باللہ حضور ﷺ ڈاکہ زنی کیا کرتے تھے اور بدر کے مقام پر قافلوں کو لوٹنے آئے تھے تو اس کے جواب میں ہمارے پاس نہ گولی ہے نہ بندوق، ورنہ آج کے فتنوں کا مناسب علاج تو اسطرح ہوسکتا ہے، لہٰذا ہمیں اس شخص کو مدلل جواب دے کر یہ کہنا ہوگا کہ دیکھو بین الاقوامی قانون یہ ہے کہ کسی دوسری ریاست کی حدود میں سے گزرنے کیلئے اس ریاست کی حکومت سے اجازت لینا ضروری ہوتا ہے خصوصاً دشمن کے ملک

میں اگر بلا اجازت کوئی داخل ہو جائے تو اسے سزا دینا جرم نہیں بلکہ مستحسن امر سمجھا جاتا ہے اسلئے حضور ﷺ بھی قریش کے خلاف جو فوجی کاروائی کی تھی اسے ڈاکہ زنی اور جرم نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ کاروائی دفاع حدود کے عالمی قوانین کی عین مطابق تھی اس قسم کے شبہات واعتراضات کو دفع کر کے حضور اقدس ﷺ کا دفاع کرنا آپ ﷺ کی خیر خواہی اور موجودہ زمانے کی ایک بڑی ضرورت ہے۔

مسلمان حکمرانوں کی خیر خواہی

وَلأئمة المسلمین تیسری قسم کی خیر خواہی مسلمان حکمرانوں کی خیر خواہی ہے اور اسکی متعدد صورتیں مثلاً حق بات میں ان کی مدد کرنا اور بری باتوں میں تعاون سے گریز کرنا (ناجائز باتوں میں ان کی ہاں میں ہاں ملانا ان کی بدخواہی ہے خیر خواہی نہیں) اس طرح بغاوت نہ کرنا، مشورہ طلب کرنے پر ان کو صحیح مشورہ دینا اور مطلب پرستی سے کام نہ لینا، یہ سب امور مسلمان حکمرانوں کی خیر خواہی ہے آج کل سرکاری مباحثوں میں کبھی شہادت پر بحث ہوتی ہے، کبھی دیت پر لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جو بھی موضوع زیر بحث آتا ہے اسے اعتراضات اور قطع و برید کی وجہ سے مفلوج کر کے چھوڑ دیتے ہیں اور کسی بھی ختمی فیصلے تک نہیں پہنچتے یہ سب صحیح مشوروں کے فقدان کا نتیجہ ہے۔

عام مسلمانوں کی خیر خواہی

ولعامتهم خیر خواہی کی چوتھی قسم عام مسلمانوں کی خیر خواہی ہے جو کہ ان کی اصلاح کی کوشش کی صورت میں ہونی چاہیے لیکن اس امر میں بھی احتیاط اور مصلحت کا لحاظ کرنا ہوگا مثلاً اپنے سے بڑے کیساتھ آپ بات کرتے ہیں تو باپ کا سارویہ اختیار کریں، ہم عمر کو بھائی اور کم عمر کو بیٹا سمجھ کر نصیحت کرنی چاہیے اعتراض اور ضد و عناد کو بنیاد بنا کر بات کرنے سے گریز کرنا چاہئے کیونکہ ''دل را بدل رہے ست'' کے مصداق

مخاطب ضرور براتاثر لے گا۔

عوام کی مثال دریا کی مچھلیوں کی ہے ہر شخص دریا میں جالی ڈالتا ہے اور اپنے لئے مؤیدین اور حلقہ نشین پیدا کرتا رہتا ہے قادیانی، پرویزی، ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور دیگر دجالّان امت سادہ لوح عوام کو شکار کر کے گمراہ کرتے رہتے ہیں تمہارا بھی فرض ہے کہ اس امت کی خیر خواہی کرو اور دجالوں کے جالوں سے سادہ لوح عوام کو بچا کر صراط مستقیم کی طرف ان کی رہنمائی کرو اور جو راستہ تم نے اپنے لئے منتخب کیا ہے دوسروں کو بھی اس پر چلنے کی تلقین کرو جس طرح رسول ﷺ کا فرمان ہے

لایؤمن أحدکم حتیٰ یحب لأخیه ما یحب لنفسه (بخاری: ح ۱۳)

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کیلئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے''

اور یہ بات بھی یاد رہے کہ تمہاری یہ خیر خواہی، خود غرضی اور مطلب پرستی سے پاک ہونی چاہیئے حضرت امام غزالیؒ نے ''احیاء العلوم'' میں ایک حکایت نقل کی ہے کہ ایک بزرگ نے کسی دوست سے شکایت کی کہ میری کتابوں کو چوہے نقصان پہنچا رہے ہیں اس ساتھی نے مشورہ دیا کہ بلی پال لو چوہے غائب ہو جائینگے اس بزرگ نے فرمایا کہ بلی تو میں پال لیتا ہوں لیکن مجھے خدشہ ہے کہ کہیں میرے گھر کے چوہے بلی کے خوف سے پڑوسی کے گھر نہ چلے جائیں یہ تھی عوام کی خیر خواہی جو بزرگوں نے کی تھی آج بھی اگر ہم اہل اسلام کی خیر خواہی کریں تو اس کے مثبت نتائج برآمد ہو سکتے ہیں کیونکہ لوگوں کے دلوں میں اسلام کی وہی وقعت اب بھی باقی ہے۔

خیر خواہی کی تین صورتیں

آج عام مسلمانوں کی خیر خواہی کی تین صورتیں ہیں اول اسلام کی صحیح تصویر

اور نقشہ ان کے سامنے پیش کرنا ، دوم نیکی اور انقیاد کی روح اہل اسلام میں پیدا کرنا، سوم عملی طور پر ان کو اسلامی شعائر کیلئے ابھارنا اور تینوں صورتوں کیلئے محنت کی ضرورت ہے اس کی ایک آسان مثال بجلی کا یہ پنکھا ہے جسے بنانے کیلئے سب سے پہلے ایک انجینئر اور ڈیزائنر کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ وہ اس کی تصویر اور ڈیزائن کا تعین کرے پھر اس میں کل پرزے جوڑنے اور فٹنگ کیلئے ایک اور تجربہ کار انجینئر کو کام کرنا پڑتا ہے اور تیسرے مرحلے میں اس میں بجلی گزارنے کی ضرورت ہوتی ہے ان تین مراحل میں اگر ایک مرحلہ میں کہیں نقص واقع ہو جائے تو یہ پنکھا نہیں چل سکتا۔

تبلیغی جماعت

اسی طرح آج ایک صحیح مسلمان معاشرے کے قیام کیلئے سب سے پہلے اسلام کا صحیح ڈھانچہ پیش کرنا ضروری ہے جو کہ جید علماء اور اسلامی مدارس کے مدرسین کا کام ہے اس کے بعد اخلاص وللّٰہیت یعنی عمل وانقیاد اور احسان کی روحانی قوت لوگوں میں پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو نیک لوگوں ، مشائخ اور اہل طریقت کا فرض ہے پھر بالفعل ان کو میدان عمل میں لانا بھی ناگزیر ہے اور مذکورہ تین مراحل کا یہ آخری اہم کام تبلیغی جماعت کے حضرات انجام دے رہے ہیں بلا شبہ تبلیغی جماعت دنیا میں تجدید دین کا کام کر رہی ہے اور اس کام کی نصرت وحمایت کرنا عامۃ المسلمین کی خیر خواہی کے سلسلے کی آخری کڑی ہے جس کے بغیر معاشرے میں اخلاقی اور اصلاحی انقلاب لانا مشکل ہے یہاں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ ان تین مراحل اور خیر خواہی کے تین شعبوں میں کام کرنے والے اہل حق کے تین طبقوں کو ایک دوسرے پر خاک نہیں اچھالنا چاہئے بلکہ آپس میں تقسیم کار ، تعاون اور حمایت کر کے عامۃ المسلمین کی خیر خواہی کا اہم فریضہ پورا کرنا چاہئے۔

وما علینا الا البلاغ ۔

ضبط وترتیب مولانا اصلاح الدین حقانی

فضلاء مدارس کیلئے دس زرین نصائح

انوار الفرید للفضلاء النجید

الحمد للہ پاکستان میں ہر سال ہزاروں طلباء حدیث دورہ حدیث کر کے فاضل علوم اسلامیہ بن کر دین کی خدمت میں مصروف ہو جاتے ہیں ملک بھر میں سب سے زیادہ طلباء دورہ حدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں ہوتے ہیں حضرت محدث کبیر مفتی اعظم حضرت مولانا محمد فرید صاحب بیک وقت دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث اور مفتی اعظم کے منصب پر فائز رہے بخاری شریف کے اختتام پر حضرت مفتی صاحب آخری حدیث کی تشریح کے ساتھ ساتھ آخر میں طلبا کو دس ہدایات فرماتے ، اور صوبہ خیبر پختونخوا کے اکثر مدارس میں تقریب ختم بخاری شریف کے اختتام پر حضرت مفتی صاحب آخری حدیث پڑھانے کے ساتھ یہ نصائح ذکر فرماتے تھے ، اور حضرت مفتی صاحب نے مقالات میں بخاری شریف کی آخری حدیث کی تشریح کے ساتھ دس نصائح ذکر کئے ہیں ان نصائح کے ساتھ ضبط شدہ ملفوظات کو بطور تشریح ذکر کیا جاتا ہے۔

رسوخ فی العلم

اول نصیحت یہ ہے کہ ہم صحیح اور پختہ علم حاصل کریں ، ماہر اساتذہ کے درسوں میں حاضری کریں اور اکابر کے شروح ، حواشی اور امالی کا غور سے مطالعہ کریں ، اہل علم کے ساتھ تکرار ، استحضار اور مذاکرہ کو معمول بنائیں ، معاصی اور اضاعت وقت سے اپنے آپ کو بچائیں ، اور اثناء طالب علمی اذکار و تبلیغ میں انہماک سے پرہیز کریں اور اپنے علم

میں پختگی حاصل کریں، جس کے لئے ضروری ہے کہ ہم ماہر اساتذہ سے کتابیں پڑھیں
پھر خوب محنت کریں اس کے ساتھ ساتھ مطالعہ کتب کا بھی اہتمام کریں، اگر کوئی بات سمجھ
میں نہ آئے تو اپنے اساتذہ کو رجوع کریں اس طرح علم پختہ ہو جاتا ہے اس علمی پختگی کے
لئے اس پر عمل بھی ضروری ہے عمل کرنے کے بعد مسئلہ یاد رہتا ہے بھولتا نہیں مثلاً اگر کوئی
پوچھے کہ التحیات میں اشارہ کیسے کریں؟ تو جس نے احادیث میں اشارہ سیکھا ہو پھر عملاً خو
د بھی اشارہ کیا ہو، وہ بتا دے گا لیکن جس نے از خود زندگی بھر عملاً اشارہ نہیں کیا ہو تو وہ
کیسے بتائے گا، کہ اشارہ کیسے کرتے ہیں؟ اس لئے ہر ایک حدیث اور مسئلہ کو عملاً بھی سیکھنا
چاہئے۔

اخلاص وللّٰہیت

دوسری بات یہ کہ ہم اخلاص اور للّٰہیت حاصل کریں، وحی میں اخلاص وللّٰہیت
کے متعلق ترغیبات اور ریا وسمعت کے متعلق وعیدات کو مستحضر رکھیں اہل اللہ کی مجالس
میں حاضری کریں، اور ان کے مواعظ وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

تعلیم وتعلم میں اخلاص وللّٰہیت نہایت ضروری ہے، اس کے بغیر ترقی نصیب
نہیں ہوتی، اگر اخلاص نہیں اور ترقی نظر آئے تو سمجھ لینا یہ ترقی نہیں بلکہ استدراج ہے،
لیکن اخلاص کیسے پیدا ہو؟ تو اس کے لئے ایک طرف صالحین کی صحبت ومجالست ضروری
ہے دوسری طرف وہ ریاضت جو صوفیاء کرام کا معمول ہیں ان کو اختیار کرنا ہوگا یہاں پر
یہ بات یاد رکھیں کہ تعلیم وتعلیم پر اجرت لینا اخلاص وللّٰہیت کے منافی نہیں کیونکہ صحابہ
کرامؓ اور خصوصاً خلفاء راشدینؓ کے زمانے میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں اور
اس کے بغیر دینی تعلیم واشاعت کا کام ٹھپ ہو کر رہ جائے گا بہر حال اجرت علی التعلیم و
تعلم اخلاص کے منافی نہیں۔

علم پر عمل

اپنے علم پر عمل کریں، اور یہ التزام کریں کہ جس آیت اور حدیث پر ہمارا علم
ہو جائے اسی وقت سے اس پر عمل شروع کریں، جو آیت یا حدیث منسوخ ہو اس پر عمل
کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھیں کہ یہ وحی ہے اور وحی کے ذریعے سے اس پر عمل
کرنا منع ہوا ہے جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا قرآن مجید میں اس کی مثال گدھے کے ساتھ
دی گئی ہے کہ جس پر کتابوں کا بوجھ لدھا ہوا ہو، اور پیغمبر ﷺ نے وہ علم جو نافع نہ ہو اس
سے پناہ مانگی ہے۔

فائدہ

علم اور عمل دونوں ضروری ہیں علم بلا عمل مذموم ہے اور عمل بلا علم غیر تسلی بخش
البتہ امام بخاریؒ نے کتاب العلم میں اس لطیفہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ علم بلا عمل افضل
ہے عمل بلا علم سے۔

جو کچھ سیکھیں اس پر عمل کریں اور حفظ ومطالعہ اور رٹہ لینے کے بعد كَمَثَلِ
الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ”جیسے گدھا جس پر کتابیں لدی ہوئی ہو“ نہ بنیں، گدھا کتابوں کا بوجھ
تو محسوس کرتا ہے لیکن ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا بہر حال عمل انتہائی ضروری ہے
لیکن عمل سے خشک مزاج جھگڑالو مولوی بننا مراد نہیں آج منکرین حدیث اور منکرین
قرآن زیادہ ہو رہے ہیں اکثر لادین حکومتیں ان کی حوصلہ افزائی کر رہی ہیں لیکن یہ لوگ
انکے کام بھی نہیں آتے، بہر حال عمل کا یہ طریقہ نہیں مثلاً قرآن مجید پر تم نے عمل کرنا ہے
تو جو آیات منسوخ ہوں ان پر عمل کا مطلب یہ ہے کہ یہ اعتقاد ہو کہ یہ حکم ایک زمانہ میں
حق تھا اور اب منسوخ ہو چکا ہے۔

اشاعت علم دین

علم دین کی اشاعت کریں گے، تدریس، افتاء، تصنیف وتالیف، وعظ وتذکیر،

مدارس بنانے اور سرکاری سکولوں اور کالجوں میں اسلامیات کی کثرت اور دینی رسائل کے جاری کرنے کے ذریعے۔

علم دین کی اشاعت اور جہالت کے خاتمہ کیلئے خوب کوشش کریں تدریس اور تقاریر کے ذریعے علم پھیلائیں تصنیف و تالیف اور تبلیغ کے میدان میں کام کریں یعنی کوشش کریں کہ کوئی دینی مشغلہ میسر آجائے۔

ذریعہ معاش

ذریعہ معاش کے لئے مال موقوف علیہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ جہاد بالاموال کو جہاد بالنفس سے پہلے ذکر کرتا ہے اسی طرح اشاعت بالاموال کو جہاد بالنفس سے پہلے ذکر کرتا ہے اسی طرح اشاعت علم کے لئے مال ضروری ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ذریعہ معاش نہیں دیا ہو وہ ایسا ذریعہ معاش تلاش کریں جو خالص دینی مشغلہ ہو اگر ایسا ذریعہ میسر نہ ہو تو پھر ایسا مشغلہ تلاش کریں جو نیم دینی ہو اور جو خالص دنیوی ہو یعنی خدمت دین کی اس میں بالکل توقع نہ ہو تو ممکنہ حد تک اس سے اپنے آپ کو بچائیں، اور ہر قسم کی دینی خدمت کرنے والے کے لئے مناسب ہے کہ کم از کم ایک سال کا ذخیرہ ونفقہ اپنے پاس رکھیں تا کہ اگر کوئی ظالم متولی وغیرہ اس کو معزول کرے تو پریشانی نہ ہوگی۔

زندگی کے لئے معاش بھی ضروری ہے جس کی معاشی حالت بہتر ہو تو فبہا ورنہ ذریعہ معاش ایسا ہو کہ ساتھ ساتھ دین کی خدمت بھی ہو سکے جیسے دینی مدرسہ میں تدریس، امامت اور خطابت وغیرہ اور اگر کوئی راہ نہ ہو اور مجبوراً تجارت یا سکول ٹیچری گلے پڑگئی تب بھی ساتھ تبلیغ دین اور اشاعت علم ہرگز نہ چھوڑنا عوام کی اصلاح کرتے رہو، پھر سیاست میں بھی کامیابی ہوگی، عوام سے رابطہ نہ ہوگا تو سیاست بھی نہیں چلے گی اور تبلیغ دین کا کام بھی نہ ہو سکے گا۔

دفاع اسلام وحق

اسلام کی مدافعت کریں گے ہر زمانہ میں زنادقہ اور منافقین موجود ہوتے ہیں اور موقع پاتے ہی اسلام اور علما پر اعتراضات کرتے ہیں اور مسلمانوں کو اسلام اور علماء سے بدظن کرتے ہیں تو ہم پر ضروری ہے کہ ان دشمنان اسلام کے خیالات اور اعتراضات کو معلوم کریں اور پھر تقریر اور تحریر کے ذریعے ان کو مسکت جوابات دیں اور اس دور کے مناظروں سے اپنے آپ کو بچائیں گے اس میں نہ اظہار حق ہوتا ہے اور نہ اظہار حق مقصود ہوتا ہے بلکہ اس سے عداوات ومقاتلت پیدا ہوتی ہے۔

اسلام کی مدافعت ہر وقت کرتے رہو اسلام پر ہر طرف سے حملے ہوتے رہتے ہیں امام بخاریؒ نے معتزلہ، قدریہ، خوارج وغیرہ پر جو رد کیے ہیں یہ سب دفاع اسلام کے لئے کئے ہیں اسلام کے نام پر بہت سے فرقے کام کرتے ہیں مثلاً پرویزی، قادیانی، اور حزب اللہ کے نام سے کچھ لوگ اسلام کی بیخ کنی میں مصروف ہیں بلکہ آج تو کافروں نے بھی اسلامی علوم کو بڑی محنت سے حاصل کرلیا ہے حتیٰ کہ بعض مسلمان علما بھی ان تک نہیں پہنچ سکتے اس لئے ان کے برپا کئے ہوئے فتنوں کا سدباب کرنا ضروری ہے ان کی نظریات معلوم کرلیں اور پھر ان پر خوب تحقیق سے رد کریں۔

تنظیم

ہم منظم رہیں گے امیر، ناظم اور خزانچی مقرر کریں گے مناسب اوقات میں اجتماع بھی کریں گے اس کا بہت اثر ہوتا ہے حکومت اور دین دشمن لوگ اور عام لوگوں پر اس کا بہت اثر ہوتا ہے، علما کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ منظم رہیں تنظیم سے میرا مطلب یہ ہے کہ علاقہ کے علما متحد اور منظم ہوں ان کے باقاعدہ صدر اور دوسرے عہدیدار ہوں یہ تنظیم علماء کے حقوق کا تحفظ کرے اور پیش آمدہ معاملات میں متحد رہیں، تا کہ لوگوں پر علماء کا رعب اور وقار قائم رہے، وہ ڈرتے رہیں اور کسی ظالم کے ہاتھ سے کوئی عالم تنگ نہ ہو۔

سیاست حقہ

سیاست میں ضرور حصہ لیں گے ایسا نہیں کریں گے کہ خود پیچھے ہو جائیں اور نا اہل لوگ آگے کریں جمعیت علماء اسلام کے اصولوں کے ماتحت زندگی گزاریں گے، ان اصول کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے یہ معلوم کریں کہ اسلامی نظام اور اسلامی اقتدار کے راستے میں کون رکاوٹ ہے؟ اور ان کے آلات و وسائل کیا ہیں؟ بالفرض اگر وہ اقتدار اور کارخانوں، اموال اور وعدوں سے لوگوں کو متاثر کر کے حق سے متنفر کرتے ہیں تو ان کو غیر مؤثر کے لئے جائز انتظام کریں اور ان رکاوٹ پیدا کرنے والوں کے زیر سایہ بیٹھنے سے اپنے آپ کو بچالیں، ان کے ماتحت رہنے میں صرف لفظی خدمت دین کی امید ہوتی ہے البتہ اگر حقیقی خدمت کا ظن غالب ہو تو قابل اعتراض نہیں۔

سیاست میں اس وقت بالکل عملی حصہ نہ لو جب تک طالب علمی کے دور سے گزر رہے ہو اور فارغ اوقات میں اکابر کے بیانات اور جلسوں میں شرکت مضر نہیں، ہاں اسباق کی چھٹی کر کے ادھر ادھر پھرنا بلا ریب مضر ہے اس طرح تمہاری علمی استعداد ضائع ہو جائے گی اور ارباب اہتمام کی وجہ سے ادھر ادھر پھرنا ہی مقدر ہوگا پودا اگر ایک ہی جگہ رہے تو پھلتا پھولتا ہے لیکن اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ دو تین بار منتقل کیا جائے تو وہ سوکھ جاتا ہے اس لئے استقلال اور توجہ سے علم حاصل کرو، اور ثمر آور درخت بن جاؤ ہاں جب عالم بن جاؤ پھر سیاست میں ضرور حصہ لو، کیونکہ سیاست نہ ہو تو جن بے دینوں کے ہاتھ میں حکومت ہے وہ رہا سہا اسلام بھی ختم کر دیں گے یہ تو ان سیاسی علماء کی برکت ہے کہ وہ کچھ کام کرتے رہے ہیں تا کہ یہ ظالم کچھ دبے رہیں اور خالص لادینی اور کافرانہ نظام مسلط نہ ہو سکے۔

عوام پر محنت اور سختی سے گریز

چونکہ عوام ہمارے ساتھ تعاون کرتے ہیں چندہ اور ووٹ دیتے ہیں، ہمارے جلسہ وجلوس یہ لوگ کامیاب کراتے ہیں تو ان پر شفقت کریں گے کفر اور شرک وغیرہ اور سخت فتوؤں اور تعزیری احکام سے باقاعدہ بچائیں گے ان کی تدریجا اصلاح کریں گے

اول اعتقادات، پھر فرائض اور واجبات و ہکذا اور ان سے اس لہجہ میں مخاطبت کریں گے جیسا کہ والد، بھائی اور بیٹے کے ساتھ اگر ہم پہلے سے فروعی اختلافات میں پڑ جائیں تو ہم پر پنج پیری اور وہابی کا حکم لگے گا، زبان کٹ جائے گی اور عوام بے اعتماد ہو جائیں گے تو آٹھ سالہ محنت اکارت ہو جائے گی، اور عوام کہیں گے کہ ان کے اساتذہ بھی وہابی اور پنج پیری ہیں۔ یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ عوام کے لئے تمہارے دل میں خیر خواہی اور شفقت کا جذبہ ہو جب عوام آپ کو عالم اور بڑا سمجھتے ہوں تو آپ پر بھی لازم ہے کہ عوام سے شفقت اور نرمی سے پیش آئیں، جس کی صورت یہ ہے کہ اگر لوگوں میں کوئی گناہ موجود ہو تو اسے دور کرنے کیلئے اپنے سے بڑے کے ساتھ باپ کی طرح اور چھوٹے سے بھائی کی طرح بات کرو اسے باپ یا بھائی تصور کریں تو انشاء اللہ ان پر اثر ہوگا اور اگر تشدد اور سختی سے کام لوگے تو لوگ بدظن ہو کر آپ کو پنج پیری اور وہابی کہہ کر منبر سے نیچے اتار دیں گے اور پھر کہیں گے کہ ان کے اساتذہ بھی ایسے ہیں، تو اساتذہ مفت میں بدنام ہوں گے اسلئے اصلاح عوام کے لئے اکابرین دیو بند کے نقش قدم پر چلیں گے، تو عوام آپ کے ہر مسئلہ پر لبیک کہیں گے۔

اساتذہ اور مادر علمی سے ربط وتعلق

ہم اساتذہ اور مدرسہ کے ساتھ ربط رکھیں گے آمد و رفت جاری رکھیں گے، خطوط لکھیں گے، جب ہم فارغ ہو جائیں تو کم از کم اپنا ایک نمائندہ بھیجیں گے۔

مدرسہ اور اساتذہ سے ربط وتعلق باعث خیر ہوتا ہے ان دونوں کا احترام ہم پر بھی لازم ہے ایسی بات یا ایسا کام ہرگز نہیں کریں گے کہ جس سے مدرسہ یا آپ کے اساتذہ بدنام ہوں پھر لوگ کہیں گے کہ ان کے اساتذہ بھی ایسے ہی ہوں گے لہذا علم اور اہل علم کی بدنامی تمہارے ہاتھ سے نہ ہو۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

(ضبط وترتیب مولانا مفتی محمد وہاب حقانی)

فضلاء کو دس نصائح

دارالعلوم کے تعلیمی سال کی اختتامی تقریب منعقدہ یکم مارچ ۱۹۸۹ء سے خطاب

(۱) رسوخ العلم

خطبہ مسنونہ کے بعد! عزیز طلبہ! پہلی بات یہ ہے کہ علم میں پختگی حاصل کریں، جس کیلئے ضروری ہے کہ ہم ماہر اساتذہ سے کتابیں پڑھیں پھر خوب محنت کریں، اس کے ساتھ ساتھ مطالعہ کتب کا اہتمام کریں اور کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اپنے اساتذہ سے رجوع کریں، اس طرح علم پختہ ہو جاتا ہے اسی علمی پختگی کے لئے اس پر عمل بھی ضروری ہے، عمل کرنے کے بعد مسئلہ نہیں بھولتا مثلاً اگر کوئی پوچھے کہ التحیات میں اشارہ کیسے کریں؟ تو جس نے اشارہ سیکھا ہو پھر عملاً خود اشارہ کیا ہو وہ بتادے گا، لیکن جس نے خود زندگی بھر اشارہ نہیں کیا تو وہ کیسے بتائے گا کہ اشارہ کسے کہتے ہیں؟

(۲) علم پر عمل

جو کچھ سیکھیں اس پر عمل کریں اور حفظ و مطالعہ اور معلومات رٹ لینے کے بعد کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا "جیسے گدھا جس پر کتابیں لدی ہوئی ہو" نہ بنیں، گدھا کتابوں کا بوجھ تو محسوس کرتا ہے لیکن ان سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔

بہرحال عمل انتہائی ضروری ہے لیکن عمل سے خشک مزاج اور جھگڑالو مولوی بننا مراد نہیں، آج منکرینِ حدیث اور منکرینِ قرآن بھی زیادہ ہو رہے ہیں، بعض لادین حکومتیں ان کی حوصلہ افزائی کر رہی ہیں لیکن یہ لوگ ان کے کام بھی نہیں آتے بہرحال عمل کا یہ طریقہ، مثلاً قرآن مجید پر تم نے عمل کرنا ہے تو جو آیتیں منسوخ ہوں اُن پر عمل کا مطلب یہ ہے کہ یہ اعتقاد ہو کہ یہ حکم ایک زمانہ میں حق تھا اور اب منسوخ ہو چکا ہے۔

(۳) اخلاص وللّٰہیت

تعلیم و تعلم میں اخلاص وللّٰہیت نہایت ضروری ہے، اس کے بغیر ترقی نصیب نہیں ہوتی اگر اخلاص نہیں اور ترقی نظر آئے تو سمجھ لینا کہ یہ ترقی نہیں بلکہ استدراج ہے لیکن اخلاص کیسے پیدا ہو؟ تو اس کے لئے ایک طرف تو صالحین کی مجالست ضروری ہے دوسری طرف وہ ریاضات جو صوفیاء کرام کا معمول ہیں اُن کو اختیار کرنا ہوگا یہاں پر یہ بات یاد رکھیں کہ تعلیم و تعلم پر اجرت لینا اخلاص للّٰہیت کے منافی نہیں کیونکہ صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدینؓ کے زمانے میں اس کی بہت مثالیں موجود ہیں اور اس کے بغیر تو دینی تعلیم اور اشاعت کا کام ٹھپ ہو کر رہ جائے گا۔

(۴) اشاعتِ علم

علم کی اشاعت اور جہالت کے خاتمہ کے لئے خوب کوشش کریں، تدریس اور تقاریر کے ذریعے علم کو پھیلائیں، تصنیف و تالیف اور تبلیغ کے میدان میں کام کریں۔

(۵) دفاعِ حق

اسلام کی مدافعت ہر وقت کرتے رہو اسلام پر ہر طرف سے حملے ہوتے رہتے ہیں امام بخاریؒ نے معتزلہ، قدریہ، خوارج وغیرہ پر جورد کیے ہیں، یہ سب دفاع اسلام

کے سلسلے کی کڑیاں ہیں اسلام کے نام پر بہت سے فرقے کام کرتے ہیں، مثلاً پرویزی، قادیانی، اورحزب اللہ کے نام سے کچھ لوگ اسلام کی بیخ کنی میں مصروف ہیں، بلکہ آج تو کافروں نے بھی اسلامی علوم کو بڑی محنت سے حاصل کیا ہے، حتیٰ کہ بعض مسلمان علماء بھی ان تک نہیں پہنچ سکتے اس لئے ان کے برپا کئے ہوئے فتنوں کا سدباب کرنا ضروری ہے ان کے نظریات معلوم کریں اور پھر ان پر خوب تحقیق سے رد کریں۔

(۶) سیاست

سیاست میں اس وقت تک بالکل حصہ نہ لو جب تک طالب علمی کے دور سے گذر رہے ہو، اس طرح تمہاری علمی استعداد ضائع ہوجائے گی اور ادھر اُدھر پھرنا ہی مقدر ہوگا پودا اگر ایک جگہ ہی رہے تو پھلتا پھولتا ہے لیکن اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ کو دوتین بار منتقل کیا جائے تو وہ سوکھ جاتا ہے اس لئے استقلال اور توجہ سے علم حاصل کرو تا کہ پھلو پھولو اور ثمر آور درخت بن جاؤ ہاں جب عالم بن جاؤ پھر سیاست میں ضرور حصہ لو کیونکہ سیاست نہ ہو تو جن بے دینوں کے ہاتھ میں حکومت ہے وہ رہا سہا اسلام بھی ختم کردیں گے یہ تو اسلامی سیاسی جماعتوں اور سیاسی علماء کی برکت ہے کہ وہ کچھ کام کرتے رہتے ہیں تا کہ یہ ظالم کچھ دبے رہیں اور خالص لادینی اور کافرانہ نظام مسلط نہ ہوسکے۔

(۷) تنظیم

علماء کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ منظم رہیں منظم سے میرا مطلب یہ ہے کہ علاقہ کے علماء خواہ وہ دارالعلوم حقانیہ کے فاضل ہوں یا دوسرے مدارس کے ہوں متحد اور منظم ہوں، ان کا باقاعدہ صدر اور دوسرے عہدیدار ہوں، یہ تنظیم علماء کے حقوق کا تحفظ کرے الحمدللہ ہمارے علماء کی ہر جگہ اکثریت ہے دارالعلوم حقانیہ کے بانی و مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کام کی برکت ہے کہ ملک میں کثیر

تعداد میں کامیاب مدرسے ہیں، دینی ادارے ہیں، جہاد افغانستان میں فضلاء مصروفِ کار ہیں سیاسی میدان میں تحریک نفاذِ شریعت چل رہی ہے یہ علماء پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خصوصی احسان ہے اوراس احسان سے چشم پوشی بڑی ناسپاسی ہوگی اور اسی احسان کی بدولت ہم پر حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں اور اولاد واحفاد کا بھی حق بنتا ہے ترمذی شریف میں آیا ہے کہ جو تیرا استاد ہے اس کی اولاد کا بھی تم پر حق ہے، ان کا احترام دراصل اپنے استاد کا احترام ہے بہرحال ان علماء کو منظم کرنا ضروری ہے تاکہ لوگوں پر علماء کا رعب اور وقار قائم رہے، وہ ڈرتے رہیں اور کسی ظالم کے ہاتھ سے کوئی عالم تنگ نہ ہو۔

(۸) عوام پر شفقت

یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ عوام کے لئے تمہارے دل میں خیرخواہی اور شفقت کا جذبہ ہو جب عوام آپ کو عالم اور بڑا سمجھتے ہیں تو آپ پر بھی لازم ہے کہ عوام سے شفقت اور نرمی سے پیش آئیں جس کی صورت یہ ہے کہ اگر لوگوں میں کوئی گناہ موجود ہو تو اسے دور کرنے کیلئے اپنے سے بڑے کے ساتھ باپ کی طرح اور چھوٹے کے ساتھ بھائی کی طرح بات کرو اسے باپ یا بھائی تصور کرکے بات کروگے تو انشاء اللہ اس پر بڑا اثر ہوگا اور اگر تشدد اور سختی سے کام لوگے تو لوگ بدظن ہوں گے اور بات بے اثر ہوگی۔

(۹) فکرِ معاش

زندگی کے لئے معاش بھی ضروری ہے جس کی معاشی حالت بہتر ہے تو فبہا ورنہ ذریعۂ معاش ایسا ہو کہ ساتھ ساتھ دین کی خدمت بھی ہوسکے، جیسے دینی مدرسہ میں تدریس اور امامت وخطابت وغیرہ اور اگر کوئی راہ نہ ہو اور مجبوراً تجارت یا سکول ٹیچری

گلے پڑ گئی تب ساتھ ساتھ تبلیغِ دین اور اشاعتِ علم ہرگز نہیں چھوڑنا ،عوام کی اصلاح کرتے رہو پھر سیاست میں بھی کامیابی ہوگی ،عوام سے رابطہ نہ ہوگا تو سیاست بھی نہیں چلے گی اور تبلیغِ دین کا کام بھی نہیں ہوسکے گا۔

(۱۰) اساتذہ اور مدرسہ کا احترام

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت تھی کہ اپنے اساتذہ اور مدرسہ کے لئے بدنامی کا سبب نہ بنو، ایسی بات اور ایسا کام ہرگز نہ کرنا جس سے مدرسہ یا آپ کے استاد بدنام ہو اور لوگ کہیں کہ اس کے اساتذہ بھی ایسے ہی ہوں گے شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس مقصد کی تعبیر کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا کرتے ''جو پگڑی تم نے ہمارے سر پر رکھی ہے اسے اتار کر نہ پھینکیں'' تو یہ بڑا نکتہ ہے کہ علم اور اہل علم کی بدنامی تمہارے ہاتھ سے نہ ہو۔

باری تعالیٰ سب کو عالم باعمل بنائے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے لگائے ہوئے اس گلشن کو شاداب اور آباد رکھے آمین

واخردعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

ضبط وترتیب مولانا اصلاح الدین حقانی

الحق: ج ۲۴ ،ش ۹ ،ص ۲۱، جون ۱۹۸۹ء

الہام کا کرشمہ

شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہٗ نے گذشتہ سال ربیع الاول کے مہینے میں جامع مسجد دارالعلوم میں تبلیغی جماعت کے ایک اجتماع سے خطاب فرمایا تھا افادہ عام کے پیش نظر شامل خطبات کیا جارہا ہے۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم أمابعد ، فقال اللّٰہ تعالیٰ
وَ الَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ (عنکبوت:٦٩)

حق کے غلبہ اور اشاعت کے لئے مجاہدہ

محترم بزرگو اور عزیز طلبہ! اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے ایک وعدے کا ذکر ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اسلام کی سربلندی کے لئے جدوجہد کرتے ہیں ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ مناسب وقت پر کامیابی کا مناسب راستہ الہام فرمائے گا اور جو لوگ اسلام کی اشاعت کرتے ہیں دین حق کے غلبہ اور اشاعت کے لئے مجاہدے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر مناسب طریقوں کا الہام فرمائے گا تمام الٰہی وعدوں کی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ بھی بلا ریب سچا اور پورا ہونے والا ہے بلکہ اس کی چند مثالیں تو ہمارے سامنے ہیں۔

جمع قرآن کا کارنامہ الہامی تھا

حضور اکرم ﷺ وفات پائے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ مقرر ہوئے ابتداء ہی میں آپ کو مسیلمہ کذاب سے ٹکر لینی پڑی اس کے ساتھ جنگ میں بے شمار حفاظ اور عظیم علماء شہید ہو گئے اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبرؓ کو الہام فرمایا کہ قرآن کے الفاظ جمع کر دو تا کہ جنگوں میں قراء اور حفاظ کی شہادت کی وجہ سے جس ضیاع کا خطرہ ہے قرآن کے جمع کرنے سے اس کا مداوا ہو سکے اس کے بعد صدیقؓ نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تو خود قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے مجھے کیا پڑی ہے کہ قرآن جمع کر دوں بلکہ اس الہامی تدبیر کے ذریعے اس نے قرآن جمع کرنے کا انتظام کیا وہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اس لئے نہیں کہا ہے کہ حفاظت کے اس وعدے پر اعتماد کر کے تم حفاظت کی اپنی کوششیں بھی ترک کر دو نہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کا یہ مطلب تھا کہ تم آرام سے بیٹھو میں اس کی حفاظت کروں گا بہر حال صدیق اکبرؓ کا یہ اقدام قرآن مجید کی حفاظت کا ایک ذریعہ بنا لیکن صدیق اکبرؓ نے قرآن کو سات لغات میں جمع کیا تھا ان میں قریش کی لغت کے علاوہ چھ دوسری لغات بھی تھیں، جن کی اجازت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوئی تھی، نیز حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مجموعہ میں اس کی وضاحت بھی نہ تھی کہ یہ لغت کس کی ہے نیز یہ کہ کونسی آیت محکم ہے کونسی منسوخ التلاوۃ ہے یہ بات بعد میں فتنہ کا سبب بننے والا تھا کہ ایک لغت والے دوسرے لغت والوں کے قرآن کو قرآن سمجھنے سے انکار کر دیں اس موقع پر حضرت عثمانؓ کو اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا اور اس نے قرآن کو لغت قریش پر جمع کیا اور مذکورہ خطرے کے سد باب کے سلسلے میں چھ دوسری لغات اور منسوخ التلاوۃ آیتیں نکال دیں اس طرح اختلافِ امت کا خطرہ ٹل جانے کے ساتھ ساتھ قرآن کی حفاظت کا دوسرا مرحلہ بھی طے ہوا یہاں پر حضرت عثمانؓ نے بھی اس بات کو درخور اعتناء نہیں سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے بلکہ یہی سوچا

ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت اور پیدا ہونے والے فتنوں کے سد باب میں کوشش کرنا بڑی سعادت اور خوش قسمتی کی بات ہے۔

تدوین فقہ الہام کا نتیجہ تھا

نشاط اسلام اور مملکت اسلامی کی وسعت کے ساتھ ساتھ نئے اور پیچیدہ مسائل پیدا ہوئے جن کا حل قرآن و سنت کی عبارت میں تو موجود نہ تھا لیکن اشارۃً النص وغیرہا میں وسعت کی وجہ سے اس کا حل وہاں موجود تھا تو اللہ تعالیٰ نے ائمہ مجتہدین کو ایک طریقہ کا الہام فرمایا کہ وہ قرآن و سنت سے مسائل کا استنباط کریں اور وقت کے ضروری مسائل کا استخراج قرآن و سنت سے کریں امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے ساتھی استنباط مسائل کے اس اہم کام کیلئے کمربستہ ہو گئے اس کام کو سرانجام دینے کے لئے سفر و حضر میں تکلیفیں جھیلیں اور درس و تدریس کے ذریعے ہزاروں شاگردوں کو دین سکھایا اشاعت دین کا یہ طریقہ بھی درحقیقت ایک الہامی طریقہ تھا۔

مدارس کا قیام ایک الہامی راستہ

پھر ان کے تلامذہ، علماء اور ان امراء اور وزراء کو جو خود بھی عالم تھے اللہ تعالیٰ نے مدارس کے قیام کا الہام فرمایا ان مدارس کو بادشاہ، وزراء اور اہل حکومت چلاتے تھے اسطرح تعلیم و تعلم کا سلسلہ کامیابی سے شروع ہوا ظاہر ہے کہ اگرچہ حصول علم بجائے خود فرض عین ہے یا بعض صورتوں میں فرض کفایہ ہے لیکن مدارس کا قیام اور ان کا نظام فرض عین ہے نہ فرض کفایہ، بلکہ زیادہ سے زیادہ اسے بدعتِ حسنہ کہہ سکتے ہیں اور اشاعت دین کا ایک الہامی راستہ اسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

تبلیغی جماعت الہام کا کرشمہ

تقریباً ایک صدی قبل تبلیغ احکام، وعظ اور اصلاح امت مختلف طریقوں سے

جاری تھا حضرت مولانا محمد الیاسؒ کو اللہ تعالیٰ نے اصلاح امت کا ایک خاص طریقہ
الہام فرمایا واضح رہے کہ اصلاح وتبلیغ فرض ہے لیکن یہ خاص طریقہ نہ تو فرض عین ہے نہ
فرض کفایہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے نزول کے بعد نئے فرائض کی کوئی گنجائش
نہیں ہے صرف مصلحت وقت اور ایک بدعت حسنہ کا درجہ اسے دیا جاسکتا ہے نیز یہ بھی
یاد رہے کہ یہ جماعت ،اسلامی مدارس کی پیداوار ہے مدارس ہی میں اس کی نشوونما ہوئی
ہے اس لئے تبلیغی جماعت ،اسلامی مدارس کا بیٹا ہے باپ نہیں لیکن اچھا اور کام کا بیٹا
ہے، وفادار بیٹا ہے اور مقصد کے لحاظ سے بہت کامیاب اور موثر طریقہ ہے مجھے خود تبلیغی
حضرات کے اس طریقہ سے کچھ زیادہ واسطہ نہیں پڑا لیکن چونکہ میں بتا چکا ہوں کہ یہ
ایک الہامی طریقہ ہے اس لئے اس کے متعدد مناقب اور فضائل ہیں آج میں صرف دس
مناقب ذکر کروں گا۔

انابت الی اللہ

اس الہامی طریق کار کے ذریعے انابت الی اللہ اور توکل علی اللہ پیدا ہوتا ہے
ان حضرات کا پہلا سبق لا الہ الا اللہ کا ہے اور اس کا مطلب اس جماعت کا ایک عامی بھی
یہ بیان کرتا ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے دوسری مخلوق کچھ نہیں کرسکتی اور انابت الی
اللہ بھی درحقیقت یہی ہے کہ دل میں یہ یقین پیدا ہو جائے کہ خدائے ذوالجلال کے
ارادے اور اذن کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا الغرض یہ جماعت توکل اور انابت کی یہ تعلیم
دیتی ہے کہ دل سے اسباب نکال کر ایک ہی مسبب پر نظر رکھے جیسے کہ علامہ ابن قیمؒ
فرماتے ہیں کہ توکل رفع اسباب کا نام ہے قلب سے نہ کہ قالب سے ہمارے طلبہ میں
یہ بات بہت کم ہوتی ہے جبکہ تبلیغ والوں کو یہ یقین نصیب ہوتا ہے بعض لوگ اس بات
میں پیچیدگیاں تلاش کرتے ہیں کہ ہر چیز خدا کیسے کرتا ہے اور کیا نماز ، روزہ اور حج وغیرہ
بھی خدا کرتا ہے لیکن ان لوگوں کو اتنا علم بھی نہیں کہ دراصل یہ بات ہر چیز خدا کے اذن و

ارادہ پر موقوف ہے قرآنی تعلیمات کا خلاصہ ہے اور تبلیغی حضرات کی مراد بھی یہی ہے کہ
اللہ تعالیٰ کے اذن وارادہ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا۔

اس پر بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ لوگ تو معطلہ ہیں لیکن درحقیقت یہ لوگ
معطلہ نہیں بلکہ متوکلہ ہیں اور تعطل اور توکل میں بڑا فرق ہے معترض لوگ یہ بھی نہیں
دیکھتے کہ تبلیغی حضرات دنیا وآخرت دونوں کی کمائی کے اعتبار سے عام لوگوں کی نسبت
بدرجہا افضل اور پیش ہیں دنیا میں عموماً مالدار اور آخرت کیلئے زیادہ محنت کرتے ہیں تو نہ
معلوم یہ کیسے معطلہ ہیں کہ اس شدت سے عبادات اور ریاضتوں میں محو رہتے ہیں بہر
حال تبلیغی حضرات کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے بیان میں ذرا وضاحت سے کام لے کہ یہ کہیں
کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے اس کے ارادہ کے بغیر نہ کوئی کام ہوتا ہے نہ کوئی سبب کارگر
ہوتا ہے اس طرح وہ اس مہمل اعتراض سے بھی بچے رہیں گے۔

انقلابی اثر

تبلیغی جماعت انسان کے اندر ایک عظیم انقلاب برپا کرلیتی ہے مثلاً اس
جماعت میں شامل ہوکر لوگ داڑھی بڑھا دیتے ہیں، نماز پابندی سے بلکہ تہجد تک پڑھنے
لگتے ہیں لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ انقلاب تبلیغ کا اثر ہے یا تغریب (جلاوطنی) کا تو
حق یہ ہے کہ یہ خاص اثر تغریب کا ہے کیونکہ وعظ ،تبلیغ اور قال اللہ اور قال الرسول تو ہم
سب کرتے ہیں لیکن ایسا انقلاب لانے سے محروم ہیں شریعت میں بھی تغریب کی مثال
زنا کے سزا کے طور پر موجود ہے یعنی جب غیر شادی شدہ شخص کے لئے زنا کی سزا سو
کوڑے مقرر ہے ساتھ ہی اسے ایک سال کے لئے جلاوطن بھی کیا جاسکتا ہے تمام ائمہ کا
اس پر اتفاق ہے اتنی بات ضرور ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ حد زنا یعنی شرعی سزا کا
جز نہیں ہے اس تغریب کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جس ماحول میں انسان جرم میں ملوث ہو چکا
ہے اس دور سے جا کر اس کی اصلاح ہو جاتی ہے تبلیغی حضرات بھی تغریب کی اس حکمت

کو مدنظر رکھ کر انسان کو کچھ وقت کے لئے اختیاری جلاوطنی کی دعوت دیتے ہیں تا کہ جو اصلاح محض تبلیغ اور وعظ سے حاصل نہ ہو، وہ گھر سے بے گھر ہو کر حاصل ہو جائے۔

علم و عمل کا سنگھم

ان حضرات کا علم اور عمل ایک ہی ڈگر پر چلتے ہیں، جو سیکھتے ہیں وہ کرتے ہیں جبکہ ہمارے طالب علم حضرات میں سے بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں ماں باپ نے علم کے لئے بھیجا ہے، عمل کے لئے کب بھیجا ہے اس کے برعکس اس جماعت کی خاصیت یہ ہے کہ یہ لوگ جتنا سیکھتے ہیں اتنا عمل کرتے ہیں۔

بعض حضرات کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ بعض اعمال ایسے بھی ہیں جن کی طرف یہ لوگ توجہ نہیں دیتے مثلاً یہ لوگ شادی شدہ ہو کر چار ماہ، سال یا اس سے بھی زیادہ مدت کے لئے گھر سے باہر جاتے ہیں حالانکہ شرعی لحاظ سے گھر والی سے چار ماہ میں صحبت ضروری ہے اور شوہر گھر سے کہیں باہر چار ماہ یا اس سے زائد مدت کے لئے جائے تو گھر والوں سے اجازت لینا لازم ہے جبکہ یہ لوگ اجازت نہ لینا ہی کمال سمجھتے ہیں لیکن یہ اعتراض درست اس لئے نہیں کہ ان حضرات کا یہ طرز عمل لاعلمی کی وجہ سے ہے اگر سمجھا دیا جائے کہ یہ اجازت ضروری ہے تو اجازت ضرور لیں گے کیونکہ وہ مسائل پر علم آنے کے بعد عمل کرنے میں پیچھے نہیں ہٹتے۔

یہاں یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ اجازت نہ لینے کے لئے یہ بہانہ بنانا غلط ہے کہ تبلیغ فرض عین ہے اور فرض عین بجالانے کے لئے اجازت ضروری نہیں اس لئے کہ پہلے میں کہہ چکا ہوں کہ اس خاص طریقہ سے تبلیغ نہ فرض عین ہے نہ فرض کفایہ، جس طرح کے مدارس عربیہ کا خاص نظام فرض نہیں، ہاں بدعاتِ حسنہ میں اسے شمار کیا جاسکتا ہے دوسری طرف اجازت لینا واجب ہے علامہ ابن ہمامؒ اور صاحب بدایع

والصنائع نے اس کی تصریح کی ہے نیز حضرت عمرؓ کا بھی اس میں اثر موجود ہے کہ آپ نے لشکر اسلامی کے امراء کو خطوط لکھے کہ وہ شادی شدہ مجاہدوں کو چار ماہ میں ایک بار گھر ضرور بھیجا کریں۔

علم نفسیات اور مزاج شناسی

اس راستے میں نکلنے والوں کو نفسیات میں مہارت حاصل ہو جاتی ہے انہیں معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم کا یہ مزاج ہے اس لئے ان سے بات کرنے کا طریقہ یہ ہوگا تھانیدار کا مزاج یوں ہے تو اسے اس طرز سے دعوت دینگے، خان، فقیر، مزدور غرض ہر طبقہ کے لوگوں کے مزاجوں کو پرکھ لیتے ہیں اور موقع کے موافق بات کرتے ہیں گویا اس کو مزاج شناسی اور نفسیات کا الہام سا ہوتا ہے ہمارے طلبہ میں یہ وصف مفقود ہوتا ہے وہ ہر کام قوت اور ڈنڈے سے کرنا چاہتے ہیں حالانکہ حضرت موسیٰ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا چونکہ موسیٰ علیہ السلام تیز مزاج اور جلالی طبیعت کے مالک تھے اس لئے اللہ تعالیٰ تنبیہ فرماتے ہیں کہ فرعون کے تکبر اور خود پسندی کی رعایت کرتے ہوئے نرمی سے بات کرو۔

قوت بیان

اس جماعت کے خاص مناقب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس جماعت کا عامی سے عامی شخص بھی ایسے مؤثر انداز میں بات کرتا ہے، کہ آدمی دنگ رہ جاتا ہے اس لئے اگر بیان، وعظ اور دعوت کا سلیقہ سیکھنا ہو تو اس جماعت میں نکل جاؤ خصوصاً ایسے مدارس کے طلبہ کے لئے جہاں آزاد انجمنوں پر پابندی ہو ضروری ہے کہ ان چلتے پھرتے انجمنوں میں شمولیت اختیار کریں یہاں وہ بہت خوبی سے بیان کا طریقہ سیکھ لیں گے۔

آداب معاشرت کا مدرسہ

اس جماعت کے لوگ زندگی کے ہر پہلو میں کام کے طریقے اور آداب سیکھ لیتے ہیں وہ مسجد میں ہو یا مدرسہ میں راستہ میں ہو یا دکان میں روٹی اور ہانڈی پکائیں یا خلا کے لئے جائیں، راستہ کے بارے میں کسی سے پوچھنا ہو یا کسی کی دعوت میں جانا ہو غرض کوئی بھی کام ہو وہ اس کے آداب جانتے ہیں۔

تبلیغی جماعت اور طلبۂ مدارس میں موازنہ

یہ ایک عجیب منظم جماعت ہے اس میں شہد کی مکھیوں جیسی تنظیم موجود ہے ایک عامی کی امارت میں ایک عالم اتباع کامل کی تصویر بنا بیٹھا ہے گاؤں سے لے کر مرکز تک وہ اصول کا اتباع کرتے ہیں ان کے اجتماعات کو دیکھو تو حیرت ہوگی کہ کس خوش اسلوبی سے وہ آنیوالوں کے لئے قیام وطعام کا بندوبست کرتے ہیں لاکھوں کی تعداد میں شرکاء کے لئے وضو کا پانی، بجلی اور دیگر ضروریات کا انتظام کرتے ہیں، میں تو اکثر کہا کرتا ہوں کہ پاکستانی میں دو جماعتوں میں کامل تنظیم موجود ہے، ایک خوش قسمت ہے تبلیغی جماعت اور ایک جماعت اسلامی ہے جو آناً فاناً سب کچھ ٹھیک کر دیتی ہے لیکن بات یہ ہے کہ جماعت اسلامی والے صحابہؓ کے مسئلہ میں کمزور ہیں اور دوسری جماعت تبلیغی جماعت ہے یہ لوگ خوش قسمت ہیں۔

تبلیغی جماعت کے برعکس ہمارے طلبہ میں تنظیم کا فقدان ہے ان کا ہر کام سراپا جھگڑا ہوتا ہے ضد اور حسد اس کی بنیاد ہوتی ہے، عظیم محدث امام نوویؒ شارح صحیح مسلم، رسول اکرم ﷺ کی حدیث إنما هلك من كان قبلكم باختلافهم في الكتاب (صحيح مسلم: ح ٢٦٦٦) کی شرح میں تصریح فرماتے ہیں کہ اعتقادیات میں اختلاف حرام ہے رہے فروعی مسائل مثلاً رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ تو ان میں اختلاف کی گنجائش ہے

بشرطیکہ اسمیں ضد اور تعصب نہ ہو اگر کوئی حنفی یا شافعی دوسرے کو حق پر شمار کرے تو درست ہے لیکن اگر حسد اور تعنت کی بناء پر اختلاف کرے تو یہ بھی حرام ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ فروعی مسائل میں اختلاف کے لئے کوئی نہ کوئی منشاء دلیل مثلاً آیت یا حدیث تو ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود بھی حرام ہے جبکہ ہمارے ان سیاسی اختلافات اور میلانات کیلئے کوئی نص اور کوئی دلیل موجود نہیں اس لئے ظاہر ہے کہ ان امور میں اختلاف اور خصوصاً بغض وعناد کو منشاء بنا کر اختلاف کرنا جائز نہیں اس کی حیثیت زیادہ سے زیادہ ایک فرعی مسئلہ کی ہو سکتی ہے اور اس کا دارومدار بھی محض رائے پر ہوتا ہے اگر اس سلسلے میں میرا فتویٰ چاہتے ہو تو سن لو کہ آپ کے یہ جھگڑے بالکل حرام ہیں لہذا محض تنظیم کی بناء پر ایک دوسرے سے دوریاں اور تحاسد وتباغض چھوڑ دو، علماء کی توہین نہ کرو اس طرح علماء کی صفوں میں اتحاد ہوگا اور ان کی بات بھی مؤثر ہوگی۔

طلباء عصری سیاست سے اجتناب کریں

رہی سیاست کی بات تو اس زمانہ کی حکومتیں نہ تو حق پسند ہیں نہ حق کا اتباع کرنا چاہتی ہیں وہ تو محض شوروشر سے مرعوب ہونا جانتی ہیں اسی طرح آج کل کے سیاستدان بھی کوئی نظریہ نہیں رکھتے، چڑھتے سورج کے پجاری ہیں۔

اداروں کے کمزور طلباء کو اس چڑیا سے سیاست سیکھنی چاہیے حکایت ہے کہ ایک درخت پر ایک چڑیا کا گھونسلا تھا ایک روز تیز بارش اور ہوا کی وجہ سے وہ درخت سے گر گئی ساتھ ہی اُپلوں کے ایک ڈھیر پر ایک گیدڑ بھی سردی کی شدت سے ٹھٹھرا ہوا بیٹھا دھوپ کھا رہا تھا کان میں ایک مینگنی بھی پھنسی ہوئی تھی اس کی نظر چڑیا پر پڑی تو اسے پکڑ لیا، چڑیا نے کہا کہ دیکھو میں چھوٹا سا پرندہ ہوں مجھے کھا کر تمہیں کچھ بھی حاصل نہ ہوگا اس لئے جو بھی تم کہو گے مجھے قبول ہوگا لیکن مجھے چھوڑ دو گیدڑ بولا تو کیا میری ہر بات مانو گی؟ چڑیا نے کہا ضرور گیدڑ نے کہا کہ پھر میں جو کہوں وہی کرو، چڑیا بولی کہو، گیدڑ نے حکم دیا کہو کہ شہزادہ بیٹھا ہے سونے کے ڈھیر پر اور کان میں سونے کی

بالی ہے‘‘ چڑیا نے تعمیل حکم کیا گیدڑ نے چھوڑ دیا تو اڑ کر قریب ہی درخت پر بیٹھی اور کہنے لگی ایک ذلیل گیدڑ بیٹھا ہے گندگی کے ڈھیر پر اور کان میں مینگنی ہے تو یہی آج کل کی سیاست ہے۔

اطاعت امیر

ان حضرات میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ امیر کی ہر بات کو بغیر چون و چرا کے مانتے ہیں جبکہ ہمارے طلبہ میں امیر کی اطاعت مفقود ہے، ہر کوئی اپنی ہانکتا ہے۔

جاذبیت

یہ تحریک ہر طبقہ اور ہر مکتب فکر کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے عوام ہوں یا علماء، امیر ہو یا غریب، وزیر ہو یا بادشاہ، جو بھی ہو ان کی مقناطیسیت کے آگے مسخر ہے، اگرچہ بعض لوگ تبلیغ میں بھی اغراض لے کر جاتے ہیں مثلاً سیاسی لوگ نیک لوگوں کے ساتھ اپنی معیت دکھلا کر اپنے انتخاب کی راہ ہموار کرنے کے لئے جاتے ہیں اس سال تو صدر بھی گیا تھا، میں تو خوش نہیں تھا اس لئے کہ یہ شخص تو اپنی اسلام پسندی ثابت کرنا چاہتا ہے اور ممکن ہے ایسا ہی ہو لیکن دوسری طرف اس شخص میں ایک عجیب خوبی ہے وہ یہ کہ جو لوگ بھی اس کے قریب ہو جاتے ہیں ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیتا ہے ابھی مسلم لیگ کو مقرب بنایا تو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا نیشنل پارٹی وغیرہ کی مثالیں آپ کے سامنے ہیں خدا تبلیغ والوں کی خیر کرے ایسا نہ ہو کہ ان میں سے بھی کچھ لوگوں کو الگ کر کے ان میں پھوٹ ڈال دے۔

گشتی شفاخانہ

بعض شفاخانے ایسے ہوتے ہیں جس میں علاج کے لئے تمہیں جانا پڑتا ہے اور ان کی نظیر آپ کے یہ دینی مدارس اور خانقاہیں ہیں تم دور دراز علاقوں سے مدارس کے پیچھے جاتے ہو لیکن تبلیغ کا یہ شفاخانہ خود لوگوں کے پیچھے پھرتا ہے تاکہ اگر کوئی بیمار قابل علاج ملے تو اس کا علاج کرے۔

مرتب: صلاح الدین حقانی

الحق: ص ۵۱-۵۷، اکتوبر، ۱۹۸۷ء

ملفوظات حضرت مفتی محمد فرید صاحبؒ

نکات، ظرائف، حقائق، معارف، دقائق اور لطائف

شیخ کی بدنامی کا سبب

فرمایا کہ ہمارے شیخ شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ اپنے بعض شاگردوں کی وجہ سے بدنام ہوئے اور اپنے ہی خیالات ونظریات کا انتساب ان کی طرف کر دیا جس کی وجہ سے آپ کی بدنامی ہوئی۔

مولانا حسین علی صاحب کے صاحبزادے سے دعا کرانا

فرمایا کہ ہم ایک دفعہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی زیارت اور ملاقات کے لئے غورغشتی گئے تھے اسی دن اتفاق سے حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ کے صاحبزادے تشریف لائے تھے نماز کے بعد حضرت نے آپ سے اجتماعی دعا کروائی اسی سلسلۂ گفتگو کے دوران فرمایا کہ مولانا غورغشتویؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے شیخ سنتوں کے بعد اجتماعی دعا فرماتے اور حیلہ اسقاط کرتے۔

پیغمبر کے لئے غیب ثابت کرنا خدا کو گالی دینے کے مترادف ہے

فرمایا کہ ایک مجلس میں پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اور مولانا حسین علی صاحبؒ کے مابین مسئلہ علم غیب پر بحث چھڑ گئی، مولانا حسین علی صاحبؒ نے پیر صاحب کو کچھ سخت الفاظ سنائے جس پر تلخی پیدا ہوگئی مولانا کے میزبان نے پوچھا کہ آپ نے کیوں اتنے سخت الفاظ کہہ دیئے آپ نے جواب میں کہا کہ پیر صاحب نے خدا کو گالی دی ہے اور خدا کے ساتھ شرک کرنا خدا کو گالی دینے کے مترادف ہے میں قرآن پاک سے نفی علم غیب رسول ﷺ ثابت کر رہا ہوں اور یہ ایک مجذوب ابن العربیؒ کی کتاب سے حضور ﷺ کے لئے علم غیب ثابت کر رہے ہیں فرمایا کہ حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ حضرت گنگوہی کے شاگرد اور پکے موحد تھے۔

أشهد أن لا إله إلا الله کے وقت انگوٹھا چومنا

مولانا فضل علی حقانی نے مفتی صاحب سے انگوٹھا چومنے کے بابت استفسار کیا تو آپ نے فرمایا کہ سعایہ میں مولانا عبدالحئی لکھنویؒ نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کا نام لیکر برائے شفائے آشوب چشم اگر انگوٹھے کو چوم لیا اور اس کو آنکھوں سے لگایا تو یہ عمل بطور شفاء جائز ہے نہ برائے ثواب اور أشهد أن لا إله إلا الله کہتے وقت انگوٹھا چومنا اور اس کو آنکھوں سے لگانا اس بارے میں کوئی صحیح روایت موجود نہیں۔

ذکر العدم اور عدم الذکر

فرمایا کہ ہمارے بعض علماء اور مفتی حضرات ذکر العدم اور عدم الذکر میں فرق نہیں کرتے حالانکہ ان دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے روایات میں جہاں کسی حکم کا تذکرہ نہیں ہوتا تو یہ لوگ اس کو ترک پر محمول کر کے اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں یہ ارشاد آپ نے دعا بعد السنة بالهيئة الإجتماعية کی بحث کے دوران فرمایا

بوٹ کا لطیفہ

فرمایا کہ بعض اوقات نماز کا وقت ہوتا ہے لیکن بوٹ پوش شخص اگر نماز پڑھنے کا ارادہ بھی کر لیتا ہے تو پھر دل میں کہتا ہے کہ جاؤ! بعد میں نماز پڑھ لوں گا اب کون پاؤں سے بوٹ اتارے یہ بات آپ نے تسموں والے بوٹوں کے متعلق فرمائی اور پھر از راہ مزاح فرمایا کہ یہ بھی انگریزوں کی ایک چال ہے اور ان بوٹوں کے ذریعہ مسلمانوں میں نماز کے سلسلہ میں سستی اور تہاون پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

قرآن پاک کی حرمت اور تعظیم

فرمایا کہ ہم جب حج بیت اللہ کے لئے گئے تھے تو وہاں پر بعض عرب قرآن پاک کی تلاوت کر کے پھر اس کو تپائی پر نہیں رکھتے تھے بلکہ اس طرح زمین پر رکھ لیتے ایک دفعہ ایک عرب نے جو کہ میرے پاس بیٹھا تھا تلاوت کر کے قرآن پاک کو بجائے اس تختی اور تپائی کے زمین پر رکھا ایک آدمی نے وہ قرآن پاک اٹھایا اور اس کو اپنی چادر پر رکھا جس پر وہ عرب غصہ ہوگیا اور کہا کہ زمین حرم آپ کی چادر سے زیادہ محترم اور پاک ہے۔

غیر مقلدین کے پاس کون جاتے ہیں؟

فرمایا کہ غیر مقلدین کے پاس وہ لوگ جاتے ہیں جنہوں نے اپنی بیویوں کو تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دی ہوں تو اس صورت میں بیوی اور خاوند کے درمیان طلاق مغلظ ہے اور حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ کے بغیر عورت اپنے سابقہ شوہر کے عقد میں نہیں آسکتی البتہ غیر مقلدین کے نزدیک یہ طلاق ایک طلاق کے حکم میں ہے جس کی وجہ ان کے ہاں یہ طلاق مغلظ نہیں بلکہ رجعی ہے تو ایسا شوہر جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی

ہوں جب علماء احناف سے مایوس ہو جاتے ہیں تو پھر ان کے ہاں جا کر وہ اس کے لئے بغیر نکاح زوج غیر کے اپنی مطلقہ بیوی کے ساتھ اس کا نکاح پڑھاتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ غیر مقلدین کے طریقے پسند کرتے ہیں جن پر بیس رکعت تراویح بوجھ ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ غیر مقلدین کا طریقہ بہت اچھا اور آسان ہے اس لئے کہ کون بیس رکعت تراویح پڑھے گا بس آٹھ رکعت پڑھنے کے بعد ذمہ فارغ۔

غیر مقلد کے سامنے مناظرہ

فرمایا کہ علاقہ چھچھ میں مولانا حسین علی صاحب قدس سرہ کے ایک شاگرد غیر مقلد ہو گئے تو ہمارے شیخ مولانا غورغشتویؒ اس کے ساتھ مناظرہ کے لئے تشریف لے گئے حضرت الشیخ صاحبؒ نے فرمایا کہ اس غیر مقلد نے مولانا حسین علی صاحبؒ سے میری شکایت کی کہ میرے ساتھ مناظرہ کے لئے آیا تھا حالانکہ ہم دونوں تو ایک ہی شیخ کے شاگرد ہیں۔

بیت اللہ شریف کا احترام

بیت اللہ شریف کی تعظیم اور احترام کا ذکر چھڑا تو آپ نے فرمایا کہ میں حج بیت اللہ کے لئے گیا تھا تو وہاں پر ایک عرب میرا ساتھی تھا وہ جب مسجد حرام میں سوتا تھا تو کعبۃ اللہ کی طرف پاؤں دراز کرتا تھا میں جب اس کو ہلاتا کہ کعبۃ اللہ کی طرف پاؤں نہ پھیلاؤ تو وہ غصہ کی حالت میں خود کلامی کرتا اور مجھے گھور کر دیکھتا۔

فرمایا: کہ بیت اللہ شعائر اللہ میں سے ہے اور شعائر اللہ کی تعظیم از روئے نص لازم ہے وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (الحج: ۳۲)

آج کل اولاد والد کو چوکیدار سمجھتی ہے

ایک لڑکا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے استفسار کیا کہ میرے والد کے مال میں میرا کتنا حصہ ہے حالانکہ اس کا باپ زندہ ہے مفتی صاحب نے ان کو فرمایا کہ یہ سوال کیوں پوچھ رہے ہو؟ اس نے کہا کہ وہ مجھے اپنا شرعی حق اور حصہ نہیں دیتا مفتی صاحب نے ان کو کہا کہ وراثت تو مرنے کے بعد ورثا میں تقسیم کی جاتی ہے ابھی تو آپ کا والد زندہ ہے فرمایا کہ آج کل اولاد نے اپنے باپ کو چوکیدار کی حیثیت دی ہے کہ یہ ہمارے مال کا چوکیدار ہے۔

بعض لوگ اپنے باپ پر شرماتے ہیں

فرمایا کہ ایک دیہاتی سادہ لوح آدمی کا بیٹا فوج میں بہت بڑا آفیسر تھا شہر میں اس کی بڑی کوٹھی تھی اور چوکیدار اور خادم وغیرہ بھی تھے ایک دفعہ والد اپنے بیٹے کے پاس شہر گیا جب ان کی کوٹھی پر پہنچا تو چوکیدار سے اس کے بارے میں پوچھا پھر اس کا بیٹا دروازہ پر آیا اس کو اپنے ساتھ بیٹھک لے گیا پھر اس کا بیٹا گھر چلا گیا اور چوکیدار اس کے والد کے ساتھ باتیں کرتا رہا باتوں باتوں میں چوکیدار نے اس سے پوچھا کہ بابا !ہمارے صاحب کے ساتھ آپ کا کیا تعلق ہے؟ بابا نے کہا کہ میرا بیٹا ہے چوکیدار حیرانگی سے بابا کی طرف دیکھتا رہا اور کہا کہ اچھا آپ ہمارے صاحب کے والد ہیں؟ بابا نے کہا کہ ہاں میں نے کہا نا کہ یہ میرا بیٹا ہے چوکیدار نے کہا میں نے ان سے پوچھا تھا کہ یہ بابا کون ہے؟ تو صاحب نے کہا تھا کہ یہ میرے والد کے دوست ہیں اس پر بابا بہت غصہ ہوئے اور کہا کہ اچھا اس نے یہ کہا تھا کہ یہ میرے والد کے دوست ہیں اپنے صاحب سے کہو کہ میں ان کے والد کا دوست نہیں اس کی والدہ کا آشنا ہوں۔

فرمایا عجیب لوگ ہیں معمولی ترقی ہو جاتی ہے، افسر بن جاتے ہیں تو اپنی

اوقات بھول جاتے ہیں پھر اپنے باپ پر شرماتے ہیں حالانکہ اسی باپ کے خون پسینے سے آج یہ افسر بن گئے ہیں۔

این جی اوز کی مخالفت

آج کل ملک میں این جی اوز کے خلاف عوامی احتجاج زوروں پر ہے اسی سلسلہ میں آپ سے استفسار کیا گیا تو فرمایا کو علماء کو چاہئے کہ ان اداروں کی بھر پور مخالفت کریں یہ لوگ امداد اور خدمت خلق کے نام پر لوگوں میں بے حیائی پھیلا رہے ہیں اور ان کی اکثر اہل کار اپنے ملک کیلئے جاسوسی کرر ہے ہیں پھر فرمایا کہ ان کی مخالفت کیلئے صرف ایک ہی عالم بھی کافی ہے مولانا غلام غوث ہزارویؒ فرمایا کرتے تھے کہ پارلیمنٹ میں صرف ایک عالم بھی کافی ہے کہ شور مچائے اور انہوں نے اس کی مثال زنبور (بھڑ) کے ساتھ دی کہ ایک زنبور ایک آدمی کی شلوار میں گھس گئی وہ بیچارہ بہت کوشش کر رہا تھا کہ شلوار سے وہ زنبور نکل جائے لیکن وہ نہیں نکلی بالآخر وہ شخص شلوار اتارنے پر مجبور ہوا۔

ضبط وترتیب: مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب

خطبات

مولانا مفتی محمد یوسف بونیری صاحبؒ

مولانا مفتی محمد یوسف بونیری صاحبؒ

تعارف

منقولات ومعقولات پر دسترس رکھنے والے بہترین مدرس، مسائل پر گہری نظر رکھنے والے جید مفتی انشاء وتحریر کے ماہر دارالعلوم حقانیہ میں تقریباً سولہ سال تک تدریس وافتاء کے خدمات انجام دیتے رہے مدت تدریس از ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ تا رمضان ۱۳۸۴ھ ہے احقر کے بھی ممتاز اساتذہ میں سے تھے مولانا مودودیؒ کے تحریرات سے اتنے متاثر ہوئے کہ ان کے وکیل اور ترجمان بنے اور ان کے دفاع میں وہ وہ تاویلات تراشے کہ اہل حق حیران رہ گئے جو بسااوقات مالا یرضیٰ بہ قائلہ کے زمرے میں آئے یہ صورتحال بالآخر انہیں دارالعلوم سے الگ کرانے پر منتج ہوئی ضلع بونیر کے باشندہ تھے اور وہیں تدفین ہوئی حق تعالیٰ ہمارے اس محترم مشفق استاذ سے عفو ودرگزر کا معاملہ فرمائے...... (س)

اسلام کے عائلی نظام اور مغرب زدہ طبقوں کی ریشہ دوانیاں

دارالعلوم حقانیہ کے بورڈ کی طرف سے شادی کمیشن کی سفارشات پر تنقید وتبصرہ

تقریباً نصف صدی قبل ۱۹۵۶ء میں مغربی اور سیکولر لابیوں سے مرعوب روشن خیالوں نے اسلام کے عائلی نظام نکاح' طلاق' تعدد ازدواج میں اصلاح کے نام پر ایک شادی کمیشن قائم کیا جو اس سارے نظام کے بارہ میں سفارشات پیش کرے، ان سفارشات پر ملک بھر میں تنقید کا ایک طوفان اٹھا کمیشن کے ایک غیرت مند رکن ،جید عالم دین مولانا احتشام الحق تھانوی مرحوم نے اختلافی نوٹ میں سفارشات کا مدلل توڑ کیا' انہی سفارشات کے نتیجہ میں اس وقت کے ڈکٹیٹر فوجی سربراہ صدر ایوب نے موجودہ عائلی قوانین نافذ کئے جو اب تک رائج ہیں' کمیشن نے ان سفارشات کے بارہ میں دارالعلوم حقانیہ سے بھی رائے مانگی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ نے اس وقت کے مفتی اور جید استاد مولانا مفتی محمد یوسف بونیری قدس سرہ کی نگرانی میں اساتذہ کا ایک بورڈ قائم کیا' جو ان سفارشات پر اپنی رائے اور تنقید وتبصرہ کرے' مولانا مفتی محمد یوسف مرحوم نے حضرت شیخ الحدیث اور دیگر اساتذہ کے مشاورت سے مفصل تنقیدی جواب لکھا' جس پر اس وقت کے صدر المدرسین استاذی مولانا عبدالغفور سواتیؒ نے بھی دستخط ثبت کئے ۵۰ سال قبل کی یہ عالمانہ اور وقیع تحریر میرے مسودات میں محفوظ تھی روشن خیالوں کے ہاں آج بھی انہی مسائل کو مشق تنقید بنانے کا سلسلہ جاری ہے' اس لحاظ سے یہ تحریر فتنہ پردازوں کیلئے آج بھی تازہ ہے (س)

شادی کے متعلق حکومتی قوانین

حکومت نے شادی کے متعلق قوانین کے لئے ایک کمیشن بنایا تھا' جس نے چند سفارشات پر مستقل ایک رپورٹ پیش کی ہے' رپورٹ کا مکمل متن اگرچہ ہمارے

سامنے نہیں ہے اور ہر چند کہ اس کے شائع کرانے کی کوشش کی گئی‘ مگر تا حال منظر عام پر
نہ آسکی‘ اس کے بعض دفعات اخبارات میں شائع کئے جاچکے ہیں‘ اور ملک کے مختلف
مکاتب فکر کی طرف سے ان پر اظہار خیال بھی کیا گیا ہے۔

مسلمانان پاکستان ہر نئی تبدیلی کی ابتداء میں اس بات کے متمنی رہتے ہیں کہ
ملک کا سربراہ اور بااقتدار طبقہ جس کے ہاتھ میں ملک کے اختیارات ہیں‘ قومی اور ملی
مسائل کو حل کرنے کے لئے کوئی مفید پروگرام مرتب کرکے اب کی دفعہ اس کو کامیاب
بنانے کے لئے ایسا لائحہ عمل اختیار کریں گے جس سے تمام مسائل حل ہو کر مشکلات رفع
ہوجائیں گی‘ مگر بدقسمتی سے ہر دور میں مایوسی کے سوا کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا‘
دستور بننے کے بعد قوی امید تھی کہ اب یہ حضرات ایمانداری اور دیانت سے کام کرکے
جلد از جلد دستور کے مطابق اسلامی قوانین کو کتاب وسنت کی روشنی میں مرتب کرکے ملکی
نظام کی تعمیر نو اس کے مطابق کریں گے‘ لیکن شادی کمیشن کی سفارشات نے قوم کی
توقعات کو خاک میں ملا دیا سفارشات کی بعض دفعات کو اخبارات میں پڑھ کر حد درجہ
تعجب ہوا کہ ایک طرف اسلامی جمہوریہ پاکستان کی جانب سے قوم کو یہ اطمینان دلایا
جارہا ہے کہ ”کوئی قانون کتاب وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا“ اور دوسری طرف
ایسے دفعات کو قانونی حیثیت دینے کی سفارشات کی جارہی ہیں جن کا نہ صرف کتاب
وسنت میں نام ونشان نہیں‘ بلکہ وہ اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی بھی ہیں، عہد نبوی ﷺ
سے لے کر آج تک امت مسلمہ کے تعامل پر جتنی دوریں گزر چکی ہیں‘ ان میں سے کسی
ایک دور کی بھی نشاندہی نہیں کی جاسکتی ہے کہ اس دور میں شدید سے شدید تر اختلافات
اور سیاسی انقلابات کے باوجود ان دفعات کی طرف امت میں سے کسی نے التفات بھی
کیا ہو آخر قول وعمل کا تضاد کب تک رہے گا أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ
لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ (الحدید: ۱۶)

اس سے بڑھ کر قابل افسوس بات یہ ہے کہ سفارشات کے متعلق بعض ان خواتین اور

بیگمات نے جن کی ساری زندگی لندن اور امریکہ کے تفریحی تقریبات میں گزر چکی ہے
اور اسلام کا صحیح علم نہیں رکھتی ہیں یہ رائے ظاہر کردی ہے کہ یہ رپورٹ اسلام کے مطابق
اور پاکستانی عورتوں کے مشکلات کے حل کے لئے کامیاب اقدام ہے ہماری رائے
سفارشات کے شائع شدہ دفعات کے متعلق کتاب وسنت اور چودہ سو سال کے تعامل
امت کی روشنی میں قطعی طور پر یہ ہے کہ کمیشن نے اپنی سفارشات میں اسلامی شریعت کو
یکسر نظر انداز کردیا ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جن دفعات کو ہم قابل تنقید
سمجھتے ہیں ان پر بقدر ضرورت تبصرہ کریں تاکہ کمیشن حکومت اور عامۃ الناس پر واضح
ہوجائے کہ ایسے دفعات کتاب وسنت پر مبنی عائلی قوانین کے لئے تو سفارشات نہیں بن
سکتی ہیں البتہ ہوا پرست لوگوں کی خواہشات پورا کرنے کیلئے ایک چال ضرور ہے جو
مسلمانوں کے ایمانی جذبات سے کھیلا جارہا ہے، ذیل میں وہ دفعات نمبروار برائے تبصرہ
کے ذکر کئے جاتے ہیں‘ جن کو ہم کتاب وسنت کے منافی سمجھتے ہیں۔

دفعہ (۱) کوئی شخص عدالت کی منظوری کے بغیر پہلی بیوی کی زندگی
میں دوسری شادی نہ کرسکے گا: تنقید وتبصرہ

اسلامی شریعت نے عقد اول اور عقد ثانی وثالث ورابع میں کوئی فرق نہیں کیا ہے ان
سب کی کھلی اجازت ہے اگر عقد اول کسی عدالت کی اجازت کیساتھ مشروط نہیں ہوسکتا تو ثانی
کیا ثالث ورابع بھی نہیں ہوسکتا کہ اس طرح کی سفارشات اسی صورت میں قابل غور ہوسکتی
ہیں جبکہ پہلے یہ تسلیم کرلیا جائے کہ تعدد ازواج ایک برا فعل ہے جن کو اگر نہ روکا جاسکا تو کم
از کم اس پر پابندیاں ہی عائد ہونی چاہیں لیکن یہ اسلام کے فلسفہ قانون کا نظریہ نہیں بلکہ
مسیحی فلسفہ قانون کا نقطہ نظر ہے اسلئے اسلامی قانون کی بحث میں ایسی سفارشات پیش کرنا
جن کا بنیادی تصور ہی اسلام کے تصور سے مختلف ہو بالکل اصولاً غلط ہے۔

اسلام اور تعدد ازدواج

ہماری قوم کی انتہائی بدقسمتی یہ ہے کہ اس میں اب بھی ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جو اسلام کو اپنا مذہب تسلیم کر کے پھر بھی اسلامی نظریات کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں بلکہ مسیحی یورپ سے مرعوب ہوکر مغربی نظریات پر ایمان رکھتے ہیں ،تعدد ازدواج مذہب اسلام میں نہ صرف جائز بلکہ بعض تمدنی اور اخلاقی مصالح کی بناء پر مستحسن اور مطلوب بھی ہے مگر مسیحی یورپ کے مقلدین مغربیت سے متاثر ہوکر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام میں تعدد ازدواج ایک قبیح فعل ہے جس کے روکنے کے لئے ہر ممکن سے ممکن تدبیر اختیار کرنی چاہیے اگر ہم یوں کہیں کہ سفارشات میں یہ دفعہ رکھی ہی اس لئے ہے کہ اس کو قانونی حیثیت دے دینے کے بعد تعدد ازواج کو عملاً منسوخ کر دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا ذیل میں مسئلہ تعدد ازواج کی مختصر توضیح کیجاتی ہے تا کہ یہ غلط فہمی دور ہو جائے کہ اسلام میں تعدد ازواج ایک ممنوع فعل ہے۔

کتاب اللہ اور تعدد ازواج

قرآن کریم نے صریح لفظوں میں تعدد ازواج کی اجازت دی ہے اور متعدد بیویوں کے درمیان عدل کرنے کا حکم دیا ہے البتہ اگر ظلم اور بے انصافی کا اندیشہ ہو تو ظلم کے خطرے سے بچنے کیلئے چاہئے کہ ایک ہی بیوی سے شادی کر لی جائے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (النسآء: ۳)

"اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے ساتھ (جبکہ تم انہیں اپنے نکاح میں

لاؤ گے) انصاف نہ کر سکو گے تو عورتیں (ان کے علاوہ) تمہیں پسند ہوں ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کرو لیکن اگر تمہیں خوف ہو کہ ان کیساتھ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو"

اسی مسئلہ کے متعلق سورت النساء کی انیسویں (۱۹) رکوع کی ایک آیت یہ بھی ہے:

وَ لَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَ لَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ (النساء:۱۲۸)

"دو بیویوں کے درمیان (قلبی محبت اور طبعی رجحانات میں) عدل کرنا تمہارے بس میں نہیں ہے اگر چہ تم اس پر بہت حریص کیوں نہ ہو (قانون الٰہی کی رو سے تم اس کے مکلّف ہی نہیں ہو جس عدل کے تم مکلف ہو وہ عدل کرنا ہے ظاہری حقوق زوجیت میں اس لئے اس میں) ایک بیوی کی طرف سے اس طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو معلق چھوڑ دو"

بلکہ تمام بیویوں کے ساتھ عدل و انصاف کرو دونوں آیتوں سے واضح طور پر تعدد ازواج کے متعلق جو احکام ثابت ہوئے ہیں وہ یہ ہیں:

☆ ایک سے لیکر چار تک بیویاں رکھنا ہر اس شخص کے لئے جائز ہے جو ان کے ساتھ عدل کے ساتھ قائم رہ سکتا ہو بلکہ اقامت عدل کی غرض سے یہ فعل اور بھی مستحسن ہو جاتا ہے۔

☆ جو شخص متعدد بیویوں سے نکاح کرے اس پر ان بیویوں کے درمیان اقامت عدل ازروئے قانون شرعی واجب اور لازم ہے۔

☆ متعدد بیویوں میں سے کسی ایک کی طرف ظاہری حقوق زوجیت کی ادائیگی میں اسطرح جھک جانا جیسے دوسری بیوی کے حقوق زوجیت تلف ہوں حرام ہے۔

تعجب ہے کہ ایسی صریح اجازت دربارۂ تعدد ازواج اور اس کے تفصیلی احکام
کے باوجود جو لوگ مغربی نظریات پر ایمان رکھنا اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے ہیں وہ الٹا
ان آیتوں سے یہ ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں کہ تعدد ازواج اسلام کی نظر
میں ایک مکروہ رسم ہے چنانچہ یہ حضرات کہتے ہیں کہ قرآن کریم کا اصل مقصد تعدد
ازواج کے طریقے کو مٹانا تھا مگر چونکہ یہ طریقہ بہت رواج پاچکا تھا اسلئے اس پر پابندیاں
عائد کر کے چھوڑ دیا گیا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن کریم اگر چہ ایک طرف عدل کے شرط
کے ساتھ تعدد ازواج کی اجازت دیتا ہے لیکن عدل کو دوسری طرف جیسا کے سورۃ
النسا کی آیت میں مصرح ہے ناممکن قرار دے کر اس اجازت کو عملاً منسوخ کر دیتا ہے
اس سے ملی جلی بات یہ بھی ہے جو حال ہی میں بعض حضرات کی طرف سے بصورت
استدلال پیش کی گئی ہے وہ یہ کہ قرآن کریم تعدد ازواج کی اجازت کو حقوق یتامیٰ کی
حفاظت سے وابستہ کر دیتا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حقوق یتامیٰ کی حفاظت کا
سوال اگر نہ ہو تو یہ اجازت خود بخود منسوخ ہو جائے گی لیکن ایسی باتیں وہی لوگ کر سکتے
ہیں جو اسلامی تعلیمات سے ناواقف یا مسیحیت سے مرعوب ہوں یا ذہنی غلامی میں مبتلا
ہوں قرآن شریف نے تعدد ازواج کے بارے میں کہیں بھی اشارۃً یا کنایۃً ایسا لفظ
استعمال نہیں کیا ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکے کہ قرآن کریم تعدد ازواج کے طریقے کو
مٹانا چاہتا ہے یا یہ ایک قبیح رسم ہے بلکہ اس کے برعکس صریح لفظوں میں اجازت دیتا ہے
البتہ عدل کو تعدد ازواج کی صورت میں ضروری قرار دیتا ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا
قطعاً غلط ہے کہ تعدد ازواج خود ممنوع یا مکروہ فعل ہے اس طرح اس بات کی حقیقت بھی
ایک مغالطہ سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ تعدد ازواج کی اجازت کے لئے قرآن کی رو سے
عدل شرط ہے اور اس کو قرآن خود آیت وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ میں

غیر ممکن قرار دے کر تعدد ازواج کی اجازت کو عملاً منسوخ کر دیتا ہے کیونکہ اس آیت
سے تعدد ازواج کی اجازت کو منسوخ کر دینا مقصد ہوتا تو بجائے فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ
الْمَيْلِ اس مقصد کیلئے یہ لفظ زیادہ صریح اور موزوں ہوتا کہ فلا تنکحوا الا واحدۃ یعنی
چونکہ تعدد ازواج مشروط بالعدل ہے اور عدل تمہارے بس میں نہیں ہے اس لئے ایک
سے زائد بیویوں کے ساتھ سرے سے نکاح مت کرو لیکن اس لفظ کو چھوڑ کر فَلَا تَمِيْلُوْا
كُلَّ الْمَيْلِ کا لفظ لانا ایک قسم کی تصریح ہے اس بات پر کہ تعدد ازواج کو منسوخ نہیں کیا
جاتا ہے بلکہ ظلم کے دروازوں کو بند کیا جا رہا ہے نیز آیت سے مطلب نکالنا کہ تعدد
ازواج کو منسوخ کیا جارہا ہے اس لئے بھی غلط ہے کہ عدل کی دو قسمیں ہیں ایک عدل
ہے ظاہری حقوق زوجیت میں دوسرا عدل ہے قلبی محبت اور طبعی رجحانات میں یہ غیر ممکن
نہیں بلکہ انسان کا مقدور اور تعدد ازواج کی صورت میں شرعاً مطلوب بھی ہے اور اس کا
انسان مکلّف بھی بنایا گیا ہے۔

☆ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (المائدہ: ۸)

☆ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ (شوریٰ: ۱۵)

☆ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا (المائدہ: ۸)

اس لئے تعدد ازواج ظاہری حقوق زوجیت میں عدل کے ساتھ نہ صرف جائز
بلکہ اقامت عدل کی غرض سے مطلوب اور مستحسن بھی ہو جائے گا اور سورۃ النسآء کی
دوسری آیت میں جو عدل غیر ممکن قرار دیا گیا ہے وہ عدل ہے قلبی محبت اور رجحانات میں
اور یہ شرط نہیں ہے تعدد ازواج کی اجازت کے لئے، تو اس کے غیر ممکن ہونے سے تعدد
ازواج کس طرح منسوخ ہو سکے گا رہا یہ کہ تعدد ازواج چونکہ حقوق یتامیٰ کی حفاظت سے
وابستہ کر دیا گیا ہے لہٰذا اگر حقوق یتامیٰ کا سوال نہ ہو وہاں یہ اجازت خود بخود منسوخ ہو

جائے گی یہ بھی قرآن کریم کے اسلوب بیان اور طرز تعلیم سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے قرآن کریم میں بکثرت ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں ایک حکم بیان کرنے کے ساتھ ان حالات کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن میں اس حکم کے بیان کی حاجت پیش آئی ہے یا جن میں اس کی ضرورت پیش آسکتی ہے لیکن حکم ان حالات کے ساتھ وابستہ اور مخصوص نہیں رہتا بلکہ دوسرے تمام حالات میں بھی اس حکم پر عمل کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہوتا ہے مثال کے طور پر سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۳ میں فرمایا گیا ہے ''اگر تم سفر پر ہو اور (قرض کی دستاویز لکھنے کے لئے) تم کو کاتب نہ ملے تو پھر رہن بالقبض ہونا چاہئے'' کیا کوئی آدمی اس کا یہ مطلب لے سکتا ہے کہ اسلامی شریعت میں رہن بالقبض کا جواز صرف سفر اور کاتب نہ ملنے کی حالت کے ساتھ مخصوص اور وابستہ ہے اسی سورۃ النساء کی چودہ رکوع کی پہلی آیت میں فرمایا گیا ہے ''جب تم سفر میں ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز میں سے کچھ کم کرو اگر تم کو خوف اس بات کا ہو کہ دشمن کافر تمہیں فتنہ میں ڈالیں گے'' کیا اسے کوئی اسلامی قانون سے واقفیت رکھنے والا شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ سفر کی حالت میں مسافر کے لئے قصر نماز کا حکم اس حالت ہی میں ہوگا جب کہ اس کو یہ خوف کہ دشمن اس کو ستائے گا اور امن کی حالت میں اس کے لئے قصر جائز نہیں؟ ان مثالوں سے یہ بات آسانی سے سمجھ آسکتی ہے کہ تعدد ازواج کی اجازت جس آیت میں بیان ہوئی ہے اس کے ساتھ حقوق یتامیٰ کا ذکر کرنے کا مقصد اس اجازت کو صرف اس حالت کے ساتھ مخصوص اور وابستہ کر دینا نہیں ہے جبکہ یتامیٰ کا کوئی معاملہ درپیش ہو بلکہ تعدد ازواج کی عام اجازت کے نزول کے وقت چونکہ یہ حالت موجود تھی کہ یتیم لڑکیوں کے حقوق تلف کئے جاتے تھے اس لئے تعدد ازواج کی اجازت کے ساتھ اس کا ذکر بطور ایک امر واقعہ کے کیا گیا چنانچہ صحیح حدیث میں اس آیت کا پس منظر حضرت عائشہؓ کی روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ

زمانہ جاہلیت میں جن لوگوں کی سرپرستی میں ایسی یتیم لڑکیاں ہوتی تھیں جن کے پاس والدین کی چھوڑی ہوئی کچھ دولت ہوتی تھی وہ ان لڑکیوں کے ساتھ مختلف طریقوں سے ظلم کرتے تھے اگر لڑکی مالدار ہونے کے ساتھ خوبصورت بھی ہوتی تو یہ لوگ مہر ونفقہ ادا کئے بغیر اس سے نکاح کر کے اس کے مال و جمال سے فائدہ اٹھاتے اور اگر وہ لڑکی بدصورت ہوتی تو یہ لوگ نہ خود اس سے نکاح کرتے نہ کسی دوسرے سے اس کا نکاح ہونے دیتے تا کہ دوسرا کوئی شخص ان سے اس کا حق طلب نہ کرے کبھی خود ان سے نکاح تو کرتے مگر بدصورتی کی وجہ سے بجائے حسن سلوک کے ان کے ساتھ ظلم کرتے تھے اس پر ارشاد ہوا کہ اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کر کے انصاف نہ کرسکو گے تو دوسری عورتیں دنیا میں کچھ کم نہیں ہیں ان میں سے جو تمہیں پسند آئے ان کے ساتھ نکاح کرو اس سے صاف ظاہر ہے کہ حقوق یتامیٰ کا ذکر صرف بطور ایک امر واقعہ کے کیا گیا ہے نہ برائے تخصیص۔

الحاصل قرآن کریم کی رو سے یہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ تعدد ازواج ایک مکروہ فعل اور رسم قبیح ہے تا کہ اس پر ایسی دفعات کے ذریعے پابندی عائد کی جائے جو سفارشات میں موجود ہے۔

سنت رسول ﷺ اور تعدد ازواج

کتاب اللہ کے بعد سنت رسول ﷺ کی طرف ہم رجوع کرتے ہیں تو وہاں بھی کوئی ایسی چیز ہمیں نہیں ملتی ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکے کہ تعدد ازواج سنت کی رو سے مکروہ فعل اور قبیح رسم ہے بلکہ اس کے برعکس متعدد روایات میں یہ تصریح ملتی ہے بلکہ حضور ﷺ نے خود بھی تعدد ازواج پر عمل کیا ہے اور اس امت کو بھی اس پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ذیل میں وہ روایات نقل کی جاتی جو اس مسئلہ سے متعلق ہیں۔

(۱) عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ ﷺ أقبض عن تسع نسوة و كان يقسم منهن لثمان (متفق عليه مشكوة ج ٢ ص ٢٧٩)

"ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ انتقال کے وقت حضور ﷺ کی نو بیویاں تھیں جن میں سے حضور ﷺ آٹھ کے درمیان اپنی زندگی تقسیم کیا کرتے تھے"

یعنی جس بیوی کی باری ہوتی تھی حضور ﷺ اسی کے ہاں رات گزارتے تھے اسی کو اسلامی شریعت میں قسم کہا جاتا ہے۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ قرآن شریف سے تعدد ازواج کی جو اجازت ثابت ہوئی تھی حضور ﷺ نے اس اجازت کے ماتحت متعدد بیویوں سے خود بھی نکاح کیا تھا البتہ قرآن میں چونکہ حضور ﷺ کے حق میں تعدد ازواج کی اجازت کو چار کی حد تک محدود نہیں کیا تھا بلکہ اس سے زائد کی اجازت دی تھی اسلئے حضور ﷺ نے اس پر عمل کیا، اسی کو حضور ﷺ کی خصوصیت میں شامل کیا گیا ہے اور امت کے حق میں یہ اجازت چونکہ چار کی حد تک ہے اس لئے چار سے زائد شادیاں کرنا امت کے لئے با لاجماع حرام قرار دیا گیا ہے ،رہے چار تو اس میں حضور ﷺ اور امت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے یہ اجازت سب کے لئے ہے اور اسی کے ماتحت حضور ﷺ نے خود امت کی تعلیم کی تعدد ازواج پر عمل کیا ہے:

(۲) عن أبى قلابة عن أنس قال من السنة اذا تزوج الرجل البكر على الثيب أقام عندها سبعا وثم واذ تزوج الثيب اقام عندها ثلثا ثم قسم قال ابو قلابة ولو شئت لقلت ان انسارفعه الى النبى ﷺ (متفق عليه ۔ مشكوة ج ٢ ص٢٧٩)

"ابو قلابۃ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت انسؓ نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر ایک شخص کے نکاح میں پہلے سے شادی شدہ عورت موجود ہو اور بعد میں کنواری یعنی غیر

شادی شدہ عورت کے ساتھ بھی نکاح کرے تو سنت طریقہ یہ ہے کہ غیر شادی شدہ نئی بیوی کے پاس سات راتیں گزار کر پھر دونوں کے درمیان باری مقرر کر دے اور اگر شادی شدہ عورت سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین راتیں گزاریں پھر دونوں کے درمیان باری مقرر کر دے ابو قلابۃ کہتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ حضرت انسؓ نے اس حدیث کو مرفوع کر کے بیان کیا ہے"

(۳) عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ يقسم (بين النسآء) فيعدل ويقول اللهم هذا قسمى فيما أملك فلا تلمنى فيما تملك ولا أملك (ترمذی: ح ٤٣٦)

"ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ عدل کے ساتھ اپنی بیویوں کے درمیان شب باشی کی قسمت کیا کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ خداوندا! میرے بس میں اگر ہے تو یہی قسمت ہے جس کو میں عدل کیساتھ اپنی بیویوں کے درمیان اختیار کر رہا ہوں لیکن قلبی محبت میں عدل چونکہ قبضۂ قدرت سے باہر ہے اس کے مالک آپ ہی ہیں اسلئے اسمیں کمی بیشی پر میرا مواخذہ نہ فرما"

(۴) عن ابی هريرة عن النبیﷺ قال اذا كانت عندالرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيٰمة وشقه ساقط (رواه الترمذیؒ مشكوة ج٢ ص٢٧٩)

"ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے نکاح میں دو بیویاں موجود ہوں اور اس نے (ظاہری حقوق زوجیت میں) دونوں کے درمیان عدل نہیں کیا ہو تو قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں اسکی پیشی اس حال میں ہوگی کہ اس کا آدھا حصہ (خشک ہو کر) گر گیا ہوگا"

(۵) وعن ابن عمرؓ أن غيلان بن سلمة الثقفي أسلم وعنده عشر نسوة (في الجاهلية فاسلمن) فقال له النبي ﷺ أمسك أربعا و فارق سائرهن (صحيح ابن حبان: ح ٤١٥٧)

"ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ غیلان ثقفی کے نکاح میں جاہلیت کے زمانے سے دس بیویاں تھیں جب وہ اسلام لائے تو عورتیں بھی آپ کے ساتھ مسلمان ہو گئیں آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ چار کو رکھو اور باقی چھوڑ دو"

(۶) وعن نوفل بن معاويةؓ قال أسلمت و تحتي خمس نسوة سألت النبي ﷺ فقال فارق واحدة وأمسك أربعا

(شرح السنة بحوالہٗ مشكوٰة ج٢ ص٢٧٤)

"نوفل بن معاویہ خود کہتے ہیں کہ میں جب اسلام لایا تو میرے نکاح میں پانچ بیویاں موجود تھیں حضور ﷺ سے جب میں نے پوچھا کہ آپ نے فرمایا کہ چار رکھو اور ایک چھوڑ دو"

روایات کا ماحصل

مذکورہ بالا روایتوں سے حسب ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے جن سے مسئلہ تعدد ازواج کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے اور ایک اسلام پسند شخص کیلئے اس مسئلہ میں بشرطیکہ وہ مغربی نظریات سے مرعوب نہ ہو ادنیٰ سے ادنیٰ تردد کی بھی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے۔

نمبر(۱) آنحضرت ﷺ نے خود ہی تعدد ازواج کے طریقہ پر عمل کیا ہے اور صحابہ کرام کو بھی اسکی اجازت دی حدیث نمبر ا سے خود حضور ﷺ کا عمل اور حدیث نمبر ۵ اور نمبر ۶ سے جن میں غیلان ثقفی اور نوفل بن معاویہ کے واقعات مذکور ہیں صحابہ کو تعدد ازواج کی اجازت دینا واضح ہے۔

نمبر(۲) متعدد بیویوں کے درمیان ظاہری حقوق زوجیت میں عدل کرنا واجب ہے۔

نمبر(۳) اس عدل کو چھوڑ کر کسی ایک بیوی کی طرف اس طرح جھک جانا جس سے باقی بیویوں کی حق تلفی ہو حرام ہے" حدیث نمبر۴ میں دونوں حکم بہ تصریح مذکور ہیں۔

نمبر(۴) قلبی محبت اور طبعی رجحانات میں متعدد بیویوں کے درمیان عدل کرنا مقدور ہونے کی وجہ سے ضروری نہیں ہے" حدیث نمبر۳ سے اس حکم کا اخذ کیا جا سکتا ہے۔

یہ ہی وہ احکام ہیں جن پر کتاب وسنت سے ثابت ہونے کے علاوہ امت کا متفقہ تعامل بھی ساڑھے تیرا سو سال سے چلا آ رہا ہے اور کسی نے کبھی ان احکام کے شرعی ہونے سے انکار نہیں کیا ہے یہی وجہ ہے کہ مذاہب اربعہ اور علماء و مجتہدینؒ نے بالاتفاق اپنے اپنے مذہب کے فقہی احکام میں جہاں دیگر مسائل کیلئے ابواب وضع کئے ہیں وہاں تعدد ازواج کے حقوق کیلئے باب القسم وضع کیا ہے اگر تعدد ازواج ہی سرے سے ایک مکروہ رسم ہوتا تو آخر دیگر ابواب فقہیہ میں باب القسم شامل کرنے کی ان کو کیا ضرورت پیش آئی تھی اسلئے اسلامی شریعت کی رو سے یہ تسلیم کرنا کہ تعدد ازواج ایک قبیح رسم ہے اور قانون کے رو سے اس کا انسداد کرنا چاہئے اسلامی شریعت سے نا واقف ہونیکی کھلی دلیل ہے نیز عقل سلیم کی رو سے تعدد ازواج کا فی نفسہ برا ہونا بجائے خود نا قابل تسلیم ہے کیونکہ بعض حالات میں یہ چیز ایک تمدنی اور اخلاقی ضرورت بن جاتی ہے اگر اسکی اجازت نہ ہو تو پھر وہ لوگ جو ایک عورت پر قانع نہیں ہو سکتے ہیں حصار نکاح سے باہر صنفی بد امنی پھیلانے لگتے ہیں جن کے نقصانات تمدن و اخلاق کیلئے اس سے بہت زیادہ ہیں جو تعدد ازواج سے پہنچ سکتے ہیں اس لئے قرآن و حدیث نے ان لوگوں کو اس کی اجازت دی ہے جو انکی ضرورت محسوس کریں بہر حال جب یہ ثابت ہو گیا کہ تعدد ازواج کوئی مکروہ فعل نہیں ہے تو اس کے انسداد کیلئے سفارشات میں دفعات رکھنے کی ضرورت نہیں رہتی اس کے بعد مختصر طور پر مذکورہ بالا دفعہ کے نقصانات پر بحث کیجاتی ہے

تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ دفعہ علاوہ اس کے کہ ایک غلط اور غیر اسلامی نظریہ پر اسکی بنیاد رکھی گئی ہے بہت سے مفاسد اور نقصانات کا حامل بھی ہے۔

مذکورہ بالا دفعہ کے نقصانات

جمہوری دنیا کے تمام قانون دانوں کے ہاں یہ ایک مسلم امر ہے کہ قانون سازی میں سب سے پہلے اس امر کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ قانون میں کوئی ایسا دفعہ نہ ہو جو سب لوگوں کیلئے یکساں طور پر نفع بخش نہ ہو اور جس سے اس معاشرے میں توازن قائم نہ رہنے کا اندیشہ ہو جو اس قانون پر آئندہ چل کر تعمیر کیا جا رہا ہو اس مسلمہ اصول کو سامنے رکھ کر جب ہم مذکورہ بالا دفعہ پر غور کرتے ہیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ اس دفعہ کی رو سے معاشرے میں توازن قائم رہنا تو درکنار اسلامی قوانین سے مکمل آزاد موجودہ معاشرے میں جو خرابیاں موجود ہیں ان سے کہیں بڑھکر خرابیاں پیدا ہو جائینگی جن کے نقصانات کا تدارک پھر مشکل سے ہو سکے گا مثال کے طور پر ہم یہاں ان خرابیوں میں سے چند خرابیوں کا ذکر کرتے ہیں۔

نمبر(۱) فرض کیجئے ایک شخص کو خداوند کریم نے جسمانی قوتوں میں سے زائد مقدور کی قوتیں عطا فرمائی ہیں وہ ایک بیوی پر قناعت نہیں کر سکتا ہے، نہ اسے ضبط نفس کا ملکہ حاصل ہے وہ چاہتا ہے کہ زنا سے بچنے کیلئے دوسری شادی کرے لیکن اس کی مالی پوزیشن حکومت کے نزدیک دوسری شادی کیلئے معیاری نہیں ہے ایسی حالت میں یہ شخص سوائے اس کے اور کریگا کیا؟ کہ اپنی صنفی خواہش کو پورا کرنے کیلئے زنا کی فکر میں ہی رہیگا تو کیا ایسے اشخاص کو (جن کا وجود اب بھی معاشرے میں کم نہیں ہے) مذکورہ بالا دفعہ زنا کرنے پر آمادہ نہیں کریگا؟ اور موجودہ معاشرہ میں جو زنا کی وبا پھیلی ہوئی ہے یہ دفعہ اس میں مزید اضافہ کرنے کا موجب نہ ہوگا؟

نمبر(۲) فرض کیجئے ایک شخص کو فطری طور پر یا معقول وجوہ کی بنا پر اپنی پہلی بیوی سے محبت کم یا بالکل نہیں ہے یا اس سے رنجیدہ خاطر ہو گیا ہے اگرچہ وہ پہلی بیوی کی حق تلفی تو نہیں کرتا ہے مگر چاہتا ہے کہ محبت کی دوسری شادی کرے اور عدالت ضوابط کے ماتحت اس پہلی بیوی کی زندگی میں اجازت دیتی نہیں تو ظاہر ہے کہ اس شخص کی مراد براری کی راہ میں پہلی بیوی کا وجود ایک رکاوٹ بنی ہوئی ہے اسلئے ضرور یہ خطرہ پیدا ہوگا کہ یہ شخص پہلی بیوی ہی کو فنا کر ڈالے تو کیا یہ قتل اگر سرزد ہو گیا تو اس دفعہ کے رو سے نہ ہوگا جسکی بنا پر دوسری شادی کیلئے عدالت سے منظوری لینے کو ضروری قرار دیا گیا ہے؟ یہ دفعہ بہت سے اشخاص کو قتل نفس پر آمادہ کرنے کا ذریعہ بنے گا یہ اور اس قسم کے بہت سے نقصانات ہیں جو اس قسم کے دفعات کو قانونی شکل دیدینے کے بعد معاشرے میں ابھرنے شروع ہونگے جو مشکل سے پھر معاشرے سے دور کئے جا سکیں گے کمیشن نے اس دفعہ کے متعلق جو یہ خیال ظاہر کیا کہ اگر عدالت کی منظوری کے بغیر دوسری شادی کردی جائے تو بہت ممکن ہے کہ شادی کرنے والے کی آمدنی دونوں بیویوں اور انکی اولاد کیلئے کافی نہ ہو ایسی حالت میں دوسری شادی کرنے سے کسی ایک بیوی کے ساتھ بے انصافی کرنے پر مجبوراً آمادہ ہوگا جس سے معاشرتی زندگی میں تلخی کا پیدا ہونا لازمی ہے جو تعلقات زن وشوہر کی کشیدگی پر منتج ہو کر رہیگی اور جب عدالت سے منظوری لینے کو لازمی قرار دیا جائے تو عدالت اس وقت تک اجازت نہ دیگی جب تک اسے یہ اطمینان نہ ہو کہ درخواست دہندہ کی آمدنی دونوں بیویوں کیلئے کفالت کر سکتی ہے اور ہمارے نزدیک یہ خیال بھی مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر درست نہیں ہے۔

نمبر(۱) سوال یہ ہے کہ ظلم اور بے انصافی کا خطرہ تو پہلی شادی میں بھی ہے اگر وہ شخص ایک بیوی کی اولاد کی کفالت نہ کر سکتا ہے، اسے نکاح کی کھلی چھٹی کیوں ملی رہے؟

کیوں نہ اس شخص کے اعتدال کا معاملہ بھی عدالت کی منظوری سے مشروط ہو کہ جب تک نکاح کا خواہشمند عدالت کو اپنی پوزیشن اور آمدنی کے متعلق اطمینان نہ دلا دے اس وقت تک کسی کو نکاح کی اجازت نہ دیجائے ؟ کیا خدائی قوانین کی رو سے صرف دوسری شادی سے پیدا ہونے والی بے انصافی یا ظلم کا سد باب ضروری ہے اور جو پہلی شادی سے پیدا ہونے والی ہو اس پر قانوناً کوئی گرفت نہیں کیجائیگی ؟

نمبر(۲) جن خرابیوں کے سد باب کیلئے اجازت کی قید لازمی قرار دی گئی ہے فی الحقیقت یہ قید اُن خرابیوں کا سد باب کر ہی نہیں سکتی ہے، کیا اس وقت ایسے لوگ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں جو بڑی بڑی جائیدادیں رکھتے ہیں جن سے بڑی بڑی آمدنیاں آتی ہیں مگر پھر بھی ایک بیوی کو نذر تغافل کئے ہوئے ہیں؟ تو آخر یہ قید ان خرابیوں کا سدِّ باب کرے گی کیا ؟

ایسی پر خطر اور جامد تجویزوں اور سفارشوں کی بجائے بہتر یہ ہے کہ ہم شریعت کے اس قاعدے پر اکتفا کریں ایک نہیں ایک سے زائد شادیاں کرنے میں تو خود مختار ہو مگر جس بیوی کو اس سے یہ شکوہ ہو کہ میرے ساتھ انصاف نہیں کیا جا رہا ہے اس کے لئے عدالت کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔

دفعہ نمبر(۲) نکاح کیلئے لڑکے کی عمر اٹھارہ اور لڑکی کی سولہ سال سے کم نہ ہو: تنقید وتبصرہ

ہمارے نزدیک اس دفعہ میں بنیادی کمزوری یہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان نے جب ایک دفعہ دستوری حیثیت سے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ ملکی قانون کا ماخذ کتاب و سنت ہوں گے اور کوئی قانون کتاب اور سنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا تو پھر ایسے دفعات کی منظوری کی سفارش اصولاً غلط ہے جن کا نام ونشان بھی کتاب وسنت رسول

میں نہ ہو اور نہ اسلامی شریعت کے قوانین میں ان کیلئے کوئی بنیاد مل سکتی ہو کیا کمیشن کے ارکان میں سے وہ ارکان جنہوں نے اس قسم کی دفعات کی منظوری کی سفارش کی ہے ہمیں یہ بتا سکتے ہیں کہ کتاب وسنت کی رو سے نکاح کیلئے زوجین کی عمر کی بھی کوئی حد ضروری ہے جس نے بغیر حد عمر معلوم کئے نکاح کیا تو کیا اسلامی شریعت کی رو سے قانونی نکاح نہ سمجھا جائے ؟ مگر جواب نفی میں ہوگا (اور یقیناً نفی میں ہے) تو پھر ایسی سفارشات کے متعلق ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ کمیشن نے درحقیقت سفارشات کے پردے میں یہ کوشش کی ہے کہ دستور ہی سے یہ دفعہ نکال دیا جائے کہ کوئی قانون کتاب وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا''

ممکن ہے کمیشن نے یہ خیال کیا ہو کہ نکاح کیلئے عمر کا تعین چونکہ ازروئے قرآن یا حدیث صحیح ممنوع نہیں ہے اسلئے اس دفعہ میں قرآن وحدیث کی کوئی مخالفت ہی نہیں لیکن یہ خیال اس لئے صحیح نہیں کہ قرآن وحدیث میں اگرچہ قولی صریح ممانعت تعین عمر سے نہیں ہے لیکن سنت سے کم سنی کے شادیوں کا جواز ثابت ہے اور احادیث صحیحہ میں اس کے عملی نظائر موجود ہیں تو عمر کی ایک مقدار کو ازروئے قانون نکاح کے لئے مقرر کر دینا اس کے معنی سوائے اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ اس عمر سے کم میں اگر کوئی نکاح کر لیا جائے تو قانوناً اسے باطل قرار دیا جائے گا اور ملکی عدالتیں اسے جائز تسلیم نہیں کریں گی اب سوال یہ ہے کہ جو نکاح شرعاً جائز ہے آپ اسے قانوناً باطل اور حرام کس دلیل سے کرتے ہیں کیا آپ کے پاس اسے ناجائز اور باطل ٹھہرانے کے لئے قرآن وحدیث صحیح سے کوئی دلیل موجود ہے؟

دراصل یہ دفعہ کم سنی کی شادیوں کو روکنے کیلئے رکھا گیا ہے لیکن اسلامی شریعت کی رو سے کم سنی کا نکاح چونکہ ایک جائز فعل ہے احادیث میں اس کے عملی نظائر بھی موجود ہیں خود نبی کریم ﷺ کا نکاح ام المومنین حضرت عائشہؓ کے ساتھ ۹ سال کی عمر میں

ہوا تھا اس قانون کے ذریعہ سے کم سنی کے نکاحوں کو روکنا یہ شریعت اسلامی میں ترمیم
کے مترادف ہے جو کسی حال میں بھی مسلمان برداشت نہیں کر سکتے ہیں البتہ کم سنی کی
شادیوں میں بعض اوقات مفاسد رونما ہوتے ہیں ان کا انسداد ضروری ہے مگر اس کے
لئے یہ طریقہ اختیار کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے کہ کم سنی کے نکاحوں کو ہی روکا
جائے بلکہ اسلامی قانون کی رو سے زوجین کو جو حقوق و اختیارات دیئے گئے ہیں اگر وہ
جائز طریقہ پر استعمال کئے جائیں تو خود بخود اس قسم کے مفاسد کا انسداد ہوگا مثلاً شریعت
ان کو خیار بلوغ کا حق دیتا ہے ضرورت کے وقت میں خلع کا حق بھی استعمال کر سکتی ہے
اس قسم کے قانونی اختیارات کے استعمال کے ذریعے سے مفاسد کا ازالہ کیا جا سکتا ہے تو
آخر کیا ضرورت ہے کہ ہم اس کے لئے شریعت ہی میں ترمیم کر دیں؟

اسی طرح ہمارے ملک میں جسمانی طور پر اٹھارہ سال سے بہت پہلے ایک لڑکا
بالغ ہو جاتا ہے اور لڑکیاں بھی سولہ سال سے پہلے جسمانی بلوغ کو پہنچ جاتی ہیں ان
عمروں کو از روئے قانون نکاح کے لئے کم سے کم عمر قرار کر دینے کے معنی یہ ہیں کہ ہم
اس سے کم عمر والے لڑکوں اور لڑکیوں کی صرف شادی پر اعتراض ہے کسی دوسرے طریقہ
سے جنسی تعلقات پیدا کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے شریعت اسلامی نے اس طرح کے
مصنوعی حد بندیوں سے اس لئے احتراز کیا ہے کہ در حقیقت غیر معقول ہے اس کی
بجائے بہتر صورت یہ ہے کہ بعض لوگوں کے اپنے ہی اختیار تمیزی پر چھوڑ دی جائے کہ وہ
کب نکاح کرے اور کب نہ کریں لوگوں میں تعلیم اور عقلی نشو و نما کے ذریعہ سے جتنا
زیادہ شعور پیدا ہو گا اسی قدر زیادہ صحیح طریقہ سے وہ اپنے اس اختیارِ تمیزی کو استعمال
کریں گے اور کم سنی کے نا مناسب نکاحوں کا وقوع جو اب ہمارے معاشرے میں کچھ
بہت زیادہ نہیں ہے روز بروز کم تر ہوتا چلا جائے گا شرعاً ایسے نکاحوں کو جائز صرف اس

لئے رکھا گیا ہے بسا اوقات کسی خاندان کی حقیقی مصلحتیں اس کی متقاضی ہوتی ہیں اس
ضرورت کی خاطر قانوناً اسے جائز ہی رہنا چاہئے اور اس کے نا مناسب ازدواج کے
روک تھام کیلئے قانون کی بجائے تعلیم اور عام بیداری کے وسائل پر ہی اعتماد کرنا چاہئے

دفعہ نمبر (۳) بیک وقت تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کیا جائے گا: تنقید و تبصرہ

ایک ہی مجلس میں تین طلاقوں کے بارے اسلام کے احکام نہایت واضح ہیں اسلام نے
کبھی اس مذموم اور قبیح فعل کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا ہے علماء اسلام نے ہر دور میں اسکو
روکنے کی کوشش کی ہے غالباً امت مسلمہ میں سے کوئی بھی عالم ایسا نہ گزرا ہو گا جس نے
اس قبیح رسم کو اچھا سمجھ کر اسکی ہمت افزائی کی ہو تمام علماء امت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ
بدعی طلاق ہے جہاں تک ہو سکے اس قبیح رسم کو بند کر لیا جائے کیونکہ نصوص صریحہ کی بناء
پر یہ فعل معصیت اور بدعت ہے تمام علماء امت یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ فعل اس طریقہ
کے خلاف ہے جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے طلاق کے لئے مقرر فرمایا ہے اور اس سے
اہم مصلحتیں فوت ہو جاتی ہیں حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے بیک وقت اپنی بیوی کو
تین طلاقیں دیں تو حضور ﷺ غصہ میں آ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: کیا اللہ عزوجل کی
کتاب سے کھیل کیا جاتا ہے حالانکہ میں ابھی تمہارے اندر موجود ہوں“ بعض دوسرے
احادیث میں یہ تصریح ہے کہ حضور ﷺ نے اسکو معصیت فرمایا ہے اور حضرت عمرؓ کے
متعلق تو یہاں تک روایات میں آیا ہے کہ ان کے پاس جو شخص مجلس واحد میں تین طلاق
دینے والا آتا تو وہ اسکو درے لگاتے تھے‘ ہم مانتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں یہ طریقہ
عام ہو گیا ہے لوگ کسی فوری جذبہ کے تحت اپنی بیویوں کو تین طلاقیں دے دیتے ہیں
پھر نادم ہو کر شرعی مسئلے تلاش کرتے پھرتے ہیں کوئی جھوٹی قسمیں کھا کر طلاق سے انکار

کرتا ہے کوئی حلالہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کوئی طلاق کو مخفی رکھ کر اپنی بیوی کیساتھ
بدستور سابق تعلقات باقی رکھتا ہے اسی طرح ایک گناہ کے خمیازے سے بچنے کیلئے متعدد
دوسرے گناہوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے ان خرابیوں کا سد باب کرنا ہمارے نزدیک ازحد
ضروری ہے۔

کیا تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا جائے؟

لیکن سوال یہ ہے کہ ان خرابیوں کے سد باب کیلئے کیا یہی ایک صورت متعین
ہے کہ تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کیا جائے؟ اور وہ بھی ایسی ہو جس سے اگر جمہور
امت کے متفقہ فیصلہ کو ٹھکرایا جائے تو کوئی پرواہ نہیں، مگر وزراء اور حکام کی بیگمات ناراض
نہ ہوں حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ جیسے اکابرین
امت اور سابقین دین اور جلیل القدر مذہبی پیشواؤں کے متفقہ فیصلہ کو یکدم منسوخ کر کے
کہیں دوسری جگہ سے رہنمائی حاصل کرنا امت کیلئے موجب خیر و برکت نہیں بلکہ تباہی
اور ہلاکت کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے ذیل کے سطور میں ہم ان کا متفقہ فیصلہ اس بارے میں
پیش کرتے ہیں تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ تین طلاقوں کو روکنے کیلئے مجوزہ سفارش دینی
حیثیت سے کسی طرح بھی مفید نہیں ہے اس کے علاوہ بہت سی اور بھی صورتیں ممکن ہیں
حکومت کو چاہیے کہ ان ہی کے ذریعہ سے اس رسم کا انسداد کرے "امام نوویؒ نے لکھا
ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دیدے تو اسمیں علماء کا اگرچہ
اختلاف ہے مگر جمہور صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ مذاہب اربعہ حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت
امام مالکؒ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبل اس بات کے قائل ہیں کہ یہ
تین طلاقیں ہی شمار کئے جائیں گے اور عورت مغلظہ ہو جائیگی" (نووی شرح مسلم ج ا ص ۴۸)
حضرت عمرؓ کے زمانے میں اس پر ایک قسم کا اتفاق ہو چکا ہے کیونکہ صحابہؓ کے حضور میں

حضرت عمرؓ کا تین طلاقوں کا نافذ اور مغلظہ قرار دینا اور صحابہؓ کا اس پر سکوت کرنا اجماع
کے حکم میں شمار کر لیا جا سکتا ہے اسلامی فقہ کے بعض ماہرین نے یہاں تک تصریح کر دی
ہے کہ اگر حکومت اس کے خلاف تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کر کے فیصلہ کر بھی
دے مگر وہ نافذ نہیں اسے فتح القدیر سے نقل کر کے لکھتے ہیں: ولو حکم حاکم بأنها
واحدة لم ینفذ حکمه "اگر کوئی حاکم تین طلاقوں کے بارے میں ایک ہی طلاق کا فیصلہ کر دے
تو یہ نافذ ہی نہیں ہے"

روایات میں یہ بھی تصریح آتی ہے کہ ابن عمرؓ نے جب اپنی بیوی کو حیض کی
حالت میں طلاق دیدی تو حضور ﷺ نے اس کو تنبیہ دیکر فرمایا "ابن عمر! تم نے غلط طریقہ
اختیار کر دیا صحیح طریقہ یہ ہے کہ طہر کا انتظار کرو پھر ایک ایک طہر پر ایک ایک طلاق دو"
پھر جب وہ تیسری مرتبہ طاہر (پاک) ہو تو اس وقت یا طلاق دیدو یا اس کو روک لو" اس
پر ابن عمرؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو بتائیے کہ اگر میں تین طلاق دیدیتا تو کیا
مجھے رجوع کا حق باقی رہتا؟ حضور ﷺ نے فرمایا "نہیں وہ جدا ہو جاتی اور یہ گناہ ہوتا"

اس روایت سے جہاں یہ معلوم ہو گیا کہ تین طلاقیں دینا گناہ ہے وہاں یہ بھی
معلوم ہو گیا کہ بیک وقت تین طلاقیں دیدی جائیں تو تین ہی واقع ہو جائیں گی اور اس
کے بعد رجوع کا حق باقی نہیں رہتا ہے پھر آپ ہی بتائیں کہ تین طلاقوں کے بعد شرعاً
جب عورت مغلظہ ہو جاتی ہے اور زوج کو حق رجوع باقی نہیں رہتا ہے یہاں تک کہ
حکومت کا فیصلہ بھی اسکے خلاف نافذ نہیں تو عورت کو تین طلاق دیدینے کے بعد کسی قانون
کی رو سے اپنے پاس رکھا جائیگا اس پر بھی جب وہ اسے پاس رکھکر اسکے ساتھ زن وشوہر
کے سابق تعلقات بحال کرے تو کیا ان دونوں سے جو اولاد پیدا ہو گی وہ جائز اولاد ہو گی
یا حرامی؟ اس لئے ہمارے نزدیک صحیح طریقہ یہ ہے کہ تین طلاق دیدینے کے بعد زوج کا

حق کسی طرح بھی حاصل نہ ہو البتہ اس قبیح رسم کی انسداد کسی دوسرے طریقہ سے ہم ضروری سمجھتے ہیں جس کے لئے حکومت علماء کے مشورے سے مناسب اقدام کرسکتی ہے ہمارے خیال میں اس کے لئے ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ مطلقہ عورت کو جسے بیک وقت تین طلاقیں دی گئی ہوں زوج پر عدالت میں دعوے کرنے کا حق دیا جائے اور عدالت کی طرف سے زوج پر جرمانہ مقرر کردیا جائے اس کے لئے ہمارے پاس حضرت عمرؓ کے عمل کی نظیر موجود ہے ان کا طریقہ یہ تھا کہ جب ان کے پاس ایک ہی مجلس میں تین طلاق دینے والے شخص کا مقدمہ آجاتا تھا تو وہ طلاق کو نافذ کرکے ایسے شخص کو سزا دیتے تھے تو زجراً اگر آج بھی ایسا کیا جائے تو چنداں مضائقہ نہ ہوگا۔

دفعہ نمبر(۴) عورت کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ زوج کو طلاق دے سکے: تمہید برائے تنقید

نمبر(۱) یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں صرف اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے عورتوں کو تمام حقوق دیئے ہیں جو فطرتاً عورتوں کے حقوق پر مبنی ہیں اور عورتیں اپنے منصب کے لحاظ سے اسکی جائز حقدار ہیں انسانی معاشرہ اور اور تمدنی زندگی میں عورت کی جو قدر ومنزلت ہے وہ اسلام ہی کی خصوصیت ہے دنیا کی تمام مذاہب اسکی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں دنیا جانتی ہے کہ اسلام سے قبل عورتوں کی حالت چارپایوں اور جانوروں سے کچھ بھی مختلف نہ تھی مال ومتاع کی طرح تقسیم کیجاتی تھیں مخلوق خدا میں بدترین مخلوق سمجھ کر بے انتہا مظالم ان پر ڈھائے جاتے تھے یہاں تک نوبت پہنچ چکی تھی کہ ان کی قدرتی پیدائش مہربان باپ کیلئے بھی وبال وجان بن جاتی اور پیدائش کے بعد یا اسے زندہ درگور کردیتا یا اسے ذلت کی زندگی بسر کرنا پڑتی اسلام نے آکر اس قبیح رسم کے حیا سوز نظام کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ کردیا اور عورت کو

حیوانیت کے مقام سے اٹھا کر انسانیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا اور بجائے اسکے کہ وہ مال متاع کی طرح تقسیم ہو خود مرد کے ساتھ انسانی حقوق کی تقسیم میں مساوی طریقہ سے شریک ٹھہری۔

نمبر(۲) اسلامی قانون ازدواج میں زوجین کیلئے نہایت عدل وانصاف کیساتھ واضح حقوق اور اختیارات متعین کئے گئے تعدی کی صورت میں خواہ مرد کی جانب سے ہو یا عورت کی جانب سے داد رسی کا مکمل انتظام کیا گیا ہے لہذا مسلمانوں کیلئے کسی نئے قانون کی قطعی ضرورت نہیں ہے جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کا قانون ازدواج اپنی صحیح صورت میں پیش کی جائے اور اس کو صحیح طریقہ سے نافذ کردیا جائے انشاء اللہ تعالیٰ ازدواجی زندگی میں جو بے اعتدالیاں پیدا ہوچکی تھیں یہ سب اسلامی قانون ازدواج کے نفاذ سے دور ہوجائینگی۔

آج مسلمانوں کے گھروں میں جو ازدواجی زندگی میں تلخی اور تباہی رونما ہوئی ہے اسکی وجہ یہ نہیں ہے کہ اسلامی قانون ازدواج میں حقوق کی تقسیم اور اختیارات کے استعمال کیلئے حدود مقرر نہیں کئے گئے ہیں بلکہ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ ایک طرف مسلمانوں میں دینی تعلیم وتربیت کا فقدان ہے جس کی وجہ سے مسلمان اسلام کے قانون ازدواج سے اس قدر بیگانہ ہوچکے ہیں کہ آج اچھے اچھے تعلیم یافتہ لوگ بھی اس قانون کے معمولی مسائل سے ناواقف ہیں اور دوسری طرف غیر اسلامی تمدن کا اثر ہے جسکی بدولت مسلمانوں کے ذہنوں سے اسلامی نظام زوجیت کا تصور ہی مٹ چکا ہے۔

نمبر(۳) اسلامی قانون ازدواج میں جہاں اور بہت سی چیزیں اہمیت رکھتی ہیں وہاں یہ چیز بھی حد سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے کہ خانگی زندگی میں نظم ونسق ہو اور یہ نظم برقرار رہے بھی جو زوجین میں سے کسی ایک کو قوام بنانے کے علاوہ کسی دوسرے طریقہ سے

حاصل نہیں ہوسکتا ہے یہ ظاہر ہے کہ مرد اور عورت اگر دونوں مساوی درجہ اور مساوی اختیارات رکھتے ہوں تو خانگی زندگی میں بدنظمی کا پیدا ہونا یقینی امر ہے جس کے فی الواقع ان قوموں میں رونمائی ہورہی ہے جنہوں نے مثلاً زوجین کے درمیان غیر فطری مساوات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اسلام چونکہ ایک فطری مذہب ہے اس لئے اس میں فطرت انسانی کا لحاظ کر کے زوجین میں ایک کوقوام اور دوسرے کومطیع اور ماتحت بنانا ضروری سمجھا گیا ہے چنانچہ قوامیت کیلئے اس نے اس فریق کا انتخاب کر دیا جوفطرتاً یہی درجہ لیکر عالم وجود میں آ گیا تھا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

الرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (النسآء: ۳۴)

’’مرد عورتوں پر اس بنا پر قوام (حاکم) ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کوبعض پر فضیلت دی ہے یہی وہ درجہ ہے جو قانون ازدواج کی رو سے ازدواجی زندگی میں مرد کوعورت سے زائد دیا گیا ہے‘‘

لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (البقرة: ۲۲۸)

’’مردوں کوعورتوں پر ایک درجہ زیادہ دیا گیا ہے‘‘

تنقید وتبصرہ

اس تمہید کے پیش نظر جب ہم دفعہ نمبر ۴ پر جسمیں عورت کوطلاق دینے کا متصل حق مرد کی طرح دیا گیا ہے غور کر کے دیکھیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ کمیشن کے ارکان یا اسلامی قانون ازدواج کے علم سے بالکل بے بہرہ ہیں یا ان کو یہ پتہ ہی نہیں کہ اسلام نے ازدواجی زندگی کیلئے کوئی قانون بھی بنایا ہے اگر علم ہوتو دیدہ ودانستہ اس قانون کو مغرب زدہ طبقہ کی خاطرداری کیلئے پس پشت ڈال دیا گیا ہے اور علماءِ اسلام

کے مشوروں کونظرانداز کر دیا گیا ہے آج کی نسلیں جوفرنگی تہذیب سے متاثر ہوئی ہیں ان کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ تو بہت زور سے پڑھتے ہیں مگر وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ پر پہنچ کر ان کی آواز دب جاتی ہے اور جب الرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ کا فقرہ سامنے آتا ہے تو ان کا بس نہیں چلتا ہے کہ کس طرح اس آیت کوقرآن کریم سے نکالدیں وہ اپنے دل میں اپنی بات پر شرمندہ ہیں کہ ان کے مذہب کی مقدس کتاب میں یہ آیت پائی جاتی ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ فرنگی تہذیب نے عورت اور مرد کی مساوات کا جوصور پھونکا ہے اس سے وہ دہشت زدہ ہو گئے ہیں اور ان کے دماغوں میں ان ٹھوس اور مستحکم عقلی اصولوں کوسمجھنے کی صلاحیت باقی نہیں رہی ہے جن پر اسلام نے اپنا نظام معاشرت قائم کیا ہے۔

اسلامی قانون ازدواج سے معمولی واقفیت رکھنے والے ایک منٹ کیلئے بھی یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ مرد کی طرح عورت کوبھی طلاق دینے کا حق یا اختیار حاصل ہے یہ حق اسلام نے مرد اور صرف مرد ہی کو دیا ہے عورت کو اس حق سے ہمیشہ کیلئے محروم کر دیا گیا ہے اس میں بہت سے مصالح اور حکم ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اسلام کا قانون ازدواج اس امر پر چونکہ زیادہ زور دے رہا ہے کہ مرد وعورت کے درمیان ازدواجی تعلق جب ایک دفعہ قائم ہو جائے تو پھر امکانی حد تک اسے برقرار رکھا جائے اور جہاں تک ہو سکے اسے مستحکم بنایا جائے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے طلاق کو بہت مبغوض قرار دیا ہے ۔أبغض المباحات الی اللّٰہ الطلاق ’’تمام مباح چیزوں میں طلاق اللہ کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ فعل ہے‘‘ تزوجوا ولا تطلقوافان اللّٰہ لایحب الذواقین والذواقات ’’نکاح کرو اور طلاقیں زیادہ مت دو اللہ تعالیٰ مزہ چکھنے والوں اور مزہ چکھنے والیوں سے محبت نہیں رکھتا ہے‘‘ اور استحکام اس وقت حاصل ہوسکتی ہے جبکہ طلاق دینے کا اختیار زوج

کیلئے مخصوص کر دیا جائے چونکہ مرد اپنا مال خرچ کر کے حقوق زوجیت حاصل کرتا ہے اسلئے ان حقوق سے دست بردار ہونے کا اختیار بھی اسے مخصوص طور پر دینا چاہئے اگر عورت اسلام کے قانون ازدواج کے تحت طلاق کی مختار ہوتی تو مرد کا حق ضائع کرنے پر دلیر ہو جاتی علاوہ ازیں جو شخص مال صرف کر کے کوئی چیز حاصل کر گیا وہ اس کو آخری حدتک اپنے پاس رکھنے کی کوشش کریگا اور صرف اس وقت چھوڑے گا جب اس کے لئے چھوڑنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہوگا لیکن اگر مال صرف کرنے والا ایک ہو اور ضائع کرنے کا اختیار دوسرے کو دیا جائے تو یہ تم کو جالگتی ہے کہ یہ شخص اپنے اختیار کے استعمال میں اس شخص کے مفاد کا لحاظ کریگا؟ جس نے مال صرف کیا ہے نیز طلاق دینے کے بعد زوج کے ذمہ عورت کا نفقہ، عدت، اولاد کی رضاعت، سکونت وغیرہ کیلئے کچھ فرائض بھی عائد ہوتے ہیں جن میں رشتہ ازدواج کے منقطع ہونے کے علاوہ مزید نقصانات پہنچنے کا فوری اندیشہ ہے اسلئے زوج حتیٰ الامکان طلاق دیتے ہیں اور وہ بڑے احتیاط سے کام لے گا بخلاف عورت کے اس کو طلاق دینے کے بعد کچھ لینا پڑتا ہے اور دینا کچھ بھی نہیں ہوتا ہے اسلئے اگر یہ اختیار عورت کی طرف منتقل کر دیا جائے تو اس قدر طلاق کی کثرت ہوگی کہ ازدواجی زندگی میں نظم ونسق درہم برہم ہو کر رہیگا پس مرد کو طلاق کا اختیار دینا نہ صرف مرد کے جائز حقوق کی حفاظت ہے بلکہ اس میں ایک مصلحت یہ بھی مضمر ہے کہ کثرت طلاق کی وبا نہ پھیلے۔

اس کے علاوہ اسلام کے قانون ازدواج میں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی تصریحات کی روشنی میں طلاق دینے کا حق اور اختیار صرف مرد ہی کو دیا گیا ہے کیونکہ اسلام نے مرد کو قوام (حاکم) بنایا ہے اور قوام ہونیکی حیثیت سے طلاق دینے اور رشتہ ازدواج کو منقطع کرنے کا حق اسکی ملک خاص قرار دی گئی ہے اور یہی وہ درجہ ہے جو مرد کو

عورت سے زائد ملا ہے اگر اس کو بھی عورت کے سپرد کر دیا جائے تو بتایئے کہ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ کا معنی اور مطلب کیا ہوگا؟ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر مسئلہ طلاق کا ذکر آیا ہے مگر کہیں بھی عورت کو طلاق دینے والی اور مرد کو طلاق دیا گیا نہیں بتلایا گیا ہے بلکہ بتایا یہ گیا ہے کہ طلاق دینے والا مرد ہوگا اور طلاق دی گئی عورت ہوگی۔

حسب ذیل چند آیتیں بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔

☆ **الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ** (البقرہ:۲۲۹)

''اور رجعی طلاق دو ہیں اس کے بعد مرد پر لازم ہے کہ عورت کو بھلے طریقے سے اپنے پاس روک رکھے یا بھلے طریقے پر رخصت کردے''

☆ **فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ**

''مرد اگر عورت کو تیسری طلاق دیدے تو پھر یہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ دوسرے شخص سے نکاح کر کے پھر صحبت جماع کے بعد طلاق حاصل کرے (اور عدت بھی گزر جائے)'' (البقرہ ۲۳۰)

☆ **لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ** (البقرہ: ۲۳۶)

''اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو تو اس میں تمہارے اوپر کوئی گناہ عائد نہ ہوگا''

☆ **وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ** (البقرہ: ۲۳۷)

''اور اگر تم عورتوں کو صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دو''

☆ **وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ** (البقرہ: ۲۳۳)

''جب تم عورتوں کو طلاق دے دو تو پھر ان کی عدت پوری ہو جائے''

☆ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ** (الطلاق: ۱)

''اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دے دو''

☆ **فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ** (الطلاق: ۱)

''عورتوں کو وقت عدت (طہر) میں طلاق دیا کرو''

اگر ظلم تک نوبت پہنچے تو عدالت کے ذریعے سے عورت خلع کا حق استعمال کر کے رہائی حاصل کرسکتی ہے حق طلاق کے بارے میں اسلامی قانون کی تصریحات معلوم ہوگئی اب جو لوگ کہتے ہیں عورت کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ زوج کو طلاق دے سکے ان سے ہم یہ پوچھ سکیں یہ کون سے آسمانی مذہب کا قانون ہے اسلام نے تو اس سے براء ت ظاہر کر دی ہے اور مسلمان کسی دوسرے مذہب کی قائل ہی نہیں ہیں تو آخر مسلمانوں کے لئے اسلامی قانون بنانے کی بحث میں سفارشات کی رپورٹ میں یہ دفعہ رکھا کس قانون کے تحت ہے ؟ بہر حال شادی کمیشن کے سفارشات کے مذکورہ بالا دفعات کو اسلام سے کچھ بھی مناسبت نہیں ہے نہ وہ اس قابل ہیں کہ کتاب وسنت پر مبنی عائلی قوانین کے لئے سفارشات بن سکیں اس لئے ہم حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ مذکورہ بالا دفعات کو قانونی حیثیت دے کر تسلیم نہ کرے بلکہ علماء کے مشورہ سے ان سفارشات میں اصلاحات کر کے ملک کو غیر معمولی انتشار سے بچائے۔

جولائی ۱۹۵۶ء بمطابق ذی القعدہ ۱۳۷۵ھ
تصدیق ودستخط : حضرت مولانا عبدالغفور سواتیؒ
صدر مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
الحق: جنوری،فروری ۲۰۱۳

اسلام میں زکوٰۃ کا مقام اور اسکے مسائل واحکام

ایک مؤمن کے لئے اسلام میں سب سے پہلے جس چیز کی تحصیل ضروری ہے وہ ایمان ہے ،ایمان کے بغیر اللہ کے ہاں نہ کوئی عمل مقبول ہوسکتا ہے اور نہ اس کی کوئی قدر و قیمت ہے اور پھر اس کے بعد ان اعمال کی پابندی ضروری ہے جو شریعت کی طرف سے ہم پر فرض اور لازم ہیں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ ،ان میں سے اگر کوئی عمل چھوڑ دیا جائے تو اس سے ایمان اور اعمال میں کافی نقصان آجاتا ہے۔اسی طرح یہ اعمال اگر غلط طریقہ سے ادا کئے جائیں تو غلط طریقہ سے کرنا اور بالکل نہ کرنا دونوں برابر ہوتے ہیں،اس لئے ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے فرائض کی ادائیگی کا صحیح طریقہ جان لیں پھر صحیح طریقہ سے انہیں ادا کریں،اس سے ہماری ذمہ بھی فارغ ہوگا اور ثواب کے بھی مستحق ہوں گے۔

اسلام میں زکوٰۃ کا مقام

ہر مسلمان مرد ہو خواہ عورت اسے زکوٰۃ اور عشر کا صحیح طریقہ معلوم ہونا چاہئے اور یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلام میں زکوٰۃ کا کیا مقام ہے؟

اسلامی شریعت میں زکوٰۃ کا جو مقام ہے وہ پوری طرح انسان کو جبھی معلوم ہوسکتا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے کی سزا اُسے معلوم ہو،یعنی یہ معلوم کیا جائے کہ جن لوگوں نے

زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی سے کام لیا ہے انہیں دنیا میں سزا کیا ملی ہے اور آخرت میں اسکی سزا کیا ہوگی؟ اس مقصد کے لئے چند آیاتِ قرآنی اور چند احادیث نبویہ ﷺ پیش کئے جاتے ہیں تاکہ مسئلہ اچھی طرح واضح ہوسکے،

وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ (التوبة: ٣٤-٣٥)

"جولوگ سونا چاندی یعنی مال و دولت سمیٹ لیتے ہیں اور راہ خدا میں اسے خرچ نہیں کرتے یعنی اس میں سے زکوٰۃ نہیں دیتے اے پیغمبر! انہیں قیامت کے روز کے ایک دردناک عذاب کی خبر دیجئے! جبکہ وہ سونا اور چاندی دوزخ کی آگ میں گرم کرکے داغ دیے جائیں گے، اس سے ان کی پیشانیوں کو اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو اور کہا جائے گا ان سے کہ یہ تمہارا جمع کیا ہوا مال و دولت ہے، آج اس کا مزہ خوب چکھلو"

آیت مندرجہ بالا سے معلوم ہوگیا کہ جولوگ دنیا میں اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتے قیامت کے روز یہ مال دوزخ کی آگ میں گرم کرکے اس سے ان مالداروں کو داغ دیا جاتا رہے گا۔

عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ ما من صاحب ذهب ولا فضة لايؤدى منهاحقها الا اذا كان يوم القيامة صفحت له صفائح فأحمىٰ عليها فى نارجهنم فيكوى به جنبه وجبينه وظهره كلما بردت أعيدت له فى يوم كان مقداره خمسين الف سنة (مسلم: ح ٩٨٧)

"وہ لوگ جو سونے اور چاندی کے مالک ہیں یعنی مالدار ہیں اور مال سے زکوٰۃ نکال نہیں دیتے تو قیامت کے روز انہیں یہ سزا ملے گی کہ وہ مال (سونا چاندی) لمبے اور چوڑے تختے بنا کر جہنم کے آگ میں گرم کر دئے جائیں گے، پھر ان سے ان کی پہلو، پیشانی، پیٹھ داغ دئے جاتے رہیں گے یہ معاملہ ان کے ساتھ اس دن ہوتا رہے گا جس کا اندازہ پچاس برس کا ہے"

یہ حدیث سابق آیت قرآنی کی ترجمانی کرتی ہے اور دونوں کا متحدہ فیصلہ یہ ہے کہ جو بھی مالدار آدمی زکوٰۃ نہ دے قیامت کے روز اسے جہنم میں جانا پڑے گا اور مبتلائے عذاب رہے گا۔

آیت قرآنی

وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (آل عمران: ١٨٠)

"جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نعمتِ مال دی ہے، پھر وہ اس پر بخل کرتے ہوئے اس سے زکوٰۃ نکال کر دیتے نہیں وہ اس خوش فہمی میں نہ پڑیں کہ یہ بخل ان کے لئے خیر ہے یہ ان کے حق میں انتہائی شر اور ضرر ہے اور یہ مال جس پر انہوں نے آج بخل کیا ہے قیامت کے دن ایک اژدھا کی صورت بن کر ان کے گلوں میں طوق کی طرح ڈال دیا جائے گا"

عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ من أتاه الله مالاً فلم يؤد زكوٰته مثل له يوم القيامة شجاعاً أقرع له زبيبتان يطوقه يوم القيامة ثم يأخذ بلهزمتيه يعنى شدقيه ثم يقول: أنا مالك، أنا كنزك (بخارى: ح ٦٧٣)

"حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جن

لوگوں کو خداوند کریم نے مال دیا ہو اور اس سے انہوں نے زکوٰۃ نہیں ادا کی
ہو تو قیامت کے دن یہی مال ایک بڑا زہریلا سانپ گنجا اور اژدہا بن کر ان
کے گلوں میں ڈالا جائے گا اور وہ سانپ ان کی جبڑوں کو نوچ لیا کرے گا اور
یہ کہتا رہے گا کہ میں تمہارا مال اور خزانہ ہوں، (اس اژدہا کو حضور اکرم ﷺ
نے جو گنجا فرمایا تو یہ زہر کی تیزی کی وجہ سے فرمایا ہے)''

حاصل یہ کہ قرآن کریم اور حضور اکرم ﷺ کی احادیث سے یہ حقیقت واضح ہے کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنا ایک بدترین جرم ہے اور جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے ان کے لئے قیامت کے دن سخت سزا مقرر کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں زکوٰۃ کا مقام بہت بلند اور اُونچا ہے۔

قارون کا تاریخی واقعہ

زکوٰۃ کو نہ صرف یہ کہ اسلام میں اونچا مقام حاصل ہے بلکہ تمام آسمانی شریعتوں میں بھی زکوٰۃ کو بلند مقام اور اعلیٰ رتبہ حاصل ہے اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

قرآن کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت اور اس زمانے کا ایک تاریخی واقعہ بیان کیا ہے، جو واقعہ قارون کے نام سے مشہور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کی موسوی شریعت کی نظر میں زکوٰۃ ایک بڑا اہم فریضہ تھا جس کا عدم ادائیگی کی وجہ سے حضرت موسیٰؑ کا ایک رشتہ دار قارون مع اپنے تمام مال ودولت کے زمین میں دھنس گیا اور پیغمبرانہ رشتہ اور اس کے ساتھ نسبی تعلق اس کے حق میں باعثِ نجات نہ بن سکا اور اس سے کسی قسم کا فائدہ اسے نہ پہنچ سکا یہ سب کچھ زکوٰۃ نہ دینے کا ہی نتیجہ تھا۔

زکوٰۃ کو روکنے والوں سے صدّیقی جنگ

اسلامی تاریخ کا یہ بھی ایک سچا واقعہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ مقرر کئے گئے تو عرب کے بعض قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور بعض کفر کی طرف واپس ہو کر اسلام سے مرتد ہو گئے، ابوبکر صدیقؓ نے ان کے ساتھ جنگ کا ارادہ کیا مگر پہلی بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنگ کی تجویز کی مخالفت اس بناء پر کی کہ یہ لوگ چونکہ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں اس لئے ان کے ساتھ جنگ نہیں کرنی چاہئے اس کے جواب میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ اس زکوٰۃ میں تھوڑی سی بھی کمی کر دیں جسے یہ لوگ آنحضرت ﷺ کو دیتے آئے ہیں تو بھی ان کے ساتھ میں جنگ کروں گا۔

چنانچہ بالآخر جنگ کی تجویز منظور ہوئی اور ان کے ساتھ جنگ ہو کر رہی اور وہ لوگ پھر زکوٰۃ دینے کے لئے تیار ہو گئے اس واقعات سے بخوبی معلوم ہوا کہ اسلام نے زکوٰۃ کو بہت بلند مقام اور بڑا مرتبہ دیا ہے۔ زکوٰۃ اسلامی شریعت میں ایک بہت بڑا فریضہ ہے۔

مال کی اقسام اور اس کے نصاب

سونا: سونے کا نصاب سات تولے ساڑھے آٹھ ماشے سونا ہے اگر کسی مرد یا عورت کے پاس سات تولے ساڑھے آٹھ ماشے سونا ہو تو وہ نصاب کا مالک ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہے اس نصاب (سات تولے ساڑھے آٹھ ماشے سونا) سے زکوٰۃ ۲ ماشے ڈھائی رتی سونا دینا پڑے گا۔

(نوٹ) سونے اور چاندی کے نصاب مقرر کرنے میں علماء کی تحقیقات اگرچہ ایک

دوسرے سے مختلف ہیں مگر اس بارے میں اپنے شیخ مرحوم حضرت العلامہ مفتی الہند محمد کفایت اللہ صاحب کی تحقیق زیادہ قابل اعتماد سمجھتا ہوں اس بناء پر دونوں کے نصاب کو میں نے انہی کی تحقیق کے مطابق لکھا ہے، تعلیم الاسلام حصہ چہارم کے صفحہ ۱۰۴، ۱۰۵ میں انکی تحقیق ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱: اگر کسی کے پاس تھوڑی سی چاندی اور تھوڑا سا سونا ہو مگر نصاب دونوں میں سے کسی کا پورا نہ ہو تو اس صورت میں سونے کی قیمت چاندی سے یا چاندی کی قیمت سونے سے لگا کر دیکھا جائیگا۔ اگر دونوں میں سے کسی ایک کا نصاب پورا ہوتا ہے تو اس کے حساب سے زکوٰۃ دی جائے گی اور اگر دونوں میں سے کسی کا بھی نصاب پورا نہ ہوتا ہو تو زکوٰۃ فرض نہیں۔

مسئلہ نمبر ۲: کسی مرد یا عورت کے پاس اگر صرف سونا ہو مگر سونے کے نصاب سے کم ہو یعنی سات تولے ساڑھے آٹھ ماشے پورا نہ ہو اور اسکی قیمت چاندی کے نصاب کے برابر یا زیادہ ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے بشرطیکہ اس کے پاس چاندی کی کوئی اور چیز (روپیہ، زیور، وغیرہ) نہ ہو

مسئلہ نمبر ۳: سونے اور چاندی کی تمام چیزوں میں زکوٰۃ فرض ہے، جیسے چاندی کا روپیہ، سونی کی اشرفی یا برتن یا زیورات وغیرہ چیزیں، اس میں نیت تجارت ضروری نہیں ہے۔

مال تجارت

سونے اور چاندی کے علاوہ دوسری قسم کے اموال جیسے جواہرات یا تانبے وغیرہ کے برتن یا دکانیں اور مکانات یا اور قسم کے سامان اگر تجارت کیلئے ہوں تو اس میں زکوٰۃ فرض ہے

بشرطیکہ ان اموال کی قیمت شرعی نصاب کے برابر ہو اور اگر تجارت کیلئے نہ ہوں تو پھر ان اموال میں زکوٰۃ فرض نہیں اگرچہ ان کی قیمت نصاب سے بھی زیادہ ہو

مسئلہ نمبر ۴: کسی کے پاس اگر بقدرِ نصاب سرکاری نوٹ ہوں تو اس میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔

زکوٰۃ کی شرطیں

کسی آدمی پر زکوٰۃ اس وقت فرض ہوجاتی ہے جبکہ اس میں سات شرطیں پائی جائیں، اسلام، عقل، بلوغ، آزاد ہونا، نصاب کا مالک ہونا، نصاب کا حاجت اصلیہ اور قرض سے فارغ ہونا، ساتویں شرط یہ ہے کہ اس پر سال بھر گزر جائے اور سال کے آخر میں نصاب پورا قائم ہو۔ ان شرطوں کے پیش نظر کافر، غلام، مجنون، نابالغ اور ان لوگوں پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے جو صاحب نصاب نہ ہوں اسی طرح ان پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں جو صاحب نصاب تو ہو مگر حوائج اصلیہ ضروریہ سے وہ نصاب فارغ نہ ہوں یا اگر اس سے قرض ادا کیا جائے تو نصاب بحال نہیں رہتا۔ ان لوگوں پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں جو سال کی ابتداء میں ابتداء میں انکے پاس پورا نصاب ہو مگر سال کے آخر میں وہ نصاب پورا نہیں رہا ہو بلکہ اس میں کمی پائی گئی ہو۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے صحیح طریقہ

زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے صحیح طریقہ ہے کہ مقدار زکوٰۃ کو بطور تملیک ایک مستحق اور مصرف زکوٰۃ کو دے دیا جائے یعنی فقیر کو مقدار زکوٰۃ پر مالک بنا دیا جائے، خدمت یا کام کی اجرت میں زکوٰۃ دینا جائز نہیں، ہاں! اگر مالِ زکوٰۃ سے فقراء کیلئے کوئی چیز خرید کر ان پر تقسیم کی جائے تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۱: سال بھر گزر جانے کے بعد زکوٰۃ کو متصل ادا کرنا چاہئے، دیر لگانا اچھا نہیں ہے، اور سال بھر گزر جانے سے پہلے اگر زکوٰۃ ادا کردی جائے تو بھی جائز ہے۔

نیّت

زکوٰۃ دیتے وقت یا کم سے کم مالِ زکوٰۃ نکال کر علٰحدہ رکھتے وقت یہ نیت کرنی ضروری ہے کہ یہ مال میں زکوٰۃ میں دیتا ہوں یا زکوٰۃ کیلئے علیحدہ کرتا ہوں اگر خیالِ زکوٰۃ کے بغیر کسی کو روپیہ دے دیا جائے اور دینے کے بعد اس کو زکوٰۃ کے حساب میں لگایا جائے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ نمبر۲: جسکو زکوٰۃ دی جاتی ہے اسے یہ بتا دینا کہ یہ، مال زکوٰۃ ہے کوئی ضروری نہیں ہے، دینے والے کی نیت کافی ہے۔

مسئلہ نمبر۳: جس قسم کے مال میں زکوٰۃ واجب ہو تو زکوٰۃ دینے والے کو یہ اختیار ہے کہ عین وہی مال زکوٰۃ دے یا اس کی پوری قیمت ادا کرے یا قیمت سے کپڑا یا غلہ خرید کر فقیروں کو دیا جائے یہ سب جائز ہے۔

قرض داروں کو زکوٰۃ دینا

کسی شخص نے اگر قرض دار کو زکوٰۃ میں اپنا قرضہ چھوڑ دیا بغیر اسکے کہ اس سے کچھ لیا یا اس کو کچھ دیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ اس کیلئے صحیح طریقہ یہ ہے کہ اگر وہ قرضدار محتاج اور فقیر ہو تو اسی کو نقد مال زکوٰۃ، زکوٰۃ کی نیت سے دیکر جب وہ اس پر قابض ہوجائے تو اس سے یہ مال اپنے قرضے میں لے یا قرضدار کسی سے مال لیکر زکوٰۃ دینے والے کو اسی کے قرضہ میں دیدے پھر زکوٰۃ دینے والا اس مال کو بہ نیت زکوٰۃ اس قرضدار کو واپس دیدے۔ اس طریقہ سے زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی اور قرض سے قرضدار کا ذمہ بھی فارغ ہو جائیگا۔

بھیڑ بکریاں

مال کی چوتھی قسم جس میں زکوٰۃ فرض ہے بھیڑ بکریاں ہیں، یہ بھیڑ بکریاں سال بھر یا سال کے اکثری حصہ میں شہر سے باہر چراہ گاہوں میں جب چرنے ہی سے گزارا کرتی رہتی ہیں تو ان میں بھی زکوٰۃ فرض ہے ان کا حساب حسب ذیل ہے،

بھیڑ بکریاں جب ۴۰ سے کم ہو تو ان میں زکوٰۃ فرض نہیں اور ۴۰ سے ۱۲۰ تک ایک بکری یا ایک دنبہ دینا پڑے گا پھر ۱۲۱ سے لیکر ۲۰۰ تک دو بکریاں یا دو دنبے دینے پڑیں گے اور پھر ۲۰۱ سے لیکر ۴۰۰ تک ۳ بکریاں دینی پڑیں گی اور جب پوری ۴۰۰ ہوگئی تو ۴ بکریاں دینے پڑے گی اور اس کے بعد ہر سو کے بعد ایک بکری دی جایا کرے گی۔

مسئلہ: زکوٰۃ میں وہ بکری یا دنبہ دیا جائیگا جو اعلیٰ بھی نہ ہو اور ادنیٰ بھی نہ ہو بلکہ اوسط ہو، نیز اس کی عمر ایک سال سے کم نہ ہو۔

گائے بھینس

جب گائے بھینس ۳۰ سے کم ہو تو اس میں زکوٰۃ نہیں اور جب پورا ۳۰ ہوجائیں تو ایک سالہ بچہ زکوٰۃ میں دیا جائے گا، اور جس وقت چالیس کو پہنچ جائے تو دو سالہ بچہ دینا فرض ہے، ۶۰ تک جب پورے ہوجائیں تو پھر دو عدد ایک سالہ بچے دئے جائینگے۔ اس کے بعد زکوٰۃ اس طریقہ سے ادا کی جائے گی کہ ہر تیس میں ایک سالہ بچہ اور ہر چالیس کی عدد میں دو سالہ بچہ فرض زکوٰۃ ادا کرے گا۔

زکوٰۃ کے مصارف

جس کو زکوٰۃ دی جاتی ہے اسے مصرف بھی کہا جاتا ہے اور مستحقِ زکوٰۃ بھی،

(۱) فقیر: جس کے پاس تھوڑا سا مال اور سامان موجود ہو مگر نصاب کے برابر نہ ہو

(۲) مسکین: جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو (۳) قرض دار: جس کے ذمے لوگوں کے قرض ہوں اور قرض سے بچا ہوا مال اس کے پاس بقدرِ نصاب نہ ہو (۴) مسافر: جو مسافر کی حالت میں تنگدست اور محتاج ہو گیا ہو اس کو بقدر اس کی حاجت کے زکوٰۃ دینا جائز ہے، اسلامی مدارس میں طلبہ علوم دینیہ بھی زکوٰۃ کے مستحق ہیں،

جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

(۱) مالدار جس پر خود زکوٰۃ دینا فرض ہو (۲) سیّد اور بنی ہاشم جو حضرت حارث بن عبد المطلب اور حضرت جعفرؓ اور حضرت عقیلؓ اور حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے اولاد ہیں۔

(۳) ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی سب کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے (۴) بیٹا، بیٹی، نواسا، نواسی کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں (۵) خاوند اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے خاوند کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ (۶) کافر کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی باقی نفلی صدقات دینے میں کوئی حرج نہیں (۷) مالدار آدمی کی نابالغ اولاد کو بھی زکوٰۃ نہ دی جائے۔

ماہنامہ ''جامعہ اسلامیہ'' اکوڑہ خٹک ج ۱۱، ش ۲

قربانی کے احکام و مسائل

قربانی کب واجب ہوگی

کوئی شخص اگر مالدار صاحب نصاب ہو، یا رہائشی مکان کے علاوہ اسکے پاس دوسرا کوئی مکان یا دوکان ہو یا کوئی ایسا جائیداد جو قرض اور ضرورت زندگی سے زائد ہو اور اسکی قیمت بقدرِ نصاب ہو یا اس قیمت کے جانور ہوں تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔ (رد المختار: ج ۲)

قرض کی وہ حد جس پر قربانی نہیں

اگر رہائشی مکان اور گھر کی ضروریات سے زائد کسی کے پاس مکان یا دوکان یا جائیداد یا کوئی جانور ہو جس کی قیمت نصاب کو پہنچتی ہو مگر اس پر اتنا قرضہ ہو کہ اگر اس مال سے وہ قرضہ اداء کیا جائے تو اس کے پاس اتنا قرض سے نہیں بچ سکتا جس کی قیمت نصاب تک پہنچتی ہو تو نہ اس پر قربانی واجب ہے اور نہ صدقہ فطر۔

وہ جانور جن کی قربانی واجب ہے

جن جانوروں کی قربانی ہوسکتی ہو وہ درج ذیل ہیں: اونٹ، بھینس، گائے،

بیل، بھیڑ، بکری ان میں پہلے تین قسم کے جانوروں میں سات سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں اور بھیڑ بکری کی قربانی میں ایک سے زائد شریک نہیں ہوسکتے اور اونٹ بھینس گائے بیل میں سات سے زیادہ آدمی شریک نہیں ہوسکتے اور سات سے کم اگر اونٹ بھینس یا گائے یا بیل میں قربانی کرنا چاہے تو کر سکتے ہیں۔

قربانی کی جانوروں کی عمریں

اُونٹ کا پانچ سال کا ہونا ضروری ہے، مگر گائے بیل دو سال سے کم نہ ہو، اور بھیڑ بکری ایک سال کا ہونا ضروری ہے۔ اس سے کم عمر والے جانوروں کی قربانی جائز نہیں، یعنی اونٹ اگر پانچ سال، گائے بیل ۲ سال سے اور بھیڑ بکری ایک سال سے کم ہو اس کی قربانی نہیں ہوسکتی۔ (دنبہ اگر پورے چھ ماہ کا ہو تو اسکی بھی قربانی ہوسکتی ہے) (الھدایہ)

عیب دار جانوروں کی قربانی کا حکم

ایسے جانوروں کی قربانی نہیں ہوسکتی جو بالکل اندھے ہو، یا ایک آنکھ کی نظر جاتی رہی ہو۔ لنگڑے کی بھی قربانی جائز نہیں (بشرطیکہ قربان گاہ تک نہیں جاسکتی ہو) اسی طرح اس جانور کی بھی قربانی جائز نہیں جس کا کان یا دُم یا نصف یا نصف سے زائد کٹ گیا ہو۔

قربانی کے ایام

دسویں تاریخ سے لیکر بارھویں تاریخ تک قربانی کی جاسکتی ہے، لیکن آگے نہیں جاسکتی مگر بہتر یہی ہے کہ پہلے روز ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو عید کی نماز سے فارغ ہوکر متصل قربانی کی جائے۔

قربانی کا وقت

شہروں میں عید کی نماز پڑھ کر قربانی کے جانور ذبح کئے جائینگے، عید کے نماز سے قبل اگر شہروں میں کسی نے قربانی کے جانور کو ذبح کردیا تو اسکی قربانی نہیں ہوئی بلکہ دوسری کرنے پڑیگی، البتہ وہ گاؤں جہاں عید کی نماز نہیں پڑھائی جاسکتی اسکے باشندے صبح صادق طلوع ہونے کے بعد بھی قربانی کے جانور ذبح کرسکتے ہیں۔

قربانی کی جانوروں میں دانت کا نہ ہونا عیب ہے

بیمار جانور جس کی بیماری ظاہر ہو، اسکی قربانی نہیں ہوسکتی، اسی طرح جانور کے دانت بالکل نہ ہو تو اس کی قربانی بھی جائز نہیں، البتہ اگر اکثر دانت باقی ہو تو پھر قربانی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

قربانی کی جانور گم ہوجائے تو اس کا حکم

کسی نے قربانی کی عرض سے ایک جانور خریدا مگر عید کا دن آنے سے پہلے وہ مرگیا یا گم ہوگیا یا اسے چُرالیا گیا تو اگر وہ شخص غنی ہو تو اس پر دوسرے جانور کی قربانی واجب ہوگا اور اگر وہ فقیر ہو اور صرف ثواب حاصل کرنے کی غرض سے اس نے یہ جانور خریدا تو دوسری قربانی اس پر واجب نہیں۔

قربانی کرنے کا طریقہ

قربانی ذبح کرتے وقت رو بہ قبلہ ہوکر پہلے یہ آیت پڑھے اِنّی وَجَّهتُ وَجهِیَ لِلّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ حَنِیفًا وَمَا اَنَا مِنَ المُشرِکین ۔ اِنَّ صَلوٰتِی وَنُسُکِی وَمَحیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰهِ رَبِّ العالَمِین ۔ لَاشَرِیکَ لَه وَبِذَالِكَ اُمِرتُ وَ اَنَا اَوّلُ المُسلِمِین پھر اسکے بعد یہ دعا پڑھے اللّٰهُمّ تَقَبَّلهَا مِنَّا کَمَا تَقَبَّلتَهَا مِن سَیِّدِنَا اِبرَاهِیمَ عَلَیهِ السَّلَام اور اس کے بعد بسم اللہ کہہ کر ذبح کرے۔

قربانی کی گوشت کا تقسیم

قربانی کا گوشت تخمین اور اٹکل سے شرکاء آپس میں تقسیم نہ کریں بلکہ وزن سے تقسیم کی جائے۔

قربانی کی گوشت کے حصص

اگر قربانی کرنے والا شخص صاحب عیال ہو اور بال بچوں اور گھر کے لوگوں کو گوشت کی زیادہ ضرورت ہو تو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ تصدّق نہ کرے اور گوشت کو اپنے اہل وعیال اور بال بچوں کو کھلائے اور اگر وہ صاحب عیال نہ ہو یا گھر والوں کو گوشت کی زیادہ ضرورت نہ ہو تو گوشت کے تیسرے حصہ پر تصدق کرنا افضل ہے۔

نماز عید وتکبیرات تشریق

عید الاضحیٰ کی نماز کا طریقہ وہی ہے جو عید الفطر کا ہے مگر اس میں تکبیراتِ تشریق کا پڑھنا ہر مسلمان عاقل بالغ اور مقیم پر واجب ہے یہ تکبیرات ذی الحجہ کی نواں ۹ تاریخ کی نماز فجر سے شروع ہو کر تیرہ ۱۳ ذی الحجہ کی نماز عصر تک جاری رہے گی ہر فرض نماز کے بعد مرد وعورت کے لئے ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے، مرد جہراً اور عورت سراً پڑھے گی، تکبیرات یہ ہے ؎

اَللّٰہُ اَکبَر اَللّٰہُ اَکبَر لَاِالٰہَ اِلّااللّٰہ وَ اللّٰہُ اَکبَر اللّٰہُ اَکبَر وَلِلّٰہِ الحَمد

خطاب

ڈاکٹر مولانا حافظ اسرار الحقؒ

ڈاکٹر مولانا حافظ اسرار الحقؒ

تعارف

اکوڑہ خٹک کے مولانا اسرارالحق مرحوم نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت پائی اللہ تعالیٰ نے تحریر کے ملکہ سے نوازا تھا، اساتذہ دیوبند کے درسی افادات من وعن قلمبند کرتے ترمذی، ابوداؤد وغیرہ پر ان کے آمالی موجود ہیں، حضرت شیخ الحدیثؒ کا خصوصی تقرب حاصل کیا تقسیم ہند کے بعد دارالعلوم حقانیہ کا قیام عمل میں آیا تو آپ اولین اساتذہ میں سے تھے، ناچیز کو بھی ایک آدھ ابتدائی کتابوں میں تلمذ کا شرف حاصل ہوا، خاندانی مشغلہ طبابت تھا خود بھی مریضوں کا علاج معالجہ کرتے رہے، اس عرصہ میں حضرت شیخؒ کے خاص معتمد رہے، عربی ادب پر خاصی دسترس حاصل تھی دیوبند کے وقت سے مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ (جامعہ فاروقیہ کراچی) ان کے خصوصی احباب میں سے تھے دونوں حضرت شیخؒ کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے اور اکوڑہ خٹک بھی مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ کا آنا جانا یاد پڑتا ہے کہ اس تعلق کو نباہتے رہے بڑے عبقری انسان تھے مگر کشاکش روزگار اور دنیاوی الجھنوں کے وجہ سے علمی صلاحیتیں بھی الجھ کر رہ گئیں۔

التهنئة بمناسبة النجاح في الانتخابات للبرلمان الوطني

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيم

إلى فضيلة سماحة المخدوم الممدوح المحتشم شيخ الحديث مولانا عبدالحق مد ظله العالي

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته!

أما بعد! فبالرجاء المُوثق أظن ظناً حتميا أن تكونوا بخير و عافية تامة ذهنا و جسما وروحا بحمد الله عز وجل:

وبعد! فإني قد اصطفيت هذا الوقت خاصةً بُرهةً مغتنمةً أن أُخاطب حضرتكم لإهداء هديات التبريك السنية على فوزكم لانتخاب رُكنية اللجنة القومية المركزية بإعزاز ذات امتثال متفردة ، فالله عزوجل يبارك لكم في اهتداء تلك الإعزاز لتخديم القوم في مَيَادين خدماتِ الدينية الروحانية الإسلامية كما كان مِن قبلكم مرتين قبل هذه الفترة ـ

ومالي لا اَشكُرالله الذّي فضّلنا بِانجاح فوزكم، فالله اَعلم بما مربي من المسّرات والإبتها جات بعد استماع تلك الفوز المبين......

فَاح عرف النسیم فی السحرِ

واتانی باطیب الخبرِ

شیخنا المعظّم! هذه واحدة من ذُخرة النعم والأ یادی الّتی اَدَرّاللّٰه علیکم شابیبها منذطویلٍ مما غبر من الزمان فی صُعبة من صورة الحالات الشدیدة العویصة ولا غروَأنه کان کذلک حتی أحس کثیر من زملائکم وأحبائکم و مخدومیکم غیر متناسبٍ لذاتکم الشریف فی هذه الساعة والوهلة والحال أن هذا الزمان زمان کیف هوذماً او مدحاً لیعلمه اهل العلم کلَّ العلم و الحال أنه قد مضی ماضیناوحلّ حلولاً فی الوقائع التی فینا ونحن الان فی الحال أیّة حال ......

ثم انقَضَت تلک السنوُنَ واهلُها

فکأنّها و کأنّهم احلام

ونحن نمرّ مروراً مُلتصقاً ذات تلویث فی زمان الدجل والتلبیس الذی اختفٰی فیه الدین وغلبت فیه الدنیا علی الدین المظلوم الممزوق بید الممزوقین الملحدین العصرین الحادثین بأنواعٍ واصناف فیا اسفاه !قد کان وطُننا هذا تُشُکّل زرّعَ لأ جراء أحکام الدین الحنیف تحت رئاسة الإسلام والخلافة فی بدء من نشأته والآن فی بدء من کهولته و شَتَّان بینهما والآن بین أیدی أعیُننَا کانت الحالات فیما تطابق للمراقبات وللمکاشفات لحضرة ممدوحِنا ممدوح الکل، حِبر العصر وکبر العلماء شیخ العرب والعجم شیخ الإسلام والمسلمین حضرتنا سید حسین احمد المدنیؒ أنار اللّٰه برهانه أنه تترقی الفتن فی بلاد الباکستان فی المستقبل غیر أن یتنزّل و یُستوصل استیصالاً کاملاً

وکانو کل من تلک الاکابر الکبار الأولیاء رِبّیین الذین قد قیل فیهم بلسان الرسالة إن اللّٰه قال: من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب ، وما تقرب ألی عبدی بشی أحب إلی مما افترضت علیه(بخاری: ح ۲۴۹۲) فقد کنا نُوذِیهم الکرام کل الایذاء وبالنتیجة فقد أو ذینا لا وکس ولا شطط ولا عوض ولا معاوضة ولم یبق الیوم فی الشرق ولا فی الغرب بل ولا فی الجهات الأربع وما یلیها من المدن والامصار والبلاد و القری من العلم الإ رسمه، ولا من الدین الإاسمه وأباد الزمان أهله کان لم یغنوافیها بالأ مس، فقد ذهب الموت برمته وجاء الجهل بأسره وکان امراللّٰه قدراً مقدوراً حتی جاء ت الآن تلک الساعة العسرة المشوشة لقلوبِ أهل الدین فبلغتِ القلوب الحناجرَ،و تظنون باللّٰه الظنّونا و کان هذا مثل یوم الخندق وألا حزاب اذ حِ کان النبیا یقول ......

بسم اللّٰه وبه هُدِینا

ولو عبدنا غیره شقونا

اللّٰهم لو لا انت ما اهتدینا

ولا تصدقنا ولا صلّینا

فانزلن سکینةً علینا

وثبّتِ الاقدام ان کاقینا

اِن الأولی قد بغوا علینا

إذا ارادو افتنَةً أبیننا

فللّٰه الحمد الغیر المعدد الغیرالمحصی إذ شرفنا بفوزکم الکبیر فی تلک الخطوة البرزخیة فوزاً عظیماً کبیراً......

لقد أحسنَت بك الايام حتى

كأنك فی الدهر ابتسامٌ

ومن الرّحمّات الربّانية أن الناس قد علموا علماً بليغاًر وافياً فيكم وعرفو اعرفا ناً مُتقناً فی ذاتكم الشريف وقالوا ......

كلنا عالمٌ بأنك فينا

نعمةً ساعدت به الأقدار

فوضت نفسك النفوس من البشر

وزيدت فی عمرك الاعمار

فمن كان من اعدائكم من مبارزيكم فذلوا وخسؤاو تندّ موافانقلبوا خاسرين هدانا و هداهم اللّٰه عزّ زكم اللّٰه عز وجل بالفوز الباهر، فما كان هذا الفوز كم فقط بل هو كلّه و جُلّه فوزنا فوزكل منّا وفوز ملتنا المسلمة وفوزنا و فوز اساليب فوزكم ديننا فی ضوء النهار المشمّسة لا فی غبرات مظلماتِ الليل الاليل الدهماء ۔

شيخنا المُفتَخم! أظّن أنها ليست هذه مبالغة اوا طراح أو إلحاح غائية أو تمديح نها ئية على رؤس الأشهاد على حضور كم أن نخاطبكم فی عدة من الاشعار بما خاطبه به المنشد الأريب ابن الزملكانیؒ فی مدح ممدوحه الإمام ابن تيميةؒ وأنا أجرى بتكراره......

ماذا يقول الواصفون له

وصفاته صلب عن الحصر

هو حجة اللّٰه قاهرة

هو بيّنا الحجوبة العصر

هو آية فی الخلق ظاهرة

أنواره أربت على الفجرِ

والحاسدون المعاندون المبغضون المتعنتون فعلواما فعلوامن شناء ة عاداتهم فغشيهم من اليم ما غشيهم ومنا الدعاُ فی حقهم......

جزی اللّٰه منا الحاسدين فانّهم

قد استوجبوامنا على فعلهم شكرا

أذا عوالنا ذنبا فأفشو ا مكارماً

وقد قصدوذماً فصارولنا فخرا

فالحمد للّٰه على ذلك حمداً كثيراً طيبا مباركا فيه أرجوارجاءً قويا أن تمنحو نی بقبول التبريك منی هذا فی غيبوبتی الان وأنا أحضر الی سما حتكم بنفسی كی أهديها بلا واسطة الوسائط من غير ايّة توسط بعد برهة من الوقت أن تكونوابالا ستراحة وتصيروا غير متعوبين و غير مكروبين لعدوة اشتياق عامة الناس الی حضوركم الآن مراعاةً لدأفتكم واعتباءً لضعف صحتكم البدنية انشاء اللّٰه تعالیٰ

كيف الوصول الی سعاد و دونها

قلل الجبال ودونهنّ حتوف

فالّرجل حافيه ومالی مركب

والكفُّ صِفر والطريق مخوف

ففی الآخر مرة أخری اکررتکرار التهنئة لکم ولأولارکم وفضائل أساتذتکم الکرام کثر اللّٰہ امثالھم فینا ولمن بذل جھود و مساعیه فی تلك الأمر المستحسن وبالا ختصاص علی مولانا عبدالقیوم الحقانی وعلی تلمیذی الناسی مولانا سمیع الحق بألقابة منی من عمیقات قلبی وباللّٰہ التوفیق وبه نستعین وھو الموفق والمعین إلی یوم الحشر والنشر والحساب والدین وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیرخلقه محمد و آله وصحبه اجمعین

وللّٰہ درمقاله عارف الرومیؒ برد اللّٰہ مضجعه......

چراغے راکه ایزد بر فروزد
ھر آنکس پف کند ریشش بسوزد

والختام بالسلام

أحوکم المسمیٰؒ

محمد إسرارالحق صدیقی قاسمی

بقریة أکوره ختك

۱۹۸۵/۲/۲۸ء

(اردو ترجمہ وخلاصہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

قومی اسمبلی کے انتخابات میں کامیابی پر مبارکباد

محترم جناب شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بعد از سلام اللہ تعالیٰ سے امید واثق ہے کہ آپ سب بخیرو عافیت ہونگے، میں نے خاص طور پر اس موقع کو غنیمت جان کر آپ کو خط کے واسطے مخاطب کرنا چاہا، تاکہ قومی اسمبلی میں شاندار کامیابی کی مبارکبادی ہو جائے اللہ تعالیٰ آپ کو یہ اعزاز مبارک کریں تاکہ دینی اور روحانی میدان میں قوم کی خدمت کریں جیسا کہ اس سے پہلے دو مرتبہ کی ہے، میں کیوں اللہ کا شکر ادا نہ کروں جس نے ہم پر آپکی کامیابی کا فضل کیا، اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آپکی کامیابی کے سننے پر ہمیں کتنی خوشی ہوئی......

فاح عرف النسیم فی السحر
وآتانی بأطیب الخبر

صبح کے وقت باد صبا چلی میرے پاس خوشی کی خبر لائی۔

میرے مشفق استاد محترم! یہ اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات میں سے ایک انعام ہے جن کی بارش عرصہ سے برس رہی ہے جبکہ اس سے پہلے زندگی تنگدستی اور تکلیف کی تھی، لیکن گزر گئی جیسی بھی تھی......

ثم انقضت تلك السنون وأهلها

فكأنها وكأنهم أحلام

وہ زمانہ اور اہل زمانہ گزر گئے گویا کہ وہ ایک خواب تھا، آج کل ہم دجل و فریب کے دور سے گزر رہے ہیں ہر طرف سے دین پر حملے ہو رہے، کیا ہمارا وطن اسی کیلئے بنایا گیا تھا؟ ابتداء میں اسلامی خلافت اور احکامِ دین کی باتیں ہوتی تھیں اب ہمارے ملک کے حالات ہمارے مربی و شیخ کے سامنے ہیں مولانا حسین احمد مدنی کو پتہ تھا کہ پاکستان میں آئندہ دور میں فتنے رونما ہونگے لیکن انکی بیخ کنی کی جائی گی، مولانا حسین احمد مدنی ان اولیاء میں سے تھے جن کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میرے دوست کو تکلیف دی تو میری طرف سے ان کے ساتھ اعلان جنگ ہے، ہم نے ان کو تکلیف دیا تو نتیجہ میں ہم نے بھی تکلیف اُٹھایا، آج پوری دنیا میں علم اور دین کا صرف نام ہی رہ گیا ہے، علماء کے جانے سے علم بھی فنا ہوا اور جھل نے ڈیرے ڈال دیئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم پر آپ جیسی ہستی کے ذریعے احسان عظیم فرمایا اور آپ کو انتخابات میں کامیابی دلائی، آپکی عزت وشان اور مقام و مرتبہ سے کوئی بھی جاہل نہیں......

كلنا عالم بأنك فينا

نعمة ساعت به الأقدار

فوضت نفسك النفوس من البشر

وزيدت فى عمدك الأعمار

ہر ایک کو پتہ ہے کہ آپکا وجود ہمارے لیے نعمت ہے، آخر میں دوبارہ مبارکبادی آپکو اور آپکی اولاد اور اساتذہ کرام کو دیتا ہوں، بالخصوص مولانا عبدالقیوم حقانی اور مولانا سمیع الحق کو دل کی گہرائی سے مبارکباد کہتا ہوں۔ والسلام

خطاب

مولانا لطافت الرحمٰن صاحب سواتیؒ

مولانا لطافت الرحمٰن صاحب سواتیؒ

تعارف

حضرت مولانا جید عالم و فاضل عربی ادب سے خاصا شغف رکھتے تھے دارالعلوم حقانیہ میں عرصہ تک تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے پھر جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں تدریس کے اعلیٰ خدمات انجام دیں آخر میں کراچی کے بعض مدارس میں رہے اپنے گاؤں رونیال سوات میں ایک دینی ادارہ بھی قائم کیا ناچیز کو بھی شرف تلمذ حاصل ہے ماہنامہ الحق اور ناچیز سے مخلصانہ تعلق اور محبت آخر دم تک قائم رکھا۔......(س)

قرآن کریم کس قسم کی کتاب ہے؟

غیر متناہی اور طاقتور پیغام

اس سوال کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ یہ کتاب شاہی فرامین اور خدائی احکام و ارشادات کا مجموعہ ہے اس کو خداوند پاک ، خالق کائنات ، مالک موجودات ، احکم الحاکمین ، رب العالمین نے نازل فرمایا ہے جس کی صورت یہ ہوئی کہ مرکزی دفتر اعلیٰ (لوح محفوظ) سے بیک وقت عالم انسان کے قریبی دفتر (آسمانِ دنیا) میں ایک طے شدہ نظام تکوین کے تحت نازل کر دی گئی پھر حسب ضرورت جب اپنے اوقات اور حالات میں ان مقدرات اور واردات کا ظہور ہوتا رہا تو اس کتاب کے متعلقہ حصے (آیت یا چند آیات) کا نزول ہوتا گیا اور ۲۳ سال کے عرصہ میں ان جواہر پاروں کا نزول مکمل ہوا جنکا شیرازہ بظاہر تو منتشر تھا لیکن درحقیقت نہایت مربوط و منظم اس وجہ سے تھا کہ ان کو اس بندہ خدا کی ہدایت و ارشاد سے موجودہ کتابی شکل و ترتیب دے دی گئی تھی جن پر کتاب نازل ہوئی اور اس کتاب کو جو قاصد لے کر آتا رہا وہ بھی درگاہ خداوندی کا انتہائی با اعتماد اور معزز مؤقر فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھا چنانچہ انہی کے بارہ میں فرمایا گیا۔

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍO ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ(التکویر:۱۹۔۲۰)

"بلاشبہ یہ قرآن اس معزز قاصد کا لایا ہوا پیغام ہے جو بڑا طاقتور خداوند عرش کے یہاں قدر ومنزلت والا ہے اور فرشتوں کا سردار اور امانت دار ہے"

اور جس طرح اس کے معانی اور مضامین خداوند پاک کے ہیں اسی طرح اس کے الفاظ و عبارات بھی اس خدا کے ہی ہیں جس کی حکمت و قدرت معلومات اور کلمات کی کثرت انسانی اندازہ سے باہر اور کائنات کے احاطہ سے وراء الوراء ہے خود فرما رہے ہیں:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (الکهف:۱۰۹)

"کہہ دیجئے! کہ اگر تمام سمندروں کو خدا کے کلمات لکھنے کیلئے بطور روشنائی استعمال کیا جائے اور ایک سمندر کا اضافہ بھی کیا جائے تب بھی کلام الٰہی کا اختتام نہیں ہوگا"

نیز فرمایا گیا ہے۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (لقمان:۲۷)

"روئے زمین کی تمام درختوں کو قلم اور سمندروں کو روشنائی قرار دیا جائے بلکہ سات سمندر مزید ملا دیئے جائیں تو بھی لکھتے لکھتے خداوند پاک کے کلمات ختم نہیں ہوں گے بیشک خدا غالب اور حکیم ہے"

غیر متناہی کلمات کا خلاصہ

اب ظاہر ہے کہ جب خدا نے اپنی غیر متناہی کلمات کا وہ خلاصہ دنیا میں بھیجا جس میں نسل انسانی کیلئے (بلکہ جن وانس دونوں کیلئے) تا قیام قیامت ہر طرح کے حکم و مصالح عدل وانصاف کے اصول کو درج فرمایا اور اس کامل ومکمل پیغام کا پیغام رساں بھی اپنے خاص الخاص بندوں میں سے ایسی عظیم تر ہستی کو قرار دیا جو نوع انسانی کا ایک بے

مثال فرد ہے اور جس میں انسانیت کے تمام کمالات و اوصاف، دیانت و امانت اور خلق عظیم کے علاوہ فصاحت و بلاغت زور فہمی اور نکتہ رسی وغیرہ بے شمار صلاحیتوں کو جمع کر دیا گیا ہے حضرت حسان بن ثابتؓ نے خوب فرمایا ہے:

فأحسن منك لم ترقط عيني
و اجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرءً اعن كل عيب
كانك قد خلقت كما تشاء

"آپ سے زیادہ خوبصورت ہرگز نہیں دیکھا گیا اور آپ سے زیادہ جمیل نہیں پیدا ہوا آپ ہر نقص وعیب سے پاک پیدا کئے گئے، گویا اس طرز پر پیدا ہوئے جو آپ نے چاہا"

اس پر مستزاد یہ کہ اس خدائی پیغام کو فہم ونفاذ کے تمام تر ذرائع اور اسباب مہیا کئے گئے اور اس کے من وعن محفوظ ہو جانے اور اس کے بیان وتبیین کی ذمہ داری کا جو احساس ان کو تھا اور جو فکر ان کو لاحق تھا اس بارہ میں بھی ان کو مطمئن کر کے فرمایا گیا:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (القیامة:۱۶-۱۹)

"آپ عجلت حفظ کی خاطر اپنی زبان کو حرکت دینا بند کیجئے کیونکہ ہمارے ہی ذمہ ہے اس قرآن کو جمع کرنا اور پڑھنا ہاں جب ہم نے پڑھا تب اس کو پڑھئے پھر ہم پر اس کا بیان بھی ہے"

ہدایت وعرفان کا آفتاب عالمتاب

پھر ہم پر اس کا بیان بھی ہے، اللہ کا وہ بندہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہے جن کا سلسلہ نسب ۲۳ پشتوں پر حضرت ابراہیمؑ سے ملتا ہے یہ عرب قوم کے شریف تر

خاندان قبیلہ قریش کے چشم و چراغ ہیں، ملک عرب میں ۵۷۱ء میں ان کی ولادت ہوئی، ولادت و بعثت سے قبل صرف عرب قوم نہیں بلکہ پوری انسانیت جس جہالت اور ظلمت میں تھی اور اپنے معبود حقیقی سے جس قدر دور اور نا بلد تھی، اس کی داستان اوراق تاریخ میں درج ہے، اور خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ

”خدا وہ ذات ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک ایسا رسول بھیجا جو ان پر خدا کی آیات پڑھتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں اور یقیناً وہ اس سے قبل کھلی گمراہی میں تھے“ (الجمعہ: ۲۰)

بہرکیف اس کم مدت میں محیر العقول کارناموں کی تکمیل فرما کر ۶۳۴ء میں ہدایت وعرفان کا یہ آفتاب عالمتاب، بظاہر غروب ہوا، مگر ان کی تعلیمات اس قرآن کی وجہ سے جو اس کا ابدی ولافانی معجزہ ہے، زندہ ہے......

أفلت شموس العالمين وشمسنا
أبداً علیٰ افق العلیٰ لا تغرب

”تمام عالم کے سورج غروب ہوگئے اور ہمارا سورج بلندی کے افق پر ہمیشہ ہمیشہ تابان و درخشاں رہے گا“

قرآن کریم کی حقیقت

ہمارے اس اجمالی خاکہ سے اس سوال کا مختصر جواب بھی ہوگیا تفصیل وتوضیح کی گہرائیوں اور بے پناہ وسعتوں کا پتہ بھی چلا کہ جب یہ مالک فرش وعرش کا کلام ہے اور اسی ہیئت کذائیہ سے واقعتاً اس ذات خداوندی کی طرف منسوب ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ کس قسم کی کتاب ہے ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا

اب تشریح و بیان جو کچھ حسب موقع وحال ہے وہ یہ کہ قرآن کس قسم کی کتاب

ہے اس سوال کا تجزیہ کر کے جواب میں چار عنوان قائم کئے جاتے ہیں اور ہر ایک پر حسب توفیق لکھنے کے بعد دیگر تین حصوں پر روشنی ڈالی جائے گی۔

قرآن قرآن کی نظر میں، قرآن رسول کی نظر میں، قرآن اپنوں کی نظر میں، قرآن غیروں کی نظر میں۔

قرآن قرآن کی نظر میں

خود خداوند کائنات نے قرآن کے بارہ میں فرمایا ہے کہ یہ قرآن نہایت کامل ومکمل کتاب ہے عظیم رہنما ہے اس کے برحق ہونے میں کسی کو ریب و تردد، قلق واضطراب کی گنجائش نہیں اور جو لوگ اس کی تعلیمات سے فائدہ اٹھاتے ہیں ان کے اوصاف یہ ہیں۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ o الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ o وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ o اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (البقرة: ۲تا٤)

یہ کامل ومکمل کتاب ہے اس میں تردد کی گنجائش نہیں، ان خدا ترسوں کیلئے کامل راہنما جن کے اوصاف حسب ذیل ہیں (آگے آیت میں) هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک ان متقین کے اوصاف ہیں، دوسری جگہ قرآن کو نور فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا (النسآء: ۱۷٤)

”اے لوگو تمہارے پاس خدا کی طرف برہان اور نور آیا ہے“

قرآن کو حق بھی فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّکُمْ (النسآء: ۱۷۰)

’’اے لوگو! تمہارے پاس حق کتاب کو لے کر رسول آیا، تم اس پر ایمان لے آؤ اور اپنے لئے خیر کی جستجو کرو‘‘

قرآن سیدھی راہ دکھاتا ہے

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ أَقْوَمُ (بنی اسرائیل:۹)

یہ قرآن اس راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے جو نہایت سیدھا ہے۔

قرآن غور وفکر، عمل وتدبر کیلئے نازل ہوا ہے۔

أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (النحل:٤٤)

’’ہم نے آپ پر قرآن کریم نازل کیا تا کہ آپ اس کو لوگوں سے بیان کریں اور اس میں غور وفکر کریں‘‘

قرآن باطل کی آلائشوں سے صاف اور منزہ ہے

لَا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (حمٓ سجدہ :٤٢)

’’اس قرآن کے پاس باطل نہ آگے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے یہ حکیم وحمید خدا کی نازل کردہ کتاب ہے۔‘‘

قرآن ضروری امور کا تبیان ہے

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (النحل:٨٩)

’’اس قرآن کو ہر شے کا تبیان اور ہدایت ورحمت اور بشارت بنا کر نازل کیا گیا‘‘

قرآن کے نغمۂ حق سننے سے انسان کے علاوہ جنات کی ایک جماعت نے جو اثر لیکر اسلام قبول کیا اور قرآن کے بارہ میں جو رائے قائم کی اور شرک کے خلاف جو باہمی عہد و پیمان کیا اس کا ذکر حق تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ يَّهْدِيْ إِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا (الجن:۱تا۲)

’’کہہ دیجئے! کہ مجھے وحی کے ذریعہ بتایا گیا کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن سنا تو کہا کہ ہم نے ایسا عجیب قرآن سنا جو راہ راست بتلاتا ہے، ہمارا تو اسی پر ایمان ہے اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے‘‘

قرآن اپنی ظاہری و باطنی، لفظی اور معنوی خوبیوں کی وجہ سے سننے والے کے گوشت و پوست کو متاثر کرتا ہے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ

’’خدا نے بہت عمدہ کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ اس کے مضامین باہم ملتے جلتے ہیں بار بار دھرائی گئی ہے جس سے ان لوگوں کے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کو وہ چاہتا ہے اس کے ذریعہ ہدایت دیتا ہے اور خدا جس کو گمراہ کرے اس کا کوئی ہادی نہیں‘‘ (زمر:۲۳)

قرآن کو انتہائی حکیمانہ اور حاکمانہ قانون نظم ونسق اور عدل وضبط کی وجہ سے ثقیل کیا گیا ہے فرمایا ہے۔

إِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا (المزمل :٥)

’’ہم تم پر ایک بھاری کلام ڈالنے کو ہیں‘‘

قرآن میں کتنا جلال اور زور ہے فرمایا ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (الحشر:۲۱)

''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتار دیتے تو تم دیکھ لیتے کہ وہ پہاڑ خوف خدا سے پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا''

قرآن رسول اللہ ﷺ کی نظر میں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

إن هذا القرآن مأدبة الله فتعلموا من مادبته ما استطعتم إن هذا القرآن حبل الله والنور المبين والشفاء ألنافع عصمة لمن تمسك بہٖ ونجاة لمن اتبعهٗ لا يزيغ فيستعتب ولا يعوج فيقوم ولا تنقضي عجائبهٗ (مصنف ابن ابی شیبة: ح ۳۳۵۸)

''یہ قرآن خدا کا دستر خوان ہے تم سے جہاں تک ہو سکے اس سے کچھ حاصل کرو یہ قرآن خدا کی رسی ہے اور یہ نور مبین اور شفاء نافع ہے یہ قرآن عذاب خداوندی سے بچاؤ اور نجات کا ذریعہ ہے ان کیلئے جنہوں نے اس پر اعتماد اور عمل کیا یہ قرآن راہ حق سے منحرف نہیں ہوتا تا کہ سیدھا کیا جاوے، اور نہ ہی اس کے عجائب ختم ہوتے ہیں اور نہ ہی بار بار دہرانے سے پرانا ہو جاتا ہے''

نیز فرماتے ہیں:

ألا إنها ستكون فتنه فقلت ما المخرج منها يا رسول الله ؟ قال كتاب الله فيه نبأ ما قبلكم وخبرمابعدكم وحكم ما بينكم وهو الفصل ليس بالهزل من تركهٗ من جبار قصمهُ الله ومن ابتغى الهدى في غيره أضله الله وهوحبل الله المتين (ترمذی: ح ۲۹۰۶)

''عنقریب ایک فتنہ برپا ہوگا، عرض کیا گیا کہ حضور! پھر اس سے مخلص کیا ہو گا فرمایا خدا کی کتاب اس میں گذشتہ اقوام وملل کی پوری خبر اور آئندہ نسلوں

کا پورا حال درج ہے اور یہ تمہارے باہمی تنازعات کا فیصلہ کرنے والا ہے یہ کوئی دوراز کار چیز نہیں ہے جس ظالم نے اسکو چھوڑا، اسکو خدا ہلاک کرے گا، اور جس نے کسی اور سے ہدایت حاصل کرنا چاہی وہ گمراہ ہو جائے گا یہ قرآن خدا کی مضبوط رسی ہے''

مزید فرمایا:

ما من الأنبياء من نبي إلا أعطى (من الآيات) مامثله آمن عليه البشرو إنما كان الذى أوتيت وحياً أوحاه الله إليّ فأرجو أن أكون أكثر هم تابعاً يوم القيامة (بخاری: ح ۲۰۱۲)

''ہر نبی کو جو بھی معجزہ دیا گیا ہے تو اس جیسے معجزات پر لوگ ایمان لائے ہیں اور جو کتاب وحی کے ذریعہ کی گئی ہے یہ بے مثال ہے اس وجہ سے میری امید ہے کہ قیامت کے روز میرے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے''

قرآن اپنوں کی نظر میں

قرآن کو جن بندگانِ خدا نے اپنایا، جنہوں نے اپنی استعداد وصلاحیت کے مطابق کلی یا جزوی طور سے اس پر عمل کیا اور قرآن نے ان کو انسانیت کا سبق دیا، انہوں نے قرآن کو ایک مکمل لائحہ عمل پایا اس کتاب پر عمل پیرا امت کی نظر میں اس کا کمال محض عقیدت اور تقلید ووابستگی پر مبنی نہیں بلکہ اصل حقیقت اور نری واقعیت پر اپنے پیش کردہ اغراض ومقاصد میں بہ ہمہ وجوہ نہایت کامیاب اور مؤثر ہونے پر مبنی ہے، ان لوگوں نے اس کتاب کو ہر جہت اور ہر لحاظ سے آزمایا، اور اس میں دنیا وآخرت کی فلاح و نجات پائی اس کتاب سے انہوں نے قلوب وضمائر کو صاف کیا انہوں نے اس کتاب میں دین پایا، دنیا پائی، سیاست وحکمت پائی، عدل وانصاف پایا، غرض اس کتاب پر جس قدر غور کیا گیا، یا کیا جاسکا اس کے محاسن وکمالات ظاہر ہوتے گئے ......

يريدك وجهه حسناً

اذا ما زرته نظراً

''اس کے چہرہ میں جس قدر زیادہ غور ونظر کرو گے اس قدر اس سے حسن و جمال کا ظہور ہوگا''

درحقیقت قرآن پر ایمان لانے والے صحابہؓ، تابعین، علماء، محدثین، فقہا، صلحاء، حکماء، مؤرخین، مفسرین نے قرآن سے جو اثر لیا اور قرآن کے بارہ میں جن خیالات کا اظہار کیا کسی طبقہ و جماعت نے مجموعی طور پر یا کسی شخص نے انفرادی صورت سے کیا ہے اور پورا ذخیرہ نہ یہ کہ موجود ہے بلکہ ہر دور میں اس میں اضافہ ہونا قائم ودائم ہے......

ع ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

بے شمار علوم وحکم کا خزینہ

علمائے امت نے قرآن کریم پر مختلف طور وطریق سے غور کر کے اس سے ان بیشمار علوم کو اخذ کیا جن میں سے اکثر وبیشتر وہ ہیں جن سے صرف مسلمان قوم ہی نہیں بلکہ پوری بشریت فائدہ اٹھارہی ہے اگر قرآن نازل نہ ہوتا اور ان عجیب وغریب علوم کی ایجاد نہ ہوتی تو انسان کا علمی سرمایہ نہایت ناقص و ناتمام ہوتا، وہ افادیت، فہم معنی کا ضابطہ اور سہولت یقیناً نہ ہوتی جن کی رہنمائی قرآن سے اخذ شدہ علوم نے کیا ہے علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے الاتقان فی علوم القران میں براہ راست قرآن سے اسی علوم کو اخذ کیا اور فرماتے ہیں کہ یہ بھی علیٰ سبیل الاختصار ہیں قرآن سے اخذ شدہ چند مروج علوم وفنون یہ ہیں صرف نحو، اشتقاق، معانی، بیان، بدیع، فقہ، حدیث، فرائض، اصول حدیث، تفسیر، اصول تفسیر، علم کلام، علم تجوید، علم تصوف، علم الاخلاق، تعبیر الرؤیا، علم الحساب، علم طب، اصول فقہ، وغیرہ وغیرہ

قرآن کریم کے عجائب وغرائب

علامہ جوہری طنطاویؒ نے تو اپنی عجیب وغریب تفسیر جواہر القرآن میں قرآن کی بلاغت کا ایک انوکھا معنیٰ یہ بیان کیا ہے کہ کائنات عالم سے متعلق تمام مادی اور تکوینی تحقیق وتجسس کا غایت اور نہایت تک پہنچانا، اجسام سفلیہ اور اجرام علویہ اور فضا کی لامحدود وسعتوں کا کھوج لگانا یہ بھی قرآن کی بلاغت ہے اور بتایا کہ قرآن میں احکام شرعیہ سے متعلق اگر ۱۵۰ آیات ہیں جنکی روشنی میں قیامت تک انسان کیلئے ایک لائحہ عمل تیار کیا گیا ہے تو علم النفس اور علم الآفاق سے وابستہ ۷۵۰ آیات ہیں۔

مگر افسوس! کہ علماء کرام نے قرآن کریم کے تشریحی پہلو اور لفظی بلاغت پر تو غور کیا اور اسکی معنوی علمی معلوماتی بلاغت پر مناسب توجہ نہ دی اور اسی غفلت اور بے توجہی کو مسلمان قوم کے انحطاط کا سبب قرار دیا ہے وللہ در صاحب الأمالية حيث يقول ......

جميع العلم في القرآن لكن

تقاصر عنه افهام الرجال

''قرآن کریم میں تمام علوم ہیں مگر لوگوں کے افہام ان کے ادراک سے قاصر ہیں''

قرآن کریم ہی کے طفیل ان علوم کے سلسلہ میں ابتدائی وتمہیدی علم وفن (گرائمر) کو لیا جائے یا بلاغت وبیان کے اصول کو دیکھا جائے جس نے قرآن کے وجوہ اعجاز بیان کر کے دنیا والوں کو قرآن کے نرالے طرز تعبیر اور اندازِ بلاغت سے آگاہ کیا ہے قرآن کی عبارت دلالت، اشارات مقتضیٰ آیات محکمات اور متشابہات، غرض ہر ہر لفظ حکم ومعارف عبر ونکات کا گنجینہ ہے کس کس کو گنا جائے......

دامان نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار

گل چین بہار تو زدامان گلہ دارد

قرآن سے تیرہ لاکھ مسائل واحکام کا استنباط

امام ابو حنیفہؒ نے قرآن سے تیرہ لاکھ احکام کا استنباط کیا ہے جبکہ باقی آئمہ مذاہب نے ایک کروڑ مسائل کا استنباط کیا ہے قرآن سے متعلق جو گراں قدر عظیم الشان یادگار زمانہ تصنیفات و تالیفات کا علمی ذخیرہ ہے ان سے کس کس کو دیکھ کر قرآن کی عظمت وجلال اور جامعیت و کمال کا اعتراف کیا جائے علوم فرعیہ کے سلسلہ میں فقہاء اولین کی محیطات ومبسوطات کو چھوڑ کر صاحب ہدایہ، امام برہان الدین مرغینانی کی کفایت المنتہی کو دیکھا جائے جس کو اولاً مکمل ۸۰ جلدوں میں لکھا گیا ہے پھر درس و تدریس کی سہولت کی خاطر موجودہ ہدایہ کی صورت میں صرف چار جلدوں میں اس کا اختصار کیا گیا ہے پھر بھی چار ضخیم علمی فقہی جواہر پارے اور بیشمار مسائل پر مشتمل عظیم دفاتر ہیں یا فن حدیث میں بخاری کی شروح وغیرہ کو دیکھا جائے یا براہ راست قرآن کی تفسیر وتشریح کا جو بے پناہ طویل سلسلہ ہے اس میں امام غزالیؒ کی تفسیر یا قوت التاویل فی اسرار التنزیل کو دیکھا جائے جو ایک سو مجلدات میں لکھی گئی ہے یا العلامہ عبدالسلام یوسف ابن محمد کی تفسیر حدائق ذات بھجۃ پر نظر ڈالی جائے جو ۵۰۰ جلدوں میں لکھی گئی ہے اور سورت فاتحہ کی سات آیتوں سے متعلق ۲۵ جلدوں میں سے ۵ مکمل جلدیں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سے متعلق ہیں یا تفسیر علائی شیخ محمد بن عبدالرحمٰن بخاری اور تفسیر الاستغناء شیخ ابو بکر محمد کو لے لیا جائے جس میں ہر ایک، ایک ایک ہزار جلدوں میں لکھی گئی ہے نیز وہ جو شیخ عبدالوہاب نے قرآن کی تفسیر ایک لاکھ اشعار میں لکھی ہے۔

قرآن بیشک ایک لامتناہی علوم اور معلومات کا خزانہ اور ہر لحاظ سے دریگانہ ہے جس سے بقول ابن عربی ستر ہزار علوم کا استخراج کیا گیا ہے اور اگر ایک طرف الفاظ وقوالب کے اعتبار سے بحر ذخار ہے تو دوسری طرف مقصد ومعنی کی رو سے بے مثال ہے

اس کے الفاظ کی وضاحت و بلاغت اسالیب وتراکیب کی موزونیت انسانی قدرت سے کہیں بالا وبرتر ہے نہ تو اس کے معجز طرز بیان کو جلال و وقار کے لحاظ سے سمندر کی عظیم اور مہیب موجوں سے تشبیہہ دی جاسکتی ہے اور نہ اسکی حلاوت وشیرینی کو شہد وعسل کی شیرینی قرار دیا جاسکتا ہے......

مظلومة القد فی تشبیهه غصناً

مظلومة الریق فی تشبیهه ضربا

''اس محبوبہ کی قد کو نرم شاخ سے تشبیہہ دینا بھی ظلم ہے اور اس کے لعاب کو شہد وعسل سے تشبیہہ دینا بھی اسکی کسر شان ہے''

قرآن نے اپنوں کے رگ وخون میں اپنے بارہ میں جس احترام و ادب کا جذبہ پیدا کیا اس کا اندازہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے اس معمول سے ہوتا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد قرآن کو بوسہ دے کر فرماتے تھے کہ یہ خدا کا منشور قابل ادب و احترام (فرمان) ہے جو اس نے اپنے بندوں کے نام بھیجا ہے قرآن کریم کے تقدس نے ذلیل کو عزیز اور صغیر کو کبیر کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت نافعؓ کو مکہ مکرمہ پر عامل بنایا تھا حضرت عمرؓ کے بلانے پر ایک سفر میں مقام عسفان پر دونوں کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے حضرت نافعؓ سے دریافت کیا کہ مکہ مکرمہ میں اپنا جانشین کس کو مقرر کر کے آئے ہو؟ نافعؓ نے کہا ابن ابزیٰ کو، خلیفہ نے فرمایا وہ کون ہے؟ نافعؓ نے کہا وہ ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ہے اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا مکہ مکرمہ جیسے اہم اور مرکزی اسلامی شہر پر ایک مولیٰ کی خلافت اور جانشینی کیسی؟ تو حضرت نافعؓ نے کہا إنه عالم بکتاب الله وعالم بالفرائض چنانچہ اس انتخاب پر فاروق اعظمؓ خوش ہوئے اور اس کی

تائید میں فرمایا:

قال عمرؓ: اما إن نبیکم ﷺ قد قال إن اللّٰہ یرفع بهذا لکتاب أقواماً ویضع بہ آخرین (مسلم:ح ۸۱۷)

''حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب سے کسی قوم کو عزت دیتا ہے اور کسی کو ذلت''

یعنی جس نے اپنا تعلق قرآن سے پیدا کیا معزز ہوا اور جس نے نہ کیا ذلیل ہوا۔

قرآن غیروں کی نظر میں

☆ چمبرس انسائیکلو پیڈیا میں ہے قرآن نے ظلم، جھوٹ، غرور، انتقام، غیبت، طمع، فضول خرچی، حرام کاری، خیانت، بددیانتی اور بدگمانی کی بہت سخت برائی کی ہے اور یہ اسکی بڑی خوبی ہے''

☆ ڈاکٹر گستا ولی بان فرانسیسی کہتا ہے''قرآن دلوں میں ایسا زندہ اور پر زور ایمان پیدا کردیتا ہے کہ پھر کسی شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے''

☆ سر ولیم میور کہتا ہے''قرآن نے فطرت اور کائنات کی دلیلوں سے خدا کو سب سے اعلیٰ ہستی ثابت کیا ہے اور انسانوں کو خدا کی اطاعت اور شکر گزاری پر جھکا دیا ہے۔''

☆ ڈاکٹر جانسن'' قرآن کے مطالب ایسے مناسب وقت اور عام فہم ہیں کہ دنیا ان کو آسانی سے قبول کرسکتی ہے مگر افسوس! کہ ہم کو دیکھ دیکھ کر دنیا اس سے نفرت کررہی ہے''

☆ مسٹر عمانوئل ڈی انش'' قرآن کی روشنی اسوقت یورپ میں نمودار

ہوئی جب تاریکی محیط ہورہی تھی اور اس سے یونان کے مردہ عقل اور علم کو زندگی مل گئی''

☆ پروفیسر ایڈورڈ جی براؤمن کہتا ہے''جوں جوں قرآن پر غور کرتا ہوں اور اس کے مفہوم و معانی کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں میرے دل میں اسکی قدر ومنزلت زیادہ ہوتی جاتی ہے لیکن اس کا مطالعہ بجز ایسی حالتوں کے کہ یا تحقیق لسانی یا اس قسم کی دیگر اغراض کے لئے پڑھا جائے، طبیعت میں تکان پیدا کرتا ہے اور بار خاطر ہو جاتا ہے''

☆ پروفیسر رابرٹ نکلسن'' قرآن کے اثر سے عربی زبان تمام اسلامی دنیا کے متبرک زبان بن گئی اور قرآن نے دختر کشی کا خاتمہ کردیا''

☆ مسٹر ایچ، ایس لیڈر''تعلیم قرآن سے فلسفہ وحکمت کا ظہور ہوا اور ایسی ترقی کی کہ اپنے عہد کی بڑی سے بڑی یورپین سلطنت کی تعلیم حکمت سے بڑھ گیا۔''

☆ مسٹر اے ڈی ماریل''اسلام کی قوت و طاقت قرآن میں ہے، قرآن قانونی اثاثہ ہے اور حقوق کی ستاویز ہے''

☆ جان جان ریسک جرمنی فلاسفر'' جبکہ قرآن پیغمبر کی زبان سے منکر سنتے تھے تو بیتاب ہو کر سجدہ میں گر پڑتے تھے، اور مسلمان ہو جاتے تھے''

☆ تھیوڈور نولہ یکی''قرآن لوگوں کو ترغیب و ترہیب کے ذریعہ معبودان باطلہ سے پھیر کر ایک اور معبود حق کی طرف لاتا ہے

قرآن میں موجودہ دور اور آئندہ کے تمام علوم وفنون میری کتاب القرآن میں ملاحظہ کرو''

☆ مسٹر سٹینلے لین پول ''قرآن میں سب کچھ موجود ہے جو ایک بڑے مذہب میں ہونا چاہیے اور جو ایک بزرگ انسان (محمد ﷺ) میں موجود تھا''

☆ مسٹر جے، ٹی، بٹائی ''قرآن نے بے حد و شمار انسانوں کے اعتقاد و چلن پر نمایاں اثر ڈالا ہے، اور سائنس کی دنیا نے قرآن کی ضرورت کو اور واضح کر دیا ہے''

☆ ایچ، جی، ویلز ''قرآن نے مسلمانوں کو ایسے مواخات اور بندھن میں باندھ رکھا ہے جو نسل اور زبان کے فرق کے پابند نہیں ہیں۔''

☆ پادری دالرشن ڈی، ڈی ''قرآن کا مذہب، امن اور سلامتی کا مذہب ہے''

☆ ہندو فاضل اڑ منڈ ٹرک '' اسلامی (قرآن) قانون ایک تاجدار سے لے کر ادنیٰ ترین افراد رعایا تک کو جاری ہے یہ ایک ایسا قانون ہے جو ایک مقبول ترین علم فقہ پر مشتمل ہے جس کی نظیر اس سے پیشتر دنیا پیش نہیں کر سکتی ہے''

☆ بابا نانک '' توریت، زبور، انجیل اور روید وغیرہ سب کو پڑھ کر دیکھ لیا قرآن شریف ہی قابل قبول اور اطمینان قلب کی کتاب نظر آئی اگر سچ پوچھو تو سچی اور ایمان کی کتاب جسکی تلاوت سے دل باغ باغ ہو جاتا ہے قرآن شریف ہی ہے''

☆ بابا بھولپند رناتھ باسو ''تیرہ سو برس کے بعد بھی قرآن کی تعلیم کا یہ اثر موجود ہے کہ ایک خاکروب بھی مسلمان ہونے کے بعد بڑے خاندانی مسلمان کی برابری کا دعویٰ کر سکتا ہے''

☆ بوبو پپن چندر بال ''قرآن کی تعلیم میں ہندوؤں کی طرح ذات پات کا امتیاز موجود نہیں ہے نہ کسی کو محض خاندانی و مالی عظمت کی بناء پر بڑا سمجھا جاتا ہے''

☆ مسز سروجنی نائڈو ''قرآن کریم غیر مسلموں سے بے تعصبی اور رواداری سکھاتا ہے دنیا اس کی پیروی سے خوشحال ہو سکتی ہے''

☆ مہاتما گاندھی ''مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کر لینے میں ذرا بھر بھی تامل نہیں ہے''

قرآن کیا سکھاتا ہے؟

اگر سمندر کی لا تعداد موجوں کو گنا جا سکتا ہے اور روئے زمین کے دشت و بیاباں کی لامحدود وسعتوں کا احاطہ کیا جا سکتا ہے تو قرآن کریم کے ان فیوض و برکات ارشادات وتعلیمات کو بھی گنا جا سکتا ہے جو قرآن نے سکھائی ہیں تاہم علی الاجمال اتنی گزارش ہے کہ قرآن جو کچھ سکھاتا ہے اور جس راہ حق کی طرف دعوت دیتا ہے اس کا بیان خود قرآن نے واضح اور جامع عنوان میں فرمایا ہے:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل:۹)

''یعنی قرآن کریم صراط مستقیم کا داعی اور دین فطرت کا معلم ہے''

قرآن انسان کو انسانیت کے تقاضوں سے آگاہ کرتا ہے بندگان خدا کو خدا پرستی سکھاتا ہے شرک، بت پرستی کے خلاف جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ کا نعرہ بلند کر کے

جہاد کی تعلیم دیتا ہے انسان کے دل میں ایک لا زوال نور ہدایت خوف ورجا، عزم ویقین
، ثبات واستحکام پیدا کرتا ہے سیرت و کردار ، پاکیزہ اطوار ، طہارت وعفت کے طرز
طریق ، تحمل وقناعت کا ڈھنگ سکھاتا ہے، قرآن خدا کا دعوت نامہ ہے، خدا پاک کا چنا
ہوا دستر خوان ہے، امن وسلامتی کا رہبر ہے، بنی نوع انسان کو نجات وفلاح کی طرف
بلاتا ہے، قرآن میں انسانی زندگی، عمل ،عقیدہ ،فکرونظر کے تمام شعبوں کو آئینی اور اٹل
طور پر بیان فرمایا گیا ہے قرآن ایک ایسا قانون عطا کرتا ہے جو انسان کے فطری
تقاضوں اور پسندیدہ صلاحیتوں سے ہم آہنگ ہے۔

قرآن ایک انقلابی کتاب

لہٰذا قرآن انسانی معاشرہ کی ملکی قومی وغیرہ ہنگامی اور خبروی تبدیلیوں پر ایک
حاوی خاکہ اور لائحہ عمل اپنے اندر رکھتا ہے غرض یہ کہ قرآن نے اصلاح وتعمیر کی راہ میں
کوئی کسر نہیں چھوڑی فرمایا گیا ہے مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ قرآن جس ملک قوم
میں نازل ہوا ان کی عادات واطوار اور ضمائر وقلوب بھی وہ انقلاب پیدا کیا جو دنیا بھر کی
اصلاح وانقلاب کا پیش خیمہ بنا، وہ قوم ،قوم عرب تھی ، وہ ملک ملک عرب تھا اس قوم کی
اس وقت کیا حالت تھی اور قرآن نے ان میں کیا انقلاب پیدا کیا؟ یہ بھی ایک طویل
داستان ہے وہ جاہل تھے ان کو عالم کر دیا، وہ بداخلاق تھے ان کو بااخلاق بنا دیا، خونریز
اور سفاک تھے ، ان کو بنی نوع انسان یعنی تمام اقوام عالم اور اولاد آدم کیلئے ہادی اور
رہنما بنا دیا......

درفشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

خلاصہ یہ کہ قرآن نے جو کچھ سکھایا اور سکھاتا ہے، انسان کو اسکی از حد ضرورت
تھی قرآن نے اس انسانی اصلاحی ضرورت کو بوجہ اکمل پورا اور مکمل کر دیا اور خدا نے فرمایا
اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ
لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا(المائدۃ:۵)

قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت

اس دعویٰ کا ثبوت بھی قرآن کریم نے خود فراہم فرمایا ہے
وَ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ وَ
ادْعُوْا شُھَدَآءَ کُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ(البقرۃ:۲۳)
’’اور اگر تم کو اس قرآن کے بارہ میں یہ تردد ہے کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں
تو اپنے کل معاونین کو خدا کے بغیر دعوت دے کر اس کی مانند ایک مختصر
صورت بنا کر پیدا کرو، اگر تم سچے ہو‘‘
اس پُر ہیبت اور عظیم الشان چیلنج کے بعد نہایت وثوق سے مخاطب قوم عرب کا
مقابلہ سے عاجز ہونا اور کلام الٰہی ہونا ثابت کر کے فرمایا گیا:
فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَ
الْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ(البقرۃ:۲۴)
’’پس اگر تم ایسا نہیں کر سکتے اور ہرگز نہیں کر سکو گے، تو پھر اس آگ کے
عذاب سے ڈرو جسکا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اور کفار کیلئے تیار کی گئی ہے‘‘
نیز اللہ عزوجل نے فرمایا:
قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا
یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَ لَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا(بنی اسرائیل:۸۸)
’’کہہ دیجئے! کہ اگر جنات اور انسان تمام اس قرآن کی مثل بنانے کیلئے مل

جائیں تب بھی اسکی مثل نہیں لاسکیں گے اگر چہ باہم تعاون کر رہے ہوں‘‘

علاوہ برآں علمائے اسلام نے بیشمار دلائل و براہین اور تاریخی واقعات وشواہد سے ثابت کیا ہے کہ یہ قرآن بشر کا کلام نہیں ہوسکتا عرب قوم کے فصحاء بلغاء نے آیات قرآنیہ سن کر اور دیکھ کر برجستہ کہہ دیا:

ما هذا قول البشر ان هو الاقول خالق القوى القدر

قرآن کے اعجاز اور کلام الٰہی ثابت کرنے کیلئے علماء قران نے ضمنی طور پر اپنی اپنی تفاسیر میں وجوہات اور اسباب کا بہت ذخیرہ جمع کیا ہے علامہ جار اللہ زمخشریؒ، امام فخر الدین رازیؒ، جلال الدین سیوطیؒ، علامہ آلوسیؒ وغیرہ سب نے اس مقصد کو مدلل اور مبرہن کر دیا ہے اور قاضی ابو بکر باقلانیؒ نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب ’’اعجاز القرآن‘‘ لکھی ہے جو اپنے موضوع میں نہایت بہترین کتاب ہے اس میں اعجاز قرآن کے بے شمار وجوہ مذکور ہیں جن میں سے چند ایک کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

☆ قرآن کے کلام الٰہی ہونے کی ایک وجہ جس کا تعلق پورے قرآن سے ہے وہ یہ کہ اس کے الفاظ وعبارات کا طرز اور اسلوب اس طرز سے کلیتاً الگ ہے جو انسانی کلام میں معہود اور متعارف ہے اور اس کا اسلوب خطاب اس سے بالکل مبائن اور ممتاز ہے جو انسان کے کلام کیلئے عادتاً ہوا کرتا ہے چنانچہ اس کے اخیر میں ان کے الفاظ یہ ہیں:

فهذا إذا تأمله المتأمل تبين بخروجه عن أصناف كلامهم و أساليب خطابهم أنه خارج عن العادة و إنه خصوصية ترجع إلىٰ جملة القرآن (موسوعة القرآنيه: ص۳۴۳)

’’یہ وہ حقیقت ہے کہ جس پر غور کرنے والا جب بھی غور کرتا ہے تو وہ صاف جانتا ہے کہ قرآن تمام اصناف کلام اور انسانی خطاب کے طریق و عادات سے باہر ہے اور یہ خصوصیت پورے قرآن کی طرف راجع ہے‘‘

☆ عرب قوم کے فصحاء بلغاء کے کلام میں ایسا کوئی کلام نہیں ملتا، جو اس قدر

طویل ہونے کے باوجود فصاحت و بلاغت روانگی اور سلاست کے علاوہ عجیب وغریب لطیف دقیق معانی اور فوائد وحکم پر مشتمل ہو اور اول سے آخر تک اس معجزانہ انداز میں متناسب اور متشابہ ہو فرمایا ہے:

قُلْ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (النسآء:۸۲)

’’کہہ دیجئے! اگر یہ قرآن خدا کا کلام نہ ہوتا تو اس کے طرز بیان میں ضرور تفاوت پایا جاتا‘‘

علامہ جار اللہ زمخشری صاحب کشاف نے اور دوسرے مفسرین نے اس اختلاف کثیر کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ اس صورت میں پورا قرآن فصیح و بلیغ نہ ہوتا، کیونکہ خدائے پاک کے علاوہ کہنے والے کے کلام میں مخصوص حالات کے ماتحت بڑا تغیر پایا جاتا ہے اور ایک انسان سے عام حالت میں فصیح و بلیغ ہونے کے باوجود اور بلند کلام پر قادر ہونے کے واصف کبھی ایسا کلام صادر ہو جاتا ہے جس میں کوئی فصاحت و بلاغت نہیں ہوتی یہاں جس ملازمہ کی طرف آیت کریمہ میں اشارہ فرمایا گیا ہے وہ نہایت واضح ہے کیونکہ اچھا بھلا عقلمند انسان بھی کبھی ناگوار حالات سے اس قدر اثر پذیر ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی متانت اور اپنے توازن کو کھو بیٹھتا ہے۔

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ میں نے ایک پریشانی کے دوران جیب سے ماچس نکال کر سگریٹ کو آگ لگائی، اور پھر سگریٹ کو زمین پر پھینک کر جلتی ہوئی دیا سلائی کو ہونٹوں میں دبایا، جب ہونٹ جل گیا تب ہوش آیا۔

☆ ظاہر ہے کہ قرآن مختلف اغراض و مقاصد اور گونا گوں مضامین پر حاوی ہے قصص و مواعظ، وعد وعید، احکام وامثال، ترغیب وترہیب پاکیزہ اخلاق و عادات کی تعلیم وغیرہ سب کچھ اس میں ہے، مگر ہر قسم کے غور وخوص، اور تجسس وتلاش سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کسی ایک مضمون میں قرآن کا طرز بیان زور دار ہے اور کسی دوسرے مضمون

میں وہ زعر بیان اور روانگی مفقود ہے بخلاف اس کے انسان جس قدر بھی بلند پایہ فصیح و
بلیغ شاعر یا خطیب ہو اسکو لازمی طور پر بعض مضامین سے خصوصی لگاؤ اور ربط ہوتا ہے اور
بعض دیگر کیساتھ اس درجہ وابستگی نہیں ہوتی ، اس وجہ سے ان مضامین میں اس کا اسلوب
کلام مختلف ہوتا ہے اور اس کے رجحانی تفاوت کے سبب دونوں کلاموں میں نمایاں فرق
ہوتا ہے اور جس مضمون سے ربط نہ ہو یا ہو مگر کم اس میں بیان کی خامی ظاہر و باہر ہوتی
ہے : ولذلك يضرب المثل بامرأالقيس اذا ركب و بالنا بغة اذا رهب وزهير اذا
رغب ''اور یہی وجہ ہے کہ امرالقیس شہسواری میں ضرب المثل ہے نابغہ ذبیانی دھمکی اور ڈرانے میں
اور زُہیر رغبت وملاپ میں ۔''

☆ انسان جب کبھی ایک غرض سے دوسری غرض کی طرف یا کسی تمہید وتوریہ سے
مقصد کی جانب منتقل ہوتا ہے تو ضرور تحول و انتقال میں کوئی نہ کوئی نقص وخلل ، تصنع اور
تکلف محسوس کیا جاسکتا ہے ہاں قرآن چونکہ خدا کا کلام ہے اس لئے وہ اس بے ربطی اور
گراوٹ سے پاک ہے اس سلسلہ میں قاضی باقلانیؒ فرماتے ہیں:

ونبين أن القرآن على اختلاف ما يتصرف فيه من الوجوه الكثيرة
والطرق المختلفة يجعل المختلف كامؤتلف والمتبائن
كالمتناسب والمتنافر فى الأفراد إلىٰ أحد الآحاد، وهذا أمر
عجيب تتبين فيه الفصاحة وتظهر فيه البلاغة ويخرج الكلام به
عن حد العاده، ويتجاوز العرف (تفسير المنار:ج۸،ص۲۳۸)

''اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ قرآن باوجود اس کے کہ اسمیں ہر طرح کے مختلف
مضامین اور مقاصد کی خاطر تصرف وتحول ہوتا ہے مگر اس قرآنی نظم میں یہ خوبی
ہے کہ غیر مربوط کو مربوط اور متبائن کو متناسب بناتا ہے گویا وہ تمام اغراض ایک
مسلسل مقصود کے اجزاء ہیں اور اس امر عجب سے قرآن کی فصاحت و بلاغت
ظاہر ہوتی ہے اور انسانی عرف و عادات کے حدود سے متجاوز اور وراء الوراء
ہوتا ہے''

☆ قرآن جس مفہوم کو اپنی عبارت میں ادا کرتا ہے اسکی تمام کیفیات اس معنیٰ
کے داخلی اور خارجی حالات وقت ماحول اور متکلم کے اثرات اور احساسات غرض یہ کہ
حقیقت حال کا پورا خاکہ بلاکم وکاست اپنی تعبیر میں پیش کرتا ہے اور ان تمام رموز و
اشارت کی ترجمانی کرتا ہے جو اس موقع اور محل میں ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ حالات
کے ان تمام ظاہری اور باطنی تقاضوں کا علم رکھنا اور پھر ان کو الفاظ کے قالب میں پورا
پورا منتقل کرنا صرف اس خدا کا کام ہوسکتا ہے جو علام الغیوب ہے اور وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ
رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ
كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (یونس:۶۱) جس کی شان ہے قرآن کے کلام اللہ ہونے کے بارہ میں
علامہ شبیر احمد عثمانی مرحوم فتح الملہم میں فرماتے ہیں:

بعض علماء نے قرآن کی وجوہ اعجاز کو چار میں جمع کر دیا ہے ایک اس کے الفاظ
کی اچھی اور مناسب ترکیب اور کلمات کا پیوند وارتباط باوجود اعجاز اور بلاغت کے دوسرا
اس کے سیاق اور طرز وطریق کی وہ عمدگی جو اہل بلاغت کے طرزوں سے یکسر مخالف اور
بالاتر ہے نہ تو انکی نظم میں یہ طرز ہے ، اور نہ نثر میں یہاں تک کہ ان کی عقلیں حیران
ہوئیں اور اسکی مثل لانے کی ہمت نہ ہوئی اور پھر اس پر قرآن نے اپنا چیلنج بار بار اعادہ کر
کے ان کے عجز کو ظاہر کر دیا تیسری وجہ یہ ہے کہ قرآن گزشتہ اقوام وملل شرائع و ادیان
کے ان حالات پر مشتمل ہے جس کا علوم شاذ ونادر اہل کتاب علماء کے علاوہ کسی کو نہ تھا
چوتھی وجہ آئندہ حالات و واردات سے درست اور صحیح اطلاع دینا ہے جن میں بعض زمانہ
رسالت میں اور بعض مستقبل میں بعینہٖ اس بیان کردہ طور پر واقع ہوئے ، آگے چل کر
علامہ مذکور فرماتے ہیں:

کلام الٰہی ہونے کی وجوہات میں جن میں سے یہ بھی ہے کہ پڑھنے والا اس

کے بار بار تلاوت اور دھرانے سے ملول نہیں ہوتا بلکہ اسکو تازگی اور لذت حاصل ہوتی ہے پھر متعلمین کیلئے اس کا حفظ آسان کر دیا گیا ہے اور پڑھنے والوں کیلئے اس کی ترتیل وتجوید سہل کر دی گئی ہے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن نے اپنے علوم ومعارف اور حقائق اور خوبیوں کو جمع کرلیا ہے جن کے فوائد وعجائب اختتام پذیر نہیں ہوتے ......

ع هوالمسك ما كررته يتضوع

صاحب دائرۃ المعارف فرماتے ہیں کہ قرآن کو خدا نے اپنی طرف سے روح کہا ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (شوریٰ: ۵۲)

تو اس لحاظ سے قرآنی روح اجسام وابدان میں ایک ایمانی زندگی اور غیر فانی حیات پیدا کر دیتی ہے اور انسانی کلام ہر چند لذیذ اور مؤثر ہو، وہ ہنگامی طور پر تاثیر یا نشاط وسرور تو پیدا کرتا ہے مگر اس کا اثر دیرپا نہیں ہوتا بیشک قرآن کی روحانیت دل وگردہ پر براہ راست اثر ڈالتی ہے۔

قرآن کے محفوظ ہونے کا ثبوت

اس جزو کیلئے بھی ...... ع آفتاب آمد دلیل آفتاب

یعنی خود خداوند پاک نے نہایت تاکید سے فرمایا کہ: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:۹) نیز قرآن کریم کی اس عظیم تر اور بہ ہمہ وجوہ محفوظیت کا اعتراف بیشمار غیر مسلم مفکرین بھی کرتے ہیں چنانچہ حضرت المخدوم المعظم جناب مولانا شمس الحق صاحب افغانی دامت برکاتہم نے سرولیم مورتھ کا قول نقل فرمایا ہے جو کہتا ہے کہ بارہ سو سال سے ایسی کوئی کتاب بجز قرآن کے موجود نہیں کہ اس کی عبارت مدت مدید سے خالص رہی ہو۔ (خدام الدین لاہور ش ۲۸ر دسمبر ۱۹۶۸ء)

بیشک قرآن وہ کلام الٰہی ہے جس میں کسی طرح کا تغیر وتبدل نہ تو ممکن ہے اور نہ واقع ہوگیا ہے اس کلام خداوندی کا معنی اور لفظ بلکہ حرکات وسکنات تک تحریف و

تبدیل سے محفوظ ہیں اور موجودہ ترتیب بعینہٖ وہی اصل ترتیب ہے جو حضور ﷺ کے ارشادات سے دی گئی تھی اس بارہ میں جلال الدین سیوطیؒ، قاضی باقلانیؒ، ابوبکر جصاص رازیؒ، علامہ ابن جریر طبریؒ وغیرہ علماء قرآن نے اجماع نقل کیا ہے قرآن کریم کے لفظ و نگہداشت کا یہ عالم ہے کہ تفسیر وتشریح الفاظ وعبارات کی حد بندیوں کے علاوہ اس قدر پختہ اور ہمہ گیر انتظام کیا گیا ہے کہ اس پر تلفظ کرنے کے آداب اور طریق عمل کو بھی واضح اور متعین فرمایا گیا ہے تلاوت وقرأت کے لئے چند مخصوص فصیح تر قبائل عرب کا لب و لہجہ اور طرزِ ادا تجویز کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں صحابہؓ تابعین اور آئمہ قرأۃ نے متواتر اور مشہور قرأت کو نہایت احتیاط اور وثوق سے جمع کیا ہے اور آج بنی نوع انسان کے رشد وہدایت کے لئے یہ آسمانی منظّم اور مدون لائحہ عمل موجود اور محفوظ ہے اور تمام طاغوتی طاقتوں کے علی الرغم موجود اور محفوظ ہوگا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ

پھر جبکہ اس کے تحفظ کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لے لیا تو قرآن کریم کو اس قدر طویل اور جلیل کتاب ہوتے ہوئے یاد کرنے کے لئے سہل کیا گیا ہے آج تک آسمانی کتابوں میں سے کسی بھی کتاب کو یاد نہیں کیا گیا مگر قرآن کو حفظ کرنے کا سلسلہ ہر دور میں جاری ہے امت مسلمہ کے دس کروڑ افراد کے سینوں میں قرآن محفوظ رہا ہے

(جریدۂ شہاب ش ۱۰ر دسمبر ۱۹۶۱ء مضمون شاہ فاروقی)

علماء امت محمدیہ نے اپنے اس زادِ آخرت اور کیمیائے سعادت کی حفاظت کا اتنا بندوبست کیا ہے کہ اس کے سور، رکوعات، آیات، کلمات، حروف، حرکات، سکنات سب کو ضبط میں لانے اور ان کے اعداد وشمار محفوظ رکھنے کے علاوہ یہاں تک بتا دیا ہے کہ ۲۹ حروف ہجائیہ میں سے ہر حرف کتنی دفعہ قرآن میں واقع ہوگیا ہے اور حرکات میں سے ہر حرکت کتنی بار اور شدات اور مدات کتنے ہیں اور کل نقطے کتنے ہیں ذیل میں وہ تمام اعداد وشمار ملاحظہ ہوں۔

اجزاء	۳۰	حرکت ضمہ (پیش)	۸۸۰۴	سورتیں	۱۱۴		
رکوعات	۵۵۸	حرکت فتحہ (زبر)	۵۳۴۳	حروف	۲۳۲۶۷۱		
کلمات	۶۴۳۰	حرکت کسرہ (زیر)	۳۹۵۸۲	آیات	۶۶۶۶		
مدات	۱۷۷۱	تشدیدات	۱۲۷۰۰	نقطہ جات	۱۰۵۶۸۲		
ا	۴۸۸۷۰۰	با	۱۱۴۲۸	تا	۱۱۰۹۵	ثا	۱۲۷۶
ج	۳۲۰۰۳	ح	۳۸۹۳	خ	۲۴۱۶	د	۵۶۰۲
ذ	۴۶۷۷	ر	۱۱۷۹۳	ز	۱۵۹۰	س	۵۸۹۱
ش	۲۲۵۳	ص	۲۰۱۳	ض	۱۳۰۸	ط	۱۲۷۷
ظ	۸۴۲۰	ع	۹۲۲۰	غ	۲۲۰۸	ف	۸۴۹۹
ق	۶۸۱۳	ک	۹۵۰۰	ل	۳۰۴۳۲	م	۲۶۵۶۰
ن	۴۵۱۹۰	و	۲۵۵۳۶	ہ	۱۹۰۸	لا	۴۷۲۰
ی	۴۵۹۱۰۰						

حرف آخر

یہ تو میں نے نہایت اختصار اور عجلت سے قرآن کے بحر محیط سے چند قطرات کی نشاندہی کی ہے مگر قرآن کریم کی تحقیقات کے گرد گھومنے سے یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا ، بلکہ یہاں تو تفصیل و بیان کو جہاں ختم کرنا ہو، معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے آغاز کرنا تھا......

کان الحب دائرة لقلبی   فحیث الانتهاء الا بتداء

''گویا محبت میرے دل کے گرد ایک گول دائرہ ہے جسکی ابتدا و انتہا کا پتہ نہیں''

چلتا علامہ نیسا پوری نے ''غرائب القرآن'' میں یہی کہا ہے کہ قرآن کے فضائل و کمالات کو جبکہ لا متناہی ہیں محدود و محصور حروف سے بنے ہوئے الفاظ کے احاطہ میں لانا مشکل ہے۔ وان قمیصاً خیط من نسبح تسعة وعشرین حرفا من معانیه قاصر

''جو کپڑا انتیس حرف سے بنایا گیا ہو وہ قرآن کے معانی سمونے سے قاصر ہے''

ولیکن هذا آخر الکلام وصلی الله تعالیٰ علیٰ سیدالا نام علیه وعلیٰ آلهٖ التحیه والسلام

خطاب

مولانا قاضی انوار الدین صاحبؒ

مولانا قاضی انوارالدین صاحبؒ

تعارف

قاضی صاحب کا خاندان مغلیہ دور سے قضا کے منصب پر فائز رہا، اسی خاندان کے چشم و چراغ قاضی صاحب اب بھی علاقہ کے مذہبی خدمات شرع کے مطابق فیصلے، عیدگاہ کے خطبہ و امامت صلوۃ عید کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ اور شیخ الحدیث مرحوم کے اولین تلامذہ میں سے ہیں۔ دارالعلوم سے فراغت کے بعد ایک طویل عرصہ تک دارالعلوم میں تدریس کے ساتھ فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دیتے رہے۔ مولانا شیر علی شاہ کی طرح قاضی صاحب بھی میرے بچپن اور دور طالب علمی کے قریب ترین ساتھیوں میں سے ہیں۔ ان کے والد ماجد قاضی زین العارفین بھی علاقہ خٹک کے برگزیدہ افراد میں سے تھے۔............ (س)

پاکستان میں نفاذ اسلام کے لئے علماء دیوبند کی کوششیں

بموقع کنونشن جے ٹی آئی ۱۹ جولائی ۲۰۰۷ء

بمقام مدرسہ خدام القرآن اکوڑہ خٹک

کلمات تشکر

میرے عزیز دوستوں و بزرگوں اور علمائے کرام! میں تقریر نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی تقریر کرنے کا موقع ہے میں بیمار بھی ہوں اور تقریر کرنا چاہتا بھی نہیں بس یہ تو فقط ان کی نظر کرم ہے جو انہوں نے کہا کہ آپ دعائیہ کلمات ارشاد فرما دے، اس کنونشن کے اعزاز میں انہوں نے مجھے بھی نوازا ہے اس لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

نظام اسلام کے لئے مولانا عبدالحق کی کوششیں

میرا اس سیاست سے بھی کوئی خاص گہرا تعلق نہیں ہے ایک زمانہ ایسا تھا جس میں ہمارا انتہائی گہرا تعلق رہ چکا تھا اور اس علاقہ اور ملک میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ وہ اسلامی نظام کے قیام کیلئے کھڑے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ ان کو قبولیت عنایت فرما دے اور حضرت مولانا نے اسمبلی میں جو کوششیں کی ہیں ان باتوں کو گزرے بہت زمانہ گزر چکا ہے بہرحال یہ ملک اسلام کے نام پر بنا تھا یہاں بڑے موجود ہیں جو اس وقت بھی موجود

تھے اور آپ بھی تاریخ سے واقف ہوں گے کہ سب مسلمان ایک ہی نعرہ لگایا کرتے تھے کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ۔

نفاذ اسلام کے لئے علماء دیو بند کے سرتوڑ کوششیں

اس کیلئے حضرات علمائے کرام علمائے دیو بند نے سرتوڑ کوششیں کی تھی اس تھوڑے سے وقت میں ہندوستان کے اس شاندار ماضی کو بیان کرنے کا موقع نہیں ہے علماء مسلسل کوشش کرتے رہے میں شاہ صاحبؒ کا واقعہ بیان کر دیتا ہوں حضرت شیخ مولانا شیر علی شاہ صاحب نے بھی ان کو ذکر کیا حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نور اللہ سرقدہٗ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ پاکستان کی ممانعت کر رہے تھے اور اب آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ پاکستان کو ترقی دینی چاہیے شاہ صاحبؒ جواب میں فرماتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ میں پہلے پاکستان کی مخالفت میں تھا میرے دوست پاکستان کی تعمیر کے مخالف تھے جن میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور کئی علماء دیو بند پاکستان کے مخالف تھے اور چند ایک پاکستان کے حق میں تھے میں آپ کو ایک مثال بیان کرتا ہوں کہ میرے والدین میرے لئے کہیں رشتہ دیکھنے گئے تھے اور وہاں میرا ارادہ نہیں بن رہا تھا اور دوسری طرف میرے تمام خاندان والوں کی دلی چاہت تھی کہ یہاں ہم رشتہ بنالے بحرحال میرا رشتہ وہاں ہوگیا ایجاب وقبول کیا گیا بارات میرے گھر لائی گئی اب میرا کیا فرض ہے؟ کیا میں اس دلہن کو واپس اپنے گھر بھیج دوں یا اس کی تربیت کرلوں تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت! اب تو حق یہ بنتا ہے کہ اس دلہن کی تربیت کریں ٹھیک اسی طرح شروع میں ہم پاکستان کے مخالف تھے لیکن جب بن گیا تو اب ہم اس کی تعمیر نو کے بارے میں کوشش کریں گے ہم مخالفت اس وجہ سے کر رہے تھے کہ ہمیں اس میں کسی قسم کا خیر نظر نہیں آرہا تھا پاکستان کی تعمیر ہوئے کتنے برس گزر چکے کیا ابھی تک اس میں شرعی نظام نافذ کیا گیا؟

نفاذ اسلام کے لئے کوششیں ہم سب کا فریضہ

کیا آج تک کوئی سیاسی لیڈر نے اس بات کی کوشش کی کہ لوگوں کو اس بات پر ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوشش کی؟ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اب جب پاکستان معرض وجود میں آگیا تو اب ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اس کو ترقی دے اور اس کی ترقی یہ ہے کہ اس میں اسلامی اقدار کو زندہ کرلیا جائے اور حکومتی سطح پر اس میں صحیح شرعی اسلامی نظام نافذ کرلے مولانا عبدالحقؒ کی ہمیشہ سے انتہائی کوشش تھی کہ ملک میں شرعی نظام نافذ کیا جائے لیکن انہوں نے افسوس کیا تھا میں ان الفاظ کو ادا کر رہا ہوں کہ اس ملک پر مسلمانوں کا قبضہ نہیں بلکہ یہ ملک قادیانیوں اور شیعوں کے ہے آپ کا میڈیا شیعہ کے ہاتھوں میں ہے اور آپ کی قلیدی آسامیاں قادیانیوں کے ہاتھ میں ہیں اور یہ نہیں چاہتے کہ اس ملک میں شرعی نظام رائج ہو اور جو کوئی بھی برسر اقتدار آتا ہے اس کی اولین ترجیح ہوتی ہے کہ اس سے اس قسم کے لوگ خوش رہے تاکہ میرے اقتدار کو طول ملے پھر کیا علمائے کرام اس کو چیخ چیخ کر کہتے ہیں کہ اسلامی نظام نافذ کرو لیکن کیا وہ کچھ نہیں کرتا۔

ابتداء قیام سے آج تک علماء کی کوششیں

پاکستان کی تعمیر سے قبل آج تک علمائے کرام کی کوشش جاری ہیں اور خاص طور سے علمائے دیو بند آج آپ ہم جس طرح سے سکون واطمینان سے جمع ہوئے ہیں یہ علمائے کرام کی محنتوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہے اگر وہ کوشش نہیں کی گئی ہوتی تو آج کچھ نہ ہوتا اور حکومت کی تمام ترتوجہ کھیلوں کی طرف ہے......

تم اور تمہاری قوم ہے مصروف کھیل میں
اور لوگ چل رہے ترقی کی ریل میں

وقت کم ہے بات کو زیادہ لمبا نہیں کرتے اللہ تعالیٰ آپ کو اس محنت وکاوش کو قبول فرمائے اور اس عظیم درسگاہ کو قائم دائم رکھے آمین یارب العالمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين

خطبات

حضرت مولانا
فضل الٰہی شاہ منصوری صاحبؒ

شیخ الحدیث مولانا فضل الٰہی شاہ منصوری صاحبؒ

تعارف

دارالعلوم کے جید محقق، مدرس، صوفی وصافی، نمونۂ سلف ۱۴۰۱ھ سے ۱۴۱۶ھ تک تدریس کی خدمات انجام دیں مرحوم اوران کے بھائی مولانا شمس الہادی مرحوم ''شاہ منصور صاحب حق صاحبان'' کے نام سے معروف ہوئے میں انہیں علم وعمل روحانیت و تقوی میں مکمل یکسانگی کے وجہ سے شیخین تو ٔمین سے تعبیر کرتا ہوں، بوجہ جسمانی اعذار دارالعلوم کے خدمات سے معذور ہوئے مگر پندرہ سولہ سال کا طویل عرصہ جس اخلاص اور ولولہ سے دارالعلوم کی آبیاری کی وہ گذرے ہوئے اسلاف کی ایک تابندہ مثال ہے۔ان کے احوال وسوانح ان کے اخلاف رشید مفتی رضاء الحق جنوبی افریقہ اور مولانا اظہار الحق حقانی کی کاوشوں سے شیخین کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

انسان کی شرافت علم وحی سے ہے

نحمده و نصلی علیٰ رسولہٖ الکریم اما بعد !فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر:۷)

شرافت اور کرامت کی وجہ علم وفکر ہے

محترم حضرات! اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات پیدا کی ہیں، چاہے زمین ہو یا آسمان، سورج ہو یا چاند یا ستارے، حیوانات ہو یا نباتات و جمادات، سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں لیکن مخلوقات میں اشرف مخلوق بنی نوع انسان ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو اشرف المخلوقات پیدا فرمایا ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ میں نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو شرافت دی شیطان کی اولاد جنات ہیں جو مکلّف تو ہیں لیکن مشرف نہیں اور اللہ تعالیٰ نے بنی آدم ہی کو شرف بخشا ہے خود بنی آدم کی شرافت علم وفکر کی وجہ سے ہے کہ اس میں علم اور فکر ہے اگر بنی آدم میں علم اور فکر نہ ہو تو یہ حیوانات سے بھی بدتر ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا

يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا (الاعراف: ۱۲۹)

"ہم نے بلاشبہ جہنم کیلئے ایسے بہت سے جنات اور انسان پیدا کئے ہیں جن کے پاس دل ہیں (مگر) وہ ان کے ذریعے سمجھ بوجھ حاصل نہیں کرتے انکی آنکھیں ہیں (مگر) وہ ان سے دیکھتے نہیں انکے کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں"

وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ جانوروں سے بھی زیادہ بے راہ ہیں ایسے غافل ہیں، حقیقت اور انجام سے بے خبر ہیں بنی نوع انسان کو یہ شرافت علم اور تفکر فی خلق اللہ ہی کی وجہ سے ملی ہے۔

حصول علم کے آلات

علم کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ نے آلات پیدا فرمائے ہیں دیکھنے کیلئے آنکھیں، سننے کیلئے کان، چکھنے کیلئے زبان اور گرم سرد معلوم کرنے کیلئے تمام بدن میں حس پیدا فرمائی ہے تمام بدن سے مختلف معلومات جس ذریعے سے حاصل ہوتی ہیں اسے "حواس خمسہ" کہتے ہیں یہ تو ظاہری معلومات کیلئے ہیں جو حیوانات کو بھی دی ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ ان میں شعور اور علم کا ادراک نہیں ہوتا اور ہم میں علم اور شعور ہے اس کے علاوہ دوسری قسم کا علم وہ ہے جو آدمی آنکھوں سے نہیں دیکھتا تو آنکھ کو دیکھی ہوئی چیز کا علم عقل کے سبب سے حاصل ہوتا ہے عقل کے ذریعے آدمی یہ معلوم کر لیتا ہے کہ یہ چیز دکھائی تو نہیں دیتی لیکن موجود ضرور ہے ایک جگہ تم دھواں دیکھتے ہو اور آگ نہیں دیکھتے لیکن تم یہ معلوم کر لیتے ہو کہ دھواں آگ کا ہے اور یہاں پر آگ لگی ہوئی ہے یہ علم تم کو عقل کے سبب حاصل ہوا اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں قسم کے آلے یعنی حواس خمسہ اور عقل ہر انسان کو دیئے ہیں اس سے کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا یہ تو بات ہوئی حواس خمسہ اور عقل کی۔

وحی کا علم سب سے بہتر اور برتر علم ہے

اب علم کی تیسری قسم وہ ہے کہ نہ تو حواس خمسہ سے حاصل ہو اور نہ ہی عقل سے بلکہ یہ علم وحی سے حاصل ہوتا ہے اس میں نہ حواس خمسہ کا دخل ہے اور نہ ہی عقل کا آخرت کے احکام نہ تو ہم دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی عقل اسکا ادراک کرسکتی ہے مثلاً جنت اور دوزخ کے بارے میں حضور ﷺ نے مختلف قسم کی صفات بیان کی ہیں اب اگر عقل اسکی طرف متوجہ کی جائے تو عقل کب مانتی ہے جنت میں داخل ہونے والا آخری مسلمان جب دوزخ سے نکلے گا تو کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی جنت تو بھری ہوئی ہے میں کہاں جاؤں تو کہتا ہے کہ جاؤ لیکن وہاں پر جگہ نہیں، اس سے کہا جائے گا کہ تو جا تو سہی جب یہ شخص وہاں جائے گا تو اسے کہا جائے گا کہ مانگ تو کیا مانگتا ہے تو یہ شخص کہے گا فلاں چیز مانگتا ہوں فلاں چیز مانگتا ہوں سب کچھ مانگے گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ یہ چیزیں بھی دوں گا اور ساتھ ہی تجھے دنیا سے دس گنا بڑی جنت بھی دوں گا اب دنیا کے دس گنا جنت، عقل اس کو کب مانتی ہے لیکن یہ علم ہمیں وحی سے اور نبی کریم ﷺ سے حاصل ہوا ہے۔

وحی کا منکر کافر اور معترف مومن بن جاتا ہے

یہ وحی انسان کے علم کا ایک ذریعہ ہے جو کوئی اس سے انکار کرتا ہے، وہ کافر بن جاتا ہے اور جو کوئی اس کا اقرار کر لیتا ہے وہ مومن بن جاتا ہے جو کوئی کہے کہ میں آخرت کو مانتا ہوں، جنت کو مانتا ہوں، پل صراط کو مانتا ہوں، قیامت کو مانتا ہوں تو وہ یقین سے اس وجہ سے مانتا ہے کہ وہ ان چیزوں کے متعلق قرآن و حدیث میں پڑھ چکا ہے اور علم وحی کے ذریعے اس کا یہ عقیدہ ایمان کی علامت بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ محسوسات کو تو تم مانتے ہو جیسے سننے کی چیزیں، دیکھنے کی چیزیں، تو آخرت

بھی مان لو جو وحی کے ذریعے تجھے معلوم ہوا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر:۷)

"جو چیز تمہیں اللہ تعالیٰ کا رسول دے، اسے لے لو اور جس چیز سے منع کرے، اس سے باز رہو"

یہی علم وحی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا رسول دے فَخُذُوْهُ اسے لے لو، بلا چوں و چرا مان لو، تمہاری عقل مانتی ہے یا نہیں مانتی لیکن اسے قبول کرو وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا اور جس چیز سے منع کرے، اس سے منع ہو جاؤ منہی عنہ چاہے برے عقائد ہوں یا برے اعمال، سب سے منع ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے یہ علم وحی ہمیں خصوصی طور پر عنایت فرمایا ہے اب جس نے اس کو لے لیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے ترک کیا، وہ ناکام و نامراد ہوا۔

پل صراط اور وزن اعمال عقل سے نہیں وحی سے

بہت سے لوگ عقل کی ترازو میں سب کچھ تولتے ہیں کہتے ہیں کہ بھئی! یہ کیسے ممکن ہے کہ حدیث میں آتا ہے:

إن الجسر أدق من الشعر وأحد من السيف (مسلم: ح ۱۸۳)

" پل صراط بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے"

اس پر سے کیسے گزرنا ہوگا ہم کہتے ہیں کہ وحی سے ثابت ہے، اسکو ضرور ماننا پڑے گا اور اس سے مراد ظاہری رفتار نہیں بلکہ ایمان کی رفتار سے گزرنا ہوگا جس کا ایمان کامل ہوگا تو حدیث شریف میں آتا ہے کہ وہ بجلی کی چمک کی طرح گزرے گا اور اس سے تھوڑا کمزور تیز رفتار گھوڑے کی طرح گزرے گا اور جو اس سے بھی کمزور درجے والا ہوگا تو وہ پیدل رفتار کرنے والے کی طرح گزرے گا اور جو اس سے بھی زیادہ کمزور ایمان والا ہوگا تو وہ نہ گزر سکے گا یہ باتیں عقل سے نہیں سمجھی جاتیں بلکہ وحی سے سمجھی جاتی ہیں اور ہم ضرور

مانیں گے کہ پل صراط بھی حق ہے اور اس پر اس طرح گزرنا بھی حق ہے اب یہ کہ اعمال تو ساتھ لے جائیں گے لیکن یہ کیسے تو لے جائیں گے ......؟ عقل کے پجاری کہتے ہیں کہ یہ تو اعراض ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ الاعراض اذا وجدت فتلاشت 'اعراض جونہی موجود ہو جاتے ہیں تو اسی وقت ختم ہو جاتے ہیں' تو پھر ان کا وزن کس طرح ہوگا۔۔؟

امور غیر حسیہ کو عقل کے بجائے نقل ہی سے ثابت کرنا بہتر ہے

ان تمام سوالات کے جوابات اب بہت ہی آسان ہو گئے ہیں اور جدید سائنس نے تو عقل پرستوں کے منہ ہی بند کر دیے ہیں ہمارے پاس ایسے آلات ہیں کہ ہم ان کے ذریعے ہوا کو بند کر سکتے ہیں، اس کو وزن کر سکتے ہیں اس کا انکار یہ لوگ اب نہیں کر سکتے لیکن اصل چیز یہ ہے کہ ہم دلیل شرعی سے ثابت کریں کہ اعمال کا وزن ہوگا، پل صراط حق ہے، جنت، دوزخ حق ہیں ان اشیاء کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عقل کو مت دوڑاؤ بلکہ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ جو چیز آپ کو رسول ﷺ دے اسے لے لو یعنی جس چیز کے متعلق آپکو خبر دے، اسے صدق دل سے قبول کر لو اور اسے اپنی عقل کی کسوٹی پر ناپنے (پرکھنے) کی کوشش نہ کرو کیونکہ تمہاری عقل مانے یا نہ مانے لیکن جس چیز کی خبر رسول ﷺ نے دی ہے وہ حق ہے وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا اور جس چیز سے تم کو منع کرے اس سے باز رہو اور اس کے کرنے کی کوشش نہ کرو یہ احکام شرعی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

نبی ﷺ کے افعال اور اقوال پر عمل دراصل قرآن پر عمل ہے

پہلے زمانے میں خواتین اپنے بالوں کے ساتھ اور بال پیوست کرتی تھیں تا کہ بال لمبے ہو جائیں ہاتھ چہرے پر تل لگاتی تھیں، دانتوں کو پتلا کرتی تھیں کیونکہ پتلے دانت خوبصورت لگتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس عورت پر لعنت ہے جو تل لگاتی ہیں اور

عورت پر بھی لعنت ہے جو دانتوں کو باریک کرتی ہو، ایک عورت جس کا نام ام یعقوب تھا دوڑتی ہوئی آئی اور ابن مسعودؓ سے کہنے لگی کس طرح ان پر لعنت بھیج رہا ہے قرآن مجید میں تو یہ نہیں ہے تو ابن مسعودؓ نے اس سے فرمایا کہ تو نے قرآن پڑھا ہے تو وہ بولی ہاں تو ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر تو نے قرآن پڑھا ہوتا تو تم معلوم کر لیتی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا نبی ﷺ جب عورتوں کو بیعت فرماتے تو ان باتوں پر بیعت لیتے نوحہ نہیں کرو گی، چہرے نہیں پیٹو گی، گریبان نہیں پھاڑو گی یہ چیزیں اس زمانے میں بہت مشہور تھیں یعنی جو عورت فوتگی یا کسی اور غم کے موقع پر اپنے آپ کو مارتی، بالوں کو نوچتی تو یہ عورت غم زدہ تصور کی جاتی ان سب پر نبی ﷺ نے لعنت بھیجی ہے۔

وحی پر بہر صورت عمل لازمی ہے

یہ سب ہمیں کس طرح معلوم ہوا......؟ یہ ہمیں وحی کے ذریعے معلوم ہوا تمام احکام ہم مانیں گے، چاہے عقل مانے یا نہ مانے اللہ تعالیٰ ہمیں احکام ماننے کی توفیق عطا فرمائے اگر ہم آنکھوں سے دیکھیں یا کانوں سے سنیں یا عقل سے معلوم کریں یا وحی کے ذریعے معلوم ہو جائے تو سب کو مانیں ایسا نہیں کہ میری عقل نہیں مانتی اس لئے انکار کرتا ہوں جو اس طرح کہتا ہے وہ بالکل ناکام و نامراد ہے اور جو سب احکام کو مانتا ہے وہ کامیاب اور بامراد ہے باطل فرقے جتنے بھی ہیں وہ سب ناکام ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ عقل کی راہ پر چلتے ہیں اور تقدیر کو نہیں مانتے، اس سے انکار کرتے اور کہتے ہیں یہ سب کچھ وقت اور زمانے سے ہوتا ہے یعنی وما یھلکنا الا الدھر ہم کہتے ہیں ایسا نہیں بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے ہوتا ہے پہلے نطفہ ہوتا ہے، پھر چالیس دن بعد وہ خون کا ایک لوتھڑا بن جاتا ہے، پھر چالیس دن بعد گوشت کا ایک ٹکڑا بن جاتا ہے جسے

علقه کہتے ہیں، پھر ایک سو بیس دن بعد اس میں روح ڈال دی جاتی ہے اسکے متعلق اللہ
تعالیٰ نے پہلے سے لکھا ہوا ہے کہ اسکا رزق اتنا ہوگا عمر اتنی ہوگی ، یہ فلاں جگہ مرے گا
اس کی زندگی کے متعلق سب باتیں لکھ دی جاتی ہیں حالانکہ یہ ابھی ماں کے پیٹ میں
ہے یہ تقدیر بھی ایمانیات میں سے ہے، اسکو بھی مانیں گے، اس کا انکار نہیں کریں گے
اللہ تعالیٰ نے تقدیر بھی پیدا فرمائی اور ہمیں احکام کا مکلّف بھی بنایا ہمیں تقدیر پر مکلف
نہیں بنایا گیا ہے، صرف اس پر ایمان ہی رکھیں گے باقی اعمال بجالاتے رہیں گے تقدیر
کی فکر میں نہیں پڑیں گے اس لئے کہ ہمیں تقدیر کا پتہ ہی نہیں۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ یہ چیزیں ہمیں وحی کے ذریعے معلوم ہوئی ہیں اور ہم
اس کو مانیں گے ، اس پر اعتقاد بھی رکھیں گے اور اس کے لئے تیاری بھی کریں گے
آخرت پر یقین کا مطلب یہ ہے کہ اس کے موافق اعمال بھی کریں گے اور جو اعمال
آخرت کے مخالف ہیں ان سے باز رہیں گے تا کہ دوزخ سے بچ کر جنت والے بن
جائیں اگر نیک اعمال کریں تو انکا وزن بھی زیادہ ہوگا۔

عقل پرستی کی ہوا سے بچنا چاہیے

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر تو بہت ہلکے
(کہ مقابلہ آجائے بھاری سے) ہیں لیکن وزن میں بہت بھاری ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب
ہیں سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ سبحان اللّٰہ العظیم تو آدمی جب یہ پڑھ لیتا ہے تو وزن
والا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے اسی طرح نیک اور صالح بیٹا ہے حدیث شریف میں آتا ہے
کہ میزان میں بھاری شئ نیک بیٹا ہے، ہم اچھے اعمال کریں گے یہ کلمات بھی پڑھیں گے
اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ حساب کریگا کہ ہر چھوٹے ، بڑے ، نیک و بد ظاہر و باطن کو ظاہر
کرے گا اور اسکا حساب لے گا یہ باتیں ذہن میں رکھنی چاہیے اور عقل پرستی کی جو ہوا لگی

ہے اس سے بچنا چاہیے یہ سب کچھ یقینی ہے لہٰذا آدمی کو اسکے لئے تیاری کرنی چاہیے مثلاً
قاری صاحب وفات ہوئے اور یہ یقینی ہے کہ ہم بھی مریں گے ، انکار نہیں کرتے لیکن
یقین سے ماننا یہ ہے کہ ہم اسکے لئے تیاری کریں ، غفلت سے نکل کر ہوش میں آجائیں
دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں وحی کے احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ، ہمارے
عقیدوں کو صحیح اور مضبوط بنائے ، موت کے بعد برزخ پر ہمارے عقیدے کو پختہ بنائے ،
عقل و ہوس سے ہم کو دور رکھے اللہ تعالیٰ ہماری قبروں کو فراخ کرے حدیث شریف میں
آتا ہے کہ مومن کیلئے قبر اتنی کھول دی جائیگی کہ جہاں تک اسکی نظر کی حد ہوگی یا ستر ۷۰
گز تک کھول دی جائیگی اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب قبر سے بچائے اللہ تعالیٰ ہمارے اور آپکے
عقیدوں کی اصلاح فرمائے (آمین ثم آمین)

عزت اور رفعت والے لوگ

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد! فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (المجادلہ: ۵۸)

دنیا کی تمام عزتیں فانی ہیں

دنیا میں ہر آدمی رفعت وعزت کا طالب ہوتا ہے جب صبح اٹھتا ہے تو کہتا ہے کہ رفعت حاصل کروں، عزت حاصل کروں کوئی ایک طریقے سے تو کوئی دوسرے طریقے سے لیکن سب کا مقصد ومطلوب ایک ہے اور وہ یہ کہ دنیا میں عزت حاصل کرے، رفعت حاصل کرے اس کوشش میں کوئی حکومت کے ایک شعبہ میں آگے ہوتا ہے تو کوئی دوسری جگہ آگے ہوتا ہے کہ مجھے عزت ورفعت نصیب ہو جائے لیکن خیال کرنا چاہیے کہ یہ عزت و رفعت کب تک باقی رہے گی، یہ موت تک ہے جب موت آجاتی ہے تو عزت و رفعت ختم ہو جاتی ہے دنیا کی تمام عزتیں اور بلندیاں موت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے ایک آدمی کامیاب ہو جاتا ہے، معزز بن جاتا ہے، اعلانات کراتا ہے، اخبار میں بیان دیتا ہے کہ فلاں کامیاب ہوا ہے لیکن جب فوت ہو جاتا ہے تو پھر اس کا کوئی پوچھتا بھی نہیں کہ کون تھا، کون نہیں۔

دائمی اور اصلی رفعت قرآن کی نظر میں

کتنے ہی عزتوں اور رفعتوں والے دنیا سے چلے گئے کوئی ان کا نام بھی نہیں لیتا اب رفعت وعزت وہ چاہیے جو دائمی ہو، دنیا میں بھی ہو اور آخرت میں بھی، یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرآن بتلاتا ہے کہ اگر تم رفعت چاہتے ہو تو دو صفات اپنے اندر پیدا کرلو، بلند ہو جاؤ گے، دنیا و آخرت میں باعزت ہو جاؤ گے تو دائمی رفعت وعظمت کیلئے پہلا سبب ایمان ہے يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اللہ تعالیٰ مومنین کو عزت دیتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مومن کو عزت دیتا ہوں اور کافر ذلیل ہے، ذلت میں ہے مومن معزز ہے، باعزت ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا، جب ایک آدمی کلمہ لا إله إلا الله محمد رسول الله پڑھ لیتا ہے تو اس کا خون اور اسکا مال مجھ پر حرام ہے یہ کتنی عزت ہے پہلے خاص حالات میں کافر کا مال مباح اور غنیمت تھا اور اس کا قتل کرنا کار ثواب تھا، اسکی بے عزتی باعث ثواب تھی لیکن جب کلمہ پڑھ لیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا من قال لا إله إلا الله عصم منی دمائهم واموالهم (نسائی: ح ۳۰۹۲) جس نے لا إله إلا الله پڑھ لیا تو مجھ سے اپنے خون اور مال کو محفوظ کیا، اب میں اس کی طرف تعرض نہیں کروں گا۔

ایمان اور دنیاوی عزت ورفعت

کبھی کبھی صحابہ کرامؓ غلطی سے جب کافر کا پتہ نہیں لگتا تھا کہ مسلمان ہے یا نہیں تو ڈر سے وہ کلمہ پڑھ لیتا لیکن مسلمان اعتبار نہ کرتے اور اس کو قتل کر دیتے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت پریشان ہوتے اور فرماتے کہ لا إله إلا الله کے ساتھ کیا کرو گے قیامت کے دن جب آئے گا تو کلمے کیساتھ کیا کرو گے صحابہ کرامؓ کو تنبیہ کرتے کہ کیوں

اس کو قتل کیا، اسکے ساتھ قیامت کے دن کیا کرو گے کیونکہ یہ ایک معزز کلمہ ہے کہ نبی کریم ﷺ صحابہؓ کو تنبیہ کرتے ہیں کہ کیوں قتل کیا؟ اسی طرح بہت سے موقعوں پر اس کلمے نے کہنے والے کو جہاد وقتال سے بچالیا، یہ دنیاوی عزت ہے۔

ایمان اور اخروی عزت

اور آخرت میں یہ کلمہ آئے گا اور شفاعت کرے گا تو تمام اعمال قبول ہو جائیں گے میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ ہماری عبادات شفاعت کریں گی ہمارے لئے نماز، روزے، زکوٰۃ اور حجر اسود شفاعت کریں گے جس نے اس کا بوسہ لیا ہو اس کے حق میں شفاعت کرے گا جو بھی عمل آئے گا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم بہتر ہو لیکن ابھی موقوف ہو، آخر میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، ایمان، اسلام اور لا إله إلا الله آئیں گے، یہ شفاعت کریں گے تو ان کی شفاعت اللہ تعالیٰ قبول کریں گے وبك اخذ وبك أعطى (مشکوٰۃ:ح ۴۹۹۳) ''تمہاری وجہ سے پکڑ کروں گا اور تمہاری ہی وجہ سے انعامات عطا کروں گا''
اس کلمہ ہی کی وجہ سے انعامات اور اسکی وجہ سے پکڑ ہے تو کتنا بہتر کلمہ ہے ہر عمل اس پر موقوف ہے اور ہر عمل کی قبولیت اس پر موقوف ہے جب یہ کلمہ سبب عزت و رفعت ہوا تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بلند و صاحب عزت و معزز کرتا ہے اللہ تعالیٰ مومنین کو، کتنا بلند کرتا ہے کتنی رفعت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل کرتا ہے وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا اللہ تعالیٰ مومنین پر رحم کرنے والا ہے، ماں سے زیادہ رحم کرنے والا اپنی اولاد پر ماں اپنی اولاد پر کتنا رحم کرتی ہے، جانور اپنے بچے پر پاؤں نہیں رکھتے، درندہ اپنے بچے نہیں کھاتا کتیا، بلی اور شیرنی نے کبھی اپنے بچے کو نہیں کھایا، باقی چیزوں کو کھاتے ہیں یہ اسی رحم کا اثر ہے لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت مومنین پر اس سے زیادہ ہوگی تمام رحمتوں کو مومنین پر جمع کرے گا وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا

قومیت کا نہیں عقیدے کا ایمان قبول ہے

حضرات! دیکھیں جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اور اخلاص کے ساتھ ایمان لایا یہ نہیں کہ پاکستان میں پیدا ہوا ہے، پاکستانی ایمان، قومیت کا ایمان نہیں بلکہ عقیدے کا ایمان قبول و منظور ہے، اخلاص کا ایمان منظور ہے، چاہے انسان پاکستان میں ہو یا کہیں اور، لیکن جب لا اله الا الله پڑھ لیا تو یہ محفوظ ہو گیا اور آخرت میں عرش کے فرشتے اور آسمانوں کے فرشتے مومنین کے لئے دعائے مغفرت کریں گے ہم آتے ہیں دوسرے کو کہتے ہیں کہ ہمارے لئے دعا کرو، تیرے لئے میں دعا کروں گا ہم ایک دوسرے کے لئے دعا کرتے ہیں، دعائیں کرتے رہنا چاہیے لیکن اگر کوئی دعا نہ کرے اور کامل مومن ہو تو اس کیلئے جو دعائیں کرتے ہیں وہ ہم جیسی مخلوق نہیں وہ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ جن ملائکہ نے عرش کو اٹھایا ہوا ہے اور عرش کو بلند کیا ہے اپنے کندھوں پر اور ہر طرف ہیں عرش کے اور بے شمار ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور مومنین کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور جب وہ دعائے بخشش کرتے ہیں تو ہماری دعا کی کیا ضرورت، اچھا ہے ایک دوسرے کے لئے دعائے مغفرت کرینگے لیکن اگر نہ کریں تو فرشتے ہمارے لئے کافی ہیں اور دعائیں کرتے ہیں کہ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ان کو عدن کے جنت میں داخل کر، ان کی مغفرت کیجئے اور ان کے آباء، ازواج اور ذریات کی بخشش کیجئے دیکھئے ہماری ازواج اور اولاد کے لئے دعائیں کرتے ہیں، صرف ایک ایمان کی وجہ سے، وہ ہماری بیویوں کے لئے بھی دعائیں کرتے ہیں کہ اے اللہ! ان کو بھی ان کے ساتھ بخش دے۔

مؤمن اہل وعیال سمیت جنت میں داخل ہوگا

احادیث میں آتا ہے کہ ایک مومن اعلیٰ درجے کا مستحق ہوگا، اللہ کے بہت

قریب ہوگا، اعلیٰ درجے کا لائق ہوگا اور جب اللہ تعالیٰ اس کو اعلیٰ درجے پر فائز کردے گا تو یہ کہے گا کہ اے اللہ تعالیٰ! میری اولاد نہیں ہے میرے ساتھ، میری ازواج (یعنی بیویاں) نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے وہ تمہارے درجے کے نہیں بلکہ کم درجے کے ہیں یہ کہے گا کہ میں پریشان ہوں اے اللہ! اگر چہ وہ اس درجہ کے قابل نہیں پھر بھی ان کو اس درجہ پر لے آ! تو ان کے جتنے درجے ہوں گے اگر چہ ان کی اولاد کا اتنا عمل نہیں ہوگا لیکن جب مومن ہونگے تو اللہ ان کو اس کے ساتھ ملا دیگا اس لئے کہ جنت میں غم و پریشانی نہیں جب ایک آدمی کی اولاد ایک جگہ پر اور یہ دوسری جگہ پر ہو تو یہ کتنا پریشان ہوگا......؟ تو اللہ اس کی اولاد اس کے ساتھ ملا دیگا تو یہ مومن کے ایمان کے ثمرات ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ مؤمنین کو عزت و رفعت عطا فرماتے ہیں اور جب اس کے ساتھ علم کا نور بھی اللہ عطا کریں یہ ایمان بھی ایک علم ہے۔

ایمان کیا ہے؟ علم، یقین

ایمان کیا ہے؟ یہ علم ہے، یقین ہے اللہ تعالیٰ پر، اس کی صفات پر لیکن اس علم کے بعد اور علوم بھی ہیں، یہ نہیں کہ ایک ہی علم حاصل کیا، باقی علوم حاصل نہیں کرنے ایمان کا علم حاصل کر لیا، اللہ تعالیٰ کی صفات پہچان لئے، اللہ تعالیٰ کی ذات کو پہچان لیا، یہ ایک علم ہو گیا لیکن اس کے ساتھ جتنا علم کا حصول وطلب کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو عزت و رفعت دیں گے دین کا ایک مسئلہ یاد کر لیا تو بھی اللہ عزت دیں گے، دو مسئلوں کو یاد کر لیا یا دین کے ایک باب کو یاد کیا اور اگر پورا علم حاصل کر لیا عمل سمیت، تو اس میں بھی زیادتی ہے پھر یہ درجہ سب سے زیادہ ہے، علماء کا درجہ سب سے زیادہ ہے، تمام عالم سے زیادہ ہے، ان کے لئے ملائک اور پانی میں مچھلیاں اور بلوں میں چیونٹیاں اور پرندے ہوا میں دعائیں کرتے ہیں کہ اے اللہ! علماء کو اچھا رکھنا، علماء کو ترقی دینا، یہ فرشتوں کی دعا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ دنیا کی آبادی کا دارومدار علم پر ہے اور اس پر کہ جو کوئی اللہ

تعالیٰ کی عبادت اور ذکر کرتا رہے گا اور جب تک یہ جاری رہے گا تب تک قیامت قائم نہ ہوگی اس لئے ایسا وقت آئے گا کہ نعوذ باللہ اس کلمہ کا کہنے والا کوئی باقی نہ رہے گا تو اللہ تعالیٰ ان پر قیامت کو قائم کر دیں گے تو اس لئے یہ دعائیں کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس دنیا کو آباد رکھ اور یہ تو اسی وجہ سے آباد ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور ہم اس میں شامل ہو جاتے ہیں تو تمام اشیاء ان کے لئے دعائیں کرتی ہیں۔

علم اور عمل کا تلازم بزرگوں کا طرز عمل

لیکن علم کے ساتھ یہ لازم ہے کہ اس پر عمل بھی ہو، صرف علم سے کام نہیں بنتا ہم خوش ہوتے ہیں لیکن جب عمل نہ ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں جو بھی کرے یہ دو چیزیں علم کے ساتھ لازم ہیں ایک یہ کہ جب کوئی چیز پڑھ لے تو اس پر عمل کرے اور یہ نیک لوگوں کا کام ہے کہ وہ علم زیادہ حاصل نہیں کرتے لیکن عمل زیادہ کرتے ہیں ایک بزرگ ایک درس میں بیٹھ گئے تو محدث نے یہ حدیث سنائی

من حسن إسلام المرء تركه مالا يعنيه (ترمذی:ح ۱۳۶)

''بہترین نشانی آدمی کے اسلام کی یہ ہے کہ بے فائدہ کام اور بے فائدہ باتیں چھوڑ دے''

فضول کاموں سے بچتا رہے وہ بزرگ اٹھ گئے کسی نے کہا یہ حدیث تو بہت لمبی ہے، ابھی وقت باقی ہے کہا کہ سب سے پہلے اس پر عمل کروں گا، باقی سبق بعد میں پڑھوں گا وہ لوگ اچھی طرح سبق پڑھتے تھے وہ اس طرح سبق یاد کرتے تھے تو کہتے تھے فی الحال اس پر عمل کروں گا، باقی سبق بعد میں پڑھوں گا، تو وہ عمل کا سبق پڑھتے تھے اللہ تعالیٰ ہم کو ہر چیز یاد کرا دے اور یہ نہ کہ ایک چیز کتاب میں سیکھ لی، یہ جب سن لیا تو یہ بھی علم ہے، کوئی کچھ کہہ دے، یہ بھی علم ہے جب اس پر عمل کریں تو اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی دیں گے، بے عمل علم فائدہ نہیں دیتا اگر چہ بہت علم حاصل کر لو۔

علم، عمل اور اخلاص لازم ملزوم ہیں

دوسرا یہ کہ عمل کے ساتھ اخلاص بھی ضروری ہے اور عمل اللہ کے لئے کرنا اور اخلاص کے ساتھ تھوڑا عمل بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو بڑھاتے ہیں حدیث میں صاف آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک مومن کے لئے اخلاص کے ساتھ ایک کھجور بھی دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تو اللہ تعالیٰ اس کے ثواب کو احد کے پہاڑ سے زیادہ کرا دیتا ہے ایک کھجور سے احد کا پہاڑ بنتا ہے، یہ کیا ہے یہ اخلاص کی عبادت ہے اخلاص کیساتھ چیز زیادہ ہو جاتی ہے اور اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ جیسے ایک گھوڑی بچہ دیتی ہے تو وہ چند دن بعد بڑا ہو جاتا ہے اور سواری کے قابل ہو جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نیکیوں کو بڑھا تا ہے جن میں اخلاص ہو اور جس عمل میں اخلاص نہ ہو تو اللہ تعالیٰ بڑے پہاڑ کو ذرے سے بھی چھوٹا کر دیتا ہے ریا کے کاموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (الفرقان: ۲۳)

جیسے سورج کے سائے میں آدمی کو ہوا میں چھوٹے چھوٹے ذرات نظر آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بڑے سے بڑے عمل کو غبار کے ذرے کی طرح چھوٹا کرتا ہے اور کھجور سے احد کا پہاڑ بنا دیتا ہے، یہ اخلاص اور عدم اخلاص کی وجہ سے، تو کوشش کرو کہ جو بھی کرو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرو، خواہ بدنی عبادت ہو یا مالی، سب کچھ اللہ کی رضا کے لئے کرو اور اس کی کوشش کرنی چاہیے انشاء اللہ اس پر بھی اللہ رفعت دے گا اور علم و عمل پر بھی رفعت دے گا جس کے پاس جو علم ہے اس پر اللہ تعالیٰ اس کو رفعت دے گا تو اللہ تعالیٰ ہم سب کو سب سے پہلے ایمان کی دولت نصیب کرے یہ بہت بڑا خزانہ اور بڑا سرمایہ ہے حقیقت میں شیطان ڈاکو ہے جو کہ ایک بڑا ڈاکو ہے انسان کے لئے ایسا فریب تیار کرتا ہے کہ نعوذ باللہ انسان سے ایمان سلب ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے

بچائے یا اس سے کہ کفر کے الفاظ صادر ہو جاتے ہیں یا کفر یہ عقیدہ اس کے دل میں راسخ ہو جاتا ہے کہ اس عقیدے کو نہیں چھوڑتا اور میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ یہ ایمان اور اسلام پاکستان پر منحصر نہیں، ایمان دل کی صفت ہے اور اقرار کی چیز ہے کہ ہر کسی میں ہوتا ہے اور اگر ایمان نہ ہو اور یہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں تو اس کی مثال کدو کی طرح ہے اور خالی کدو سے کچھ نہیں ہوتا تو اللہ ہم سب کو ایمان کے اس خزانے سے بھر دے، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے شیطان اور نفس سے، کیونکہ نفس سے بھی کبھی کبھی ایسے کام سرزد ہو جاتے ہیں یہ نفس امارہ ہے جو کہ آدمی کو کفر و شرک کا حکم دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو نفس اور شیطان کے دھوکے سے بچائے اور ایمان کا شکر ادا کرنا ہم کو نصیب کرے کہ بہت سارا عمل کریں اور اخلاص کیساتھ کریں اور اس کلمہ کا ورد ہر صبح و شام کرنا چاہیے

رضيت بالله ربا وبالإسلام دينا وبمحمد صلى الله عليه وسلم رسولاً نبياً (ابوداؤد: ح ۱۵۲۹)

"میں راضی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور راضی ہوں کہ اسلام میرا دین ہے اور میں راضی ہوں کے محمد ﷺ میرے نبی ہیں"

شکر ہے کہ یہودی نہ ہوں نہ نصرانی، نہ مشرک، نہ دہری اور نبی کریم ﷺ ہمارے پیغمبر ہیں، خاتم النبیّن ہیں، افضل النبیین ہیں، تمام پیغمبروں میں افضل ہیں۔

اتباع نبی ﷺ اور ہماری کامیابی

ہماری کامیابی اس وقت ہوگی جب ہم نبی ﷺ کی اتباع کریں اور نبی ﷺ کے اعمال اور سنتوں پر عمل کریں صرف اس پر اکتفاء نہ کریں کہ میں نبی ﷺ کا امتی ہوں، امتی تو ہو لیکن اس وقت جب کامل تابع بن جاؤ اور کامل پیروکار بن جاؤ انشاء اللہ ہمارے لئے بہت وسیلے ہیں جیسے ایمان کا وسیلہ، اعمال کا وسیلہ، اور اعلیٰ وسیلہ نبی علیہ السلام کا،

اور آپ ﷺ ہماری شفاعت کریں گے بشرطیکہ اگر ہم محروم نہ ہوں آپ ﷺ ہم سے ناراض نہ ہوں، خفا نہ ہوں تو انشاء اللہ ہماری شفاعت کریں گے اور یہ ہمارے لئے بہت بڑی خوشی ہے حاجی محمد امین ترنگزئیؒ نے ایک جگہ فرمایا جس محشر میں محبوب دیکھا جائے ، وہ محشر میری عید ہے اور جب قیامت کا دن ہوگا اور نبی علیہ السلام ہوں گے تو یہ ہماری عید ہوگی لیکن یہ خیال کرو کہ نبی علیہ السلام کی پیروی اور اتباع ہم سب کو نصیب ہو اللہ تعالیٰ ہم کو ان دو صفات سے متصف کرے ایمان اور علم ہر کسی کے پاس ہے یہ نہیں کہ صرف ہمارے پاس ہے اور تمہارے پاس نہیں اور اللہ تعالیٰ اور بڑھا دے اس کو، ﴿قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا﴾ اللہ تعالیٰ نبی علیہ السلام کو فرماتے ہیں کہ کہو! اے اللہ میرے علم میں اضافہ فرما تو اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان اور علم اور انکی برکات نصیب فرمائے اور اللہ ہم کو ایمان و اسلام پر خوشی عطا فرمائے اور نبی علیہ السلام کے امتی ہونے پر ہمیں خوشی نصیب فرمائے اور صلحاء کی تابعداری پر ہمیں خوشی عطا فرمائے ہمارے بزرگ حضرات بہت نیک و صالح تھے، طریقت کے تھے یا شریعت کے اساتذہ مشفق تھے انشاء اللہ ہم کو بھی اللہ تعالیٰ ان کے طفیل اور انکی برکات سے کامیاب فرمائیں گے۔

ذکر اللہ کے فوائد قلب ولسان کی اصلاح

الحمد للّٰہ و کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ

''اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے واسطے اور خود تمہارے اندر سو کیا تم کو سوجھتا نہیں'' (الذاریت : ۲۱،۲۲)

وقال النبیﷺ ألا وإن فی الجسد مضغةً إذا صلحت صلح الجسد کله و إذا فسدت فسد الجسد کله ألا وھی القلب

''اور نبی ﷺ فرماتے ہیں خبردار ہو! اس بات سے کہ بدن میں ایک جزو (اور وہ گوشت کا ایک ٹکڑا ہے) جب وہ درست ہوتا ہے تو تمام بدن درست ہوتا ہے اور جب وہ جزو فاسد ہوتا ہے تو تمام بدن فاسد اور خراب ہو جاتا ہے آگاہ رہو کہ وہ جزو دل ہے'' (مسلم: ح ۱۵۹۹)

اللہ تعالیٰ کی آیات قدرت اور اس کے مظاہر

محترم حضرات! اللہ تعالیٰ کی آیات قدرت جو زمین و آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں وہ بے شمار ہیں ، زمین میں نباتات و اشجار و باغات ہی کو دیکھو ان کی انواع و اقسام ان

کے رنگ و بو ایک ایک پتہ کی تخلیق میں کمال حسن پھران میں سے ہر ایک کے خواص و آثار میں اختلاف کی ہزاروں قسمیں ، اسی طرح زمین میں نہریں ، کنویں اور پانی کے دوسرے ذرائع اور ان سے تیار ہونے والی لاکھوں انواع مخلوقات ، زمین کے پہاڑ اور غار ، زمین میں پیدا ہونے والے حیوانات اور انکی ان گنت اقسام و انواع ہر ایک کے حالات اور منافع مختلف ، زمین میں پیدا ہونے والے انسانوں کے حالات مختلف قبائل اور مختلف خطوں کے انسانوں کے رنگ اور زبان میں امتیاز ، اخلاق و عادات کا اختلاف وغیرہ جن میں آدمی غور کرے تو ایک ایک چیز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت کے اتنے مظاہر پائے گا کہ شمار کرنا بھی مشکل ہے زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ، باہر کی نشانیاں ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح اس پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں موجود ہیں اسی طرح آپ کے اس چھوٹے سے وجود میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھو غور وفکر کرو کہ تمہارے نفس (عالم اصغر) میں اس کائنات (عالم اکبر) کی پوری نشانیاں موجود ہیں ۔

و تزعم انك جرم صغير
وفيك انطوى العالم الأكبر (علیؓ)

’’یعنی تم گمان کرتے ہو کہ تم ایک چھوٹا سا وجود ہو حالانکہ تمہارے اندر اس کائنات کو سمیٹا گیا ہے‘‘

جس طرح اس عالم اکبر میں سمندر ہیں ، جنگلات ہیں ، سورج ہے ، چاند ہے ، ستارے ہیں سیارے ہیں ، بادل ہیں اسی طرح تمہارے اس چھوٹے سے بدن (عالم اصغر) میں بھی یہ سب چیزیں سمیٹ لی گئی ہیں ۔

انسانی جسم کا بادشاہ دل اور وزیر زبان ہے

میرے محترم بھائیو! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس چھوٹے سے بدن میں بہت اعضاء پیدا فرمائے ہیں جو بہت مفید ہیں حالانکہ یہ اعضاء حیوانات میں بھی پیدا فرمائے ہیں لیکن فائدے میں انسانی اعضاء سب سے قابل قدر اور محترم ہیں طاقت میں جسامت میں حیوانات کے اعضاء اگرچہ بہت فائدے والے نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں اعضاء انسانی کو کمال حاصل ہے ان اعضاء انسانی میں دو چھوٹے سے اعضاء ہیں یعنی دل اور زبان ان کو اصغرین بھی کہتے ہیں جو فائدے میں تمام اعضاء سے بہتر ہیں ہر خطے اور سلطنت میں بادشاہ اور وزیر ہوتا ہے، اس چھوٹی سی سلطنت یعنی بدن میں بھی اسی طرح کی ہستیاں موجود ہیں یعنی دل جو کہ اس بدن کا بادشاہ کہلاتا ہے اور زبان جو اس چھوٹے سے جسم کی وزیر کہلاتی ہے دل کے بارے میں ابتداء میں ایک حدیث مبارک پڑھی جس میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ انسان کے بدن میں ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے وہ صحیح ہو گیا تو سارا بدن صحیح ہو جائے گا اور جب وہ فاسد ہو گیا تو سارا جسم فاسد ہو جائے گا خبر دار ! وہ چھوٹا ٹکڑا دل ہے جب دل صحیح ہو جاتا ہے تو اس میں توحید، صحیح عقائد ، اللہ والوں سے محبت جیسی اچھی باتیں آجاتی ہیں اور یہ دل اعلیٰ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انوارات کا مرکز بن جاتا ہے اور جب دل فاسد ہو جاتا ہے تو پھر اس میں شرک ، بدعت ، غلط عقائد اور برے خیالات آتے ہیں تو یہ دل اچھا بھی ہے اور برا بھی ہے اور اس دل کی وجہ سے پھر سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے یا راحت ہوتی ہے ۔

فرشتوں پر انسان کی فضیلت کے وجوہات

اس دل کی وجہ سے انسان کو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ پر فضیلت دی ہے اور اس کو ملائکہ سے زیادہ معزز ومکرم بنایا ہے عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے کہ خاص انسان خاص

فرشتوں سے افضل ہیں اور عام انسان یعنی صالح بندے عام فرشتوں سے افضل ہیں یعنی انبیاء مقرب فرشتوں ، حضرت جبرائیلؑ ، حضرت میکائیلؑ ، حضرت عزرائیلؑ ، حضرت اسرافیلؑ سے افضل ہیں فرشتے نورانی مخلوق ہیں ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا لیکن باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے افضلیت کا تاج انسان اشرف المخلوقات کے سر پر سجایا ہے یہ اس لیے کہ انسان میں دو ایسی صفتیں ہیں جو فرشتوں میں نہیں غضب اور شہوت انسان میں موجود ہیں لیکن فرشتوں میں نہیں جب انسان ان دونوں کا مقابلہ کرتا ہے اور ان دونوں کو مغلوب کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے تو افضلیت کا تاج اس کے سر پر سجایا جاتا ہے اور یہ مغلوبیت نور ایمانی ہی کی بدولت ہوتی ہے اور اس نور ایمانی کا مسکن دل ہے، کافر کا دل چونکہ فاسد ہوتا ہے اس لیے وہ نور ایمانی سے خالی اور غضب وشہوت کا مسکن ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (الاعراف: ۱۸۹)

"ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ وہی لوگ ہیں غافل"

یعنی دل ، کان ، آنکھ سب کچھ موجود ہیں لیکن نہ دل سے آیات اللہ میں غور کرتے ہیں نہ قدرت کے نشانات کا بنظر عمیق مطالعہ کرتے ہیں اور نہ خدائی باتوں کو بسمع قبول سنتے ہیں جس طرح چوپائے (جانوروں) کے تمام ادراکات صرف کھانے پینے اور بہیمی جذبات کے دائرہ میں محدود ہوتے ہیں یہی حال ان کا ہے بلکہ ان کا حال ایک طرح سے چوپائے جانوروں سے بھی بدتر ہے۔

مومن کا دل نور ایمانی کا مسکن

مومن کو یہ درجہ اس دل کی وجہ سے ملا ہے کیونکہ یہی دل نور ایمانی کا مسکن ہے جبکہ کافر اس نور ایمانی سے محروم ہوتا ہے دل کے فاسد ہونے کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ "مشرک جو ہیں سو پلید ہیں"

اللہ تعالیٰ نے مشرک کو نجس کہا ہے حالانکہ صفائی وغیرہ میں وہ دوسروں سے کئی گنا زیادہ صاف نظر آتے ہیں مختلف قسم کی خوشبو استعمال کرتے ہیں لیکن دل صاف اور صالح نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو نجس فرمایا ان کے دلوں میں شرک وکفر کی گندگی ہے اگر یہ ہزار بار اپنے آپ کو صاف کریں صاف نہیں ہوں گے جب تک دل میں نور ایمان نہیں آجائے۔

صوفیا زیادہ تر دل کی اصلاح کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ اس دل میں نور ایمان کیساتھ نسبت کا نور بھی آجائے تو یہ نور علی نور کا مصداق بن جاتا ہے صوفیاء کرام مراقبات میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا دھیان رکھتے ہیں اس لیے فرماتے ہیں:

تفكّر ساعةٍ خير من عبادة ستين سنةً (الاحیاء: ج ۵، ص ۱۶۱)

"ایک لمحہ کیلئے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں غور وفکر کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے"

سلسلہ نقشبندیہ میں قلب پر توجہ

اس لیے نقشبندی سلسلہ والے ابتداء ہی سے مراقبات کراتے ہیں کہ آنکھیں بند کرو دل میں اللہ تعالیٰ کی صفات اور قدرت کا دھیان رکھو اور یہ خیال کرو کہ میرا دل اللہ اللہ کرتا ہے یہ مراقبات دوسرے سلسلوں کی انتہا ہے اور فرماتے ہیں کہ ابتداء نا انتہاء غیرنا دوسرے سلسلوں والے مراقبات کے اسباق بعد میں دیتے ہیں جبکہ نقشبندی سلسلہ والے ابتداء ہی سے سالک کو سیر کراتے ہیں ان مراقبات سے انسان کا دل صاف ہوجاتا ہے اور اس کے دل پر انوارات کا فیضان شروع ہوجاتا ہے۔

مراقبہ اور لطائف خمسہ کی صفائی کا عمل

جب لطیفہ قلب پر مراقبہ کرتا ہے تو قلب صاف ہو جاتا ہے اس طرح دوسرا لطیفہ ،لطیفۂ روح ہے اس سے روح صاف ہو جاتی ہے ،تیسرا لطیفہ سر ہے اس سے سر صاف ہو جاتا ہے ،چوتھا لطیفہ خفی ہے اس سے خفی صاف ہوتا ہے ،پانچواں لطیفہ ،لطیفہ اخفی ہے اسے اخفی صاف ہوتا ہے یہ پانچ لطائف عالم امر کے ہیں ان کے لئے مادہ نہیں ہے جب ان لطائف میں نور آتا ہے تو سارا جسم نورانی بن جاتا ہے اس لیے ادعیہ ماثورہ میں آتا ہے اللهم أجعل فی قلبی نوراً ”یا اللہ! میرے دل میں نور کر دیجئے“ وفی لسانی نوراً ”اور میری زبان میں نور“ وفی بصری نوراً ”اور میری بینائی میں نور“ وفی سمعی نورًا ”اور میری سماعت میں نور“ وعن یمینی نوراً ”اور میرے داہنے نور“ وعن شمالی نورًا ”اور میرے بائیں نور“ وخلفی نورًا ”اور میرے پیچھے نور۔“

اعضاء کا صحیح استعمال اور اللہ کا فضل وکرم

محترم حضرات! یہ دل بادشاہ ہے یہ حکم کرتا ہے اور زبان وزیر ہے یہ حکم کو نافذ کراتی ہے اس لیے اس کی اصلاح بھی ضروری ہے صوفیاء کرام فرماتے ہیں..........

لب بند چشم بند گوش بند
گر نہ بینی لطف حق بر من بخند

”اپنے منہ کو بند کرو اور اپنی آنکھوں اور کانوں کو بند کرو پھر بھی اگر تو نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کو نہ دیکھا تو مجھ پہ ہنسو“ کیا کریں ہماری آنکھیں کھلی ہوئی ہیں ناجائز دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، منہ کھلا ہوا ہے غیبت گوئی، فضول گوئی ہمارے معمولات میں شامل ہے گانا بجانا سننے کے ہم عادی ہو چکے ہیں ہر گھر سے یہی آوازیں آتی ہیں گھر کیا اب تو مسجدیں بھی ان آوازوں سے خالی نہیں رہی بلکہ موبائلوں میں طرح طرح

کے گانے ریکارڈ کیے گئے ہیں ان چیزوں کے ساتھ لطف حق جو قلبی نورانیت ہے وہ کیسی آئے گی؟ بزرگوں کو کبھی کبھار کشف ہو جاتا ہے ایک بزرگ تھا جو بھینس کو پانی پلا رہا تھا تو عام لوگوں کی طرح سیٹی بجائی غیبی آواز سنی کہ یہ بھی تمہارے عمل نامے میں لکھ دیا گیا تو اس نے اپنے آپ کو مخاطب ہو کر کہا کہ، شیخ فریده! خله چپه بهتره ده ”شیخ فرید! بند منہ بہتر ہے“

زبان کی حفاظت اور فرمودات نبوی ﷺ

نبی ﷺ نے زبان کی حفاظت کے بارے میں بہت تاکید فرمائی ہے، ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھ کو جنت میں لے جائے پوری نصیحت کے بعد نبی ﷺ فرمایا“

يامعاذ! ألا أخبرك بملاك ذلك كله؟ قلت بلىٰ يا نبى الله فأ خذ بلسانه قال كف عليك هذا (ترمذی: ح ۲۶۱۶)

”کیا تمہیں ان تمام چیزوں کی جڑ نہ بتا دوں ......؟“ میں نے عرض کیا ہاں اے! اللہ کے نبی ﷺ! ضرور بتائے آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک پکڑی اور فرمایا اس کو بند رکھو (یعنی اس کو قابو رکھو)

حضرت امام شافعیؒ نے اس حدیث کا مفہوم کو شعر میں یوں بیان فرمایا ہے

أحفظ لسانك أيها الانسان لا يلدغنك انه ثعبان
كم فى المقابر من قتيل لسانه كانت تهاب لقائه الشجعان

”اے انسان! اپنی زبان کی حفاظت کر، کہیں یہ آپ کو سانپ کی طرح ڈس نہ لے کیونکہ وہ اژدھا ہے کتنے ہی لوگ اپنی زبان سے ہلاک ہونے والے قبروں میں مردہ پڑے ہیں حالانکہ بڑے بڑے بہادر بھی ان کی مڈبھیڑ سے ڈرتے تھے“۔

زبان کو قابو میں رکھنا ذریعہ نجات ہے

زبان کو قابو میں رکھنا دین و دنیا کی نجات کا پیش خیمہ ہے اور زبان کو بے قابو چھوڑ دینا خود کو دین و دنیا کی تباہی کی طرف دھکیل دینا ہے اور دین کی عظمت وشوکت کو نقصان پہنچانے کی جڑ زبان کو بے قابو چھوڑنا ہے ایک حدیث مبارک میں ہے۔

إذا رأيتم العبد يعطىٰ زهدًا فى الدنيا وقلة منطق فاقتربوا منه فأنه يلقى الحكمة (مشكوٰة: ح ۵۱۵۷)

''جب تو ایسے شخص کو دیکھے جس کو دنیا سے بے رغبتی اور کم گوئی عطا کی گئی ہو تو اس کے ساتھ قریب ہو جائے''

مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو وہ خصلتیں عطا فرمائی ہیں جن سے فائدہ مل سکتا ہے اس کے قریب ہونے میں فائدہ ہے اور جو دنیا کے ساتھ محبت کرتا ہو اور بہت باتونی ہو تو وہ خود کو نہیں بچا سکتا تو تجھ کو کیا بچائے گا۔

قلت نطق سے کم منطق پڑھنا بھی مراد ہے

میں اکثر طلباء سے عرض کرتا ہوں کہ قلت نطق سے مراد کم منطق پڑھنا ہے اسلئے کم پڑھا کر و ضرورت کی ابتدائی کتابیں پڑھا کرو باقی زیادہ پڑھنے میں وقت ضائع نہ کرو۔

محترم حضرات! اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان دونوں کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے اور جب ان دونوں کی اصلاح ہو جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ہمیں کمال عطا فرمائیگا۔

علم پر عمل کے چند بڑے فوائد

اور اسکے بہت سے فوائد ہیں علماء اور صوفیاء لکھتے ہیں کہ علم کے دو فائدے ہیں

(۱) علم حاصل کرنا اور عمل کرنا (۲) دوسروں کو سکھانا اور عمل کرانا

پھر اپنے علم پر عمل کرنے میں بہت سے فوائد ہیں

علم لدنی کا حاصل ہونا

جو لوگ اپنے علم پر عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انکو ایسا علم عطا فرماتا ہے جو انہوں نے حاصل نہیں کیا ہوتا اور یہ انکے عمل کے بدلے میں عطا ہوتا ہے جیسے یہ قول مشہور ہے:

من عمل بما علم ورثه الله علم مالم يعلم (الأحياء: ج ۳،ص۲۸)

''جو شخص اپنے علم پر عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو بدلے میں ایسا علم دے گا جو اس نے پڑھا نہیں ہوگا''

دل میں خیر کا القاء ہونا

عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس شخص کے دل میں خیر القاء فرماتا ہے جسے الہام کہتے ہیں اکثر نیک بندوں کو یہ الہامات ہوتے ہیں اور ان الہامات کی روشنی میں وہ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔

فراست

فراست یعنی باریک بینی بھی اللہ تعالیٰ عمل سے عطا فرماتا ہے پرہیزگار اور متقی لوگ اکثر باریک بین ہوتے ہیں لوگوں کو چہروں سے پہچانتے ہیں دور اندیش ہوتے ہیں لیکن چونکہ انکے قلوب رازوں کے خزینے ہوتے ہیں اس لیے اظہار سے گریز کرتے ہیں مرقات میں ایک مقولہ ہے صدور الأحرار قبور الأسرار ''احرار یعنی متقی لوگوں کے سینے رازوں کے قبور ہیں'' احرار لوگ حقیقت میں متقی اور پرہیزگار لوگ ہیں کہ مخلوق سے ہر طرح سے آزاد ہوتے ہیں یہ مخلوق پر نظر نہیں کرتے ان رازوں کے لیے یہی لوگ امین ہیں ایک حدیث مبارک میں آتا ہے حضور ﷺ فرماتا ہے

إتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله (ترمذی: ح ۳۱۲۷)

''مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے''

بعض لوگ نیک لوگوں کے ساتھ دھوکہ کرتے ہیں اور دل میں سوچتے ہیں کہ یہ سادہ لوگ ہیں کچھ نہیں سمجھتے حالانکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس نے دھوکہ دیا ہے لیکن کچھ نہیں کہتے امام صاحبؒ مستعمل پانی کو نجس کہتے تھے اس لیے کہ وضو کے دوران وہ گناہوں کو پانی میں بہتا دیکھتے تھے آپ نے یہ فتویٰ دیا تھا پھر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور وہ حال کشف کا سلب ہو گیا بعد میں پاک ہونے کا فتویٰ دیا۔

مبشرات

اچھے خواب دیکھنا بھی عمل کرنے کا نتیجہ ہے اچھے اور پرہیز گار لوگ اچھے خواب دیکھتے ہیں اور بے عمل لوگ برے اور شیطانی وساوس والے خواب دیکھتے ہیں

اطمینان

جو شخص اپنے علم پر عامل ہو تو وہ مطمئن ہوتا ہے مصیبت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور صبر کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے اور نعمت ملنے پر شکر ادا کرتا ہے غافل نہیں ہوتا، اس کو اللہ تعالیٰ کی مہربانی جانتا ہے وہ دونوں حالتوں میں مطمئن ہوتا ہے اور بے عمل آدمی مصیبت کے وقت چلاتا ہے زبان سے اکثر کفریہ الفاظ نکلتے ہیں اور بے چینی کا عجیب حال اس پر طاری ہوتا ہے جب نعمت ملتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ یاد ہی نہیں رہتا بلکہ شیخی مارتا ہے کہ یہ میرا کمال ہے اور ناشکری کرتا ہے۔

محترم حضرات! اللہ تعالیٰ ہماری اس چھوٹی سے مملکت کے بادشاہ (دل) اور وزیر (زبان) کو صحیح کرے اللہ تعالیٰ پہلے ہمیں اپنے آپ کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے اور بعد میں دوسروں کی اصلاح کی لیکن آج کل دوسروں کی اصلاح کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے کیونکہ ہر شخص نے اپنا خیال بنا لیا ہے اور دوسروں کی سنتا ہی نہیں اور جو دوسروں کی بات قبول نہیں کرتا تو اس کی اصلاح کیسی ہوگی جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ (ق: ۳۷)

"اس میں سوچنے کی جگہ ہے اس کیلئے جس کے اندر دل ہے یا لگائے کان دل لگا کر"

ان عبرت ناک واقعات میں غور و فکر کر کے وہی لوگ نصیحت حاصل کر سکتے ہیں جن کے سینہ میں سمجھنے والا دل ہو کہ از خود ایک بات کو سمجھ لیں یا کم از کم کسی سمجھانے والے کے کہنے پر دل کو حاضر کر کے کان دھریں یہ بھی ایک درجہ ہے کہ آدمی خود متنبہ نہ ہو تو دوسرے کے متنبہ کرنے سے ہوشیار ہو جائے اور جو شخص نہ خود سمجھے نہ کسی کے کہنے پر توجہ کے ساتھ کان لگائے اس کا درجہ اینٹ پتھر سے زیادہ نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے دل و زبان کی اصلاح فرمائیں۔

دعا

اب دعا فرمائیں: اللّٰهم أُقسم لنا من خشيتك مايحول به بيننا و بين معاصيك ومن طاعتك ما تبلغنا به جنتك ومن اليقين ما تهون به علينا مصيبات الدنيا ومتعنا بأسماعنا و أبصار نا وقوتنا ما أحييتنا و أجعله الوارث منا وأجعل ثارنا علىٰ من ظلمنا وأنصرنا علىٰ من عادانا ولا تجعل مصيبتنا فى ديننا ولا تجعل الدنيا أكبر همنا ولا مبلغ علمنا ولا غاية رغبتنا ولا تسلط علينا من لا ير حمنا ولا تسلط علينا من لا يرحمنا ولا تسلط علينا من لا يرحمنا (ترمذی: ح ۳۵۰۲)

اللهم صل صلوة كاملةو سلم سلاماً تا ما علىٰ سيدنا و مولانا محمد صلوٰ ة تنحل بها العقد وتنفرج بهاالكرب وتقضىٰ بهاالحوائج وتنا ل بها الرغائب و حسن الخواتيم ويستسقى الغمام بوجهه الكريم وعلى اله وصحبه فى كل لمحةٍ ونفسٍ بعد دكل معلومٍ لك ۔

۲ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ جمعۃ المبارک نماز عصر کے بعد

حیاتِ اخروی اور حیات دنیوی کی حقیقت

نحمده ونصلي على رسوله الكريم أما بعد! فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (البقرة: ١٥٢)

انسان وجود و بقاء کا محتاج ہے

انسان دو چیزوں کا محتاج ہے، ایک احتیاج وجود کو ہے کہ انسان چاہتا ہے کہ میرا وجود ہو، میں موجود رہوں اور میری اولاد ہو، مجھ سے کوئی پیدا ہو، تو وہ وجود اور بقاء کا محتاج ہے جس کی اولاد نہ ہو تو کہتا ہے کہ دعا کرو کہ خدا مجھے اولاد دے اور جب اولاد پیدا ہوتی ہے تو پھر کہتا ہے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کو لمبی عمر عطا فرمائے کیونکہ یہ بھی ایک نعمت ہے جب اولاد ہوتی ہے اور مرجاتی ہے تو کہتے ہیں کہ پریشانی ہے، بچہ ہوا لیکن فوت ہوا پھر اگر پیدا ہی نہ ہو تو پھر بھی پریشان ہوتا ہے اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ ہم کو دو چیزوں کا سبق دیتا ہے، بقاء اور وجود کا اور وجود کس چیز سے حاصل ہوتا ہے وجود و بقاء دو قسم پر ہے ایک دنیا کا وجود و بقا جو ظاہر ہے اور دوسری قسم وہ جو حقیقت میں بقاء ہے ظاہر میں وجود کو ہم لوگ پہچانتے ہیں، اولاد نہیں ہوتی پھر جب پیدا ہوتی ہے تو وجود میں آتی ہے جب بچہ بڑا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ شکر ہے بڑا ہو گیا۔

حقیقی بقا اور وجود ذکر الٰہی ہے

لیکن حقیقی بقاء اور وجود کیا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کیا ہے فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ "تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا، تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا" اور انسان کا ذکر حقیقت میں اس کی حیات اور وجود کے لئے سبب ہے اس وجہ سے حدیث شریف میں آتا ہے:

مثل الذی یذکر ربه والذی لا یذکر مثل الحی والمیت (بخاری: ح ١٣٤)

"مثال اس کی جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور اس کی جو اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا، زندہ اور مردہ کی سی ہے"

ذاکر کی مثال زندہ کی ہے اور غیر ذاکر کی مثال مردہ کی ہے اگر ظاہر میں وجود ہے بھی، تو یہ وجود نہیں وجود وہ ہے جو ذکر کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور جو حیات ذکر سے آتی ہے، وہ حیات ابدی ہے اسی وجہ سے بزرگان دین ہمیشہ ذکر کرتے ہیں کہ میں زندہ رہوں اور زندوں میں میرا اندراج ہو اور مردوں میں میرا شمار نہ ہو اور جب ذکر نہ کریں تو کہتے ہیں کہ میرا اندراج مردوں میں ہو گیا، میں مردوں میں مندرج ہو گیا۔

جو ذکر نہ کرے وہ مردوں میں شامل ہوگا: حسن بصریؒ کا واقعہ

ایک بزرگ کے بارے میں آتا ہے (بعض کہتے ہیں حسن بصریؒ اور بعض کہتے ہیں بایزید بسطامیؒ) بہرحال جو بھی ہو، اس بزرگ کی ملاقات کے لئے دو دوست روانہ ہوئے ان میں سے ایک حیوانات کی بولی سمجھتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو حیوانات کی بولی کا فہم عطا کیا تھا وہ جس صحرا میں جا رہے تھے، وہاں سے فاصلہ زیادہ تھا تو ایک دوست نے دوسرے سے کہا کہ حسن بصریؒ وفات پا گئے، دوسرے نے کہا کہ وہ کیسے؟ اس نے کہا کہ ان جانوروں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ حسن بصریؒ فوت ہو گئے ہیں، میں ان کی بولی سمجھتا ہوں دوسرے نے کہا کہ اب آ ہی گئے ہیں تو چلو قبر پر ہی دعا کر

لیں، قبر کی زیارت ہی کر کے چلے جائیں جب وہ آ گئے تو حسن بصریؒ بیٹھے تھے اور لوگ اردگرد حلقہ بنائے ہوئے تھے، تو یہ تعجب میں پڑ گئے کہ ہم نے تو جانوروں سے سنا تھا کہ وہ وفات پا گئے ہیں، حالانکہ یہ تو زندہ ہیں انؒ کو بھی اللہ تعالیٰ نے کشف عطا کیا تھا تو فرمایا کہ تم پریشان نہ ہو، تم نے جو کچھ سنا، وہ حق ہے میں واقعی مرگیا تھا اس لئے کہ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو ذکر نہیں کرتا تو وہ مردے کے مثل ہے میں اس وقت ذکر سے غافل ہوگیا تو جانوروں نے ایک دوسرے سے کہا کہ حسن بصریؒ یا بایزید بسطامیؒ وفات پا گئے ہیں تو حقیقت میں غیر ذاکر لوگ مردے ہیں اگرچہ ہم کہیں بھی کہ یہ زندہ ہیں لیکن یہ زندگی، زندگی نہیں حقیقت میں زندگی وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہو اور ربط اس کے ساتھ ہوگا جسکے ساتھ وہ محبت رکھتا ہے اگر دنیا میں صلحاء کے ساتھ محبت ہے تو قیامت میں بھی ان کیساتھ اُٹھائے جاؤ گے اور اگر فساق وفجار کے ساتھ محبت ہے تو انہی کیساتھ اٹھائے جاؤ گے یہ ارشاد مبارک مومنوں کیلئے بڑی بشارت ہے۔

صحابہ کرامؓ کا عشق رسول ﷺ اور ہم

صحابہ کرامؓ حضور ﷺ کے ساتھ بہت زیادہ محبت رکھتے تھے آپ ﷺ نے ایک مرتبہ حجامت کرا کے خون نکلوایا اور ایک صحابیؓ کو فرمایا کہ اس خون کو کسی جگہ دفن کر لو اور صحابیؓ نے لے کر چپکے سے پی لیا حضور ﷺ نے اس کے بارے میں پوچھا تو اس صحابیؓ نے عرض کیا کہ اس کو میں نے دفنا دیا ہے یعنی پی لیا ہے مقصد یہ تھا کہ میں نے اچھی طرح دفن کر دیا شدت محبت ہی کی وجہ سے تھا، صحابہ کرامؓ حضور ﷺ کے اقوال وافعال پر عاشق تھے اور ان کو بجا لاتے تھے، سنت کی اتباع میں انکے مقابل کوئی نہیں آ سکتا تھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ تو بہت زیادہ عاشق تھے سنت مؤکدہ تو ہر حال میں بجا لاتے لیکن ساتھ ساتھ سنت زائدہ کا بھی زیادہ اہتمام کرنے والے تھے حضور ﷺ عام عادت کے مطابق جو بھی کام کرتے، یہ بھی اسی طرح کرتے تھے حالانکہ یہ مومن پر لازم نہیں کہ وہ

ضرور اس ہر فعل کو عمل میں لائے لیکن یہ فطری محبت میں ضروری ہوتا ہے کہ عاشق اپنے محبوب کی ہر ہر ادا کو محبوب رکھتا ہو اور اس کو بجالانے کی کوشش بھی کرتا رہتا ہے۔

آج کل لوگوں کی محبت انگریزوں کے ساتھ ہے انگریزوں کی طرح لباس، انکی طرح اٹھنا بیٹھنا، شکل وصورت میں مشابہت کرنا حتیٰ کہ حرکات وسکنات بھی انگریزوں کی طرح اپنائے ہیں وہ صحابہؓ تھے، انکی اپنے محبوب ﷺ کے ساتھ محبت تھی اس لئے ان کی طرح لباس، اٹھنا بیٹھنا، حرکات وسکنات اپنائے ہوئے تھے۔

عبداللہ بن عمرؓ اور عشق رسول ﷺ

ایک لمبی حدیث شریف ہے جس میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ جب حضور ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں ہوتے تو جب حضور ﷺ کہیں آرام کیلئے ٹھہرتے تو آپؓ وہاں پر نشان رکھ دیتے اور جب حضور ﷺ کہیں وضو فرماتے تو آپؓ وہاں نشان لگا دیتے اور جب پھر کبھی اس راستے پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ اکیلے سفر فرماتے تو ان نشانات پر ویسا ہی کرتے جس طرح نبی اکرم ﷺ نے کیا ہوتا تھا یہ اس لئے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری اتباع ہو جائے حضرت عبداللہ بن عمر کو حضور ﷺ کی محبت میں دیوانہ کہا جاتا تھا۔

حضور ﷺ کی اتباع اور حضور ﷺ کی بشارت

جو لوگ ہر قول وفعل میں حضور ﷺ کی اتباع کرتے ہیں، حضور ﷺ نے ان کو بشارت دی کہ المرءُ مع من احب (ترمذی:۲۳۸۵) آدمی اسکے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت کرتا ہو ایک محبت زبانی ہوتی ہے جس طرح ہم سب زبان سے کہتے ہیں کہ ہم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عاشق ہیں اگر ہم میں سے کسی کو کوئی دیکھ لے تو ہم میں حضور ﷺ کے آثار میں سے کوئی بھی اثر موجود نہیں، نہ ہی سنت پر عمل کرنے والے ہیں یہ محبت کی حقیقت نہیں محبت کی حقیقت تو یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر قول وفعل ہمیں محبوب ہو اور سنت پر عمل کرنے سے ہم نہ شرمائیں اور اگر نہ سنت پر عمل کرنے سے

ہم شرما گئے تو یہ محبت نہیں بلکہ جھوٹ ہے اسلئے ایک بزرگ عاشق فرماتے ہیں ....

تعصی إلا له وأنت تظهر حبه

هذا لعمری فی القیاس بدیع

’’تم تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہو اور ظاہراً اللہ تعالیٰ سے محبت کا اظہار کرتے ہو، قسم ہے یہ تو عقل کے لحاظ سے ایک نئی چیز ہے‘‘

تم اظہار محبت کرتے ہو حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہو اور مخالفت بھی ......

طلب الحبیب من الحبیب رضاءً

وطلب الحبیب من الحبیب لقاه

’’دوست دوست سے اس کی رضا طلب کرتا ہے کہ دوست مجھ سے راضی ہو جائے اور دوست دوست سے اس کی ملاقات چاہتا ہے کہ مجھ سے ملاقات ہو جائے‘‘

یاد رکھنا چاہیے کہ مخالفت سے ملاقات نہیں ہو سکتی بلکہ اس سے تو دوری آجاتی ہے اور انسان ایک دوسرے سے غائب ہو جاتے ہیں تو یہ حدیث مبارک صحابہؓ اور ہم سب کے لئے بشارت ہے کیونکہ ہم اتنی زیادہ عبادت تو کر نہیں سکتے لیکن اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت کے موافق ہی ہو جائیں تو بھی یہ بڑی سعادت مندی ہوگی

آج کے انسان کا دعویٰ محبت رسول ﷺ

اور ہم حضور ﷺ کی محبت کے دعوے تو کرتے ہیں لیکن اسکے موافق نہیں تو پھر ایک بزرگ لوگوں سے شکوہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں......

زسنت نہ بینی دریشان اثر

بجز خواب پیشین واکل سحر

کہ ان لوگوں میں سنت کا کوئی اثر نہیں پاؤ گے بجز قیلولے اور سحری کا یعنی یہ

لوگ صرف ان دو سنتوں پر خوب عمل کرتے ہیں کہ دوپہر کو پاؤں پھیلا کر خوب آرام کریں اور رمضان میں سحری کے دوران خوب روٹی کھائیں صرف یہ دو سنتیں تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہیں کی ہیں بلکہ اور بھی بہت سی سنتیں ہیں، انکو بھی زندہ کرنا ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تہجد پڑھتے تھے، اور اتنا لمبا قیام فرماتے تھے کہ پاؤں مبارک سوجھ جاتے صحابہؓ عرض کرتے کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں تو نبی علیہ الصلوٰۃ فرماتے: أفلا أكون عبداً شكوراً ’’کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بن جاؤں‘‘

یہ پیغمبری کتنی بڑی نعمت ہے، یہ وحی کتنی بڑی نعمت ہے، کیا میں اس کا شکریہ ادا نہ کروں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی قیام میں رات گزارتے اور کبھی رکوع میں کیا وجہ تھی......؟ اس لئے کہ حضور ﷺ میں محبت تھی جسکی وجہ سے یہ عبادت سہل ہو جاتی تھی۔

نماز میں حضوری اور خشوع کے اقسام

اور ہم دو رکعات ہی صحیح طریقے سے نہیں پڑھ سکتے، اس میں بھی حضوری نہیں رہتی کبھی داڑھی کیساتھ کھیلتے ہیں تو کبھی اور فضول حرکتیں کرتے رہتے ہیں یہ نماز کے آداب نہیں اس لئے کہ نماز اللہ تعالیٰ کیساتھ کلام کرنا ہے الصلوٰۃ معراج المؤ منین تو ایک انسان جب کسی کیساتھ باتیں کرتا ہو لیکن کبھی ایک حرکت کرتا ہو اور کبھی دوسری تو یہ مخاطب خوش ہوگا یا ناراض وہ کہے گا کہ باتیں میرے ساتھ کرتے ہو اور کبھی اس طرف دیکھتے ہو اور کبھی اس طرف، کبھی ایک حرکت کرتے ہو تو کبھی دوسری حرکت، تو وہ ناراض ہو جائے گا نماز میں خشوع ایک اہم چیز ہے کیونکہ نماز اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک راز ہے

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (المومنون: ۱-۲)

’’کامیاب ہیں وہ لوگ جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں‘‘

ایک خشوع دل کا خشوع ہے، دوسرا خشوع اعضاء کا دل کا خشوع حضور ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کیساتھ باتیں کر رہا ہوں اعضاء کا خشوع یہ

ہے کہ انسان قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر نظر جمائے اور رکوع میں پاؤں کی انگلیوں کو دیکھے اور سجدہ میں سینے کی طرف دیکھے ادھر ادھر دیکھنا خشوع کے خلاف ہے اسی طرف ایک دفعہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر اسکے دل میں حضوری ہوتی تو اس کے اعضاء میں خشوع ہوتا لیکن اس کے اعضاء میں خشوع نہیں تو اس کے دل میں کبھی خشوع نہ ہوگا۔

محبت کا لازمی اثر اتباع سنت

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی محبت اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت نصیب فرمائے اور اس محبت کے آثار بھی ہمیں نصیب فرمائے اس لئے کہ محبت کے بھی آثار ہوتے ہیں اور آثار یہ ہیں کہ دیکھو، پوچھو کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتیں کیا ہیں کہ میں اس پر عمل کروں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کس طرح کھانا کھاتے تھے، کس طرح پانی پیتے تھے کس طرح کپڑے پہنتے، کس طرح جوتے پہنتے، کس طرح مسجد میں داخل ہوتے اور کس طرح باہر نکلتے، یہ سب باتیں شمائل ترمذی میں موجود ہیں شمائل ترمذی ایک بڑی کتاب ہے، اسمیں ۴۰۰ آحادیث مبارکہ اور ۵۶ باب ہیں اس میں پہلا باب حضور ﷺ کی شکل وصورت کے متعلق ہے پھر اسکے بعد لباس، پھر خوراک، پھر کلام، پھر عبادات کا ذکر ہے اسی طرح آخر تک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق مبارکہ بیان کئے جاتے ہیں تو ضروری ہے کہ بندہ اس پر عمل کرے، اور اس کو اپنا وظیفہ بنائے۔

انشاء اللہ تعالیٰ جو جس کا دوست ہوتا ہے تو وہ اس کے لئے ضرور سفارش کرے گا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ضرور انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے لئے سفارش کریں گے اور اگر بات یہی ہو کہ دعوے بھی کرتے رہیں اور مخالفت بھی، تو خطرہ ہے اللہ تعالیٰ ہمارے عمل کو دعوؤں کے موافق کرے۔

نبی علیہ السلام کی سنتوں کے فوائد

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں میں بہت سے فوائد ہیں ایک فائدہ یہ ہے کہ اسکو اللہ تعالیٰ با عزت زندگی عطا کرے گا دوسرا یہ کہ فساق فجار کے دلوں میں اس کا رعب بٹھائے گا، نیک لوگوں کے دلوں میں اس کے لئے قدر ومنزلت ہوگی، اس کے رزق میں فراخی ہوگی کوئی کہتا ہے ایسا وظیفہ دو کہ دوکان میں برکت آجائے، کوئی کہتا ہے کہ ایسا وظیفہ دو کہ دوبئ چلا جاؤں ہم وظیفہ بتاتے ہیں لیکن صرف وظیفہ سے تو کام نہیں چلے گا، سنت پر عمل کرنا بھی بے حد ضروری ہے جب سنت پر عمل آجائے تو سب کچھ آسان ہوجاتا ہے

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق:۲)

"جو کوئی تقویٰ اختیار کرلیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا"

تقویٰ کیا ہے؟ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع ہی تقویٰ ہے تقویٰ اختیار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کے لئے رزق میں وسعت پیدا کرے گا اور برکت بھی عطا کرے گا۔

محترم حضرات! ہمارے رزق میں برکات نہیں، رزق آگے ہے اور ہم اس کے پیچھے دوڑتے چلے جاتے ہیں اور ابھی تک اس کو پایا نہیں کیوں......؟ اس لئے کہ برکات نہیں ہیں اور برکات سنتوں سے آتی ہیں، ہم راستہ بھول گئے ہیں اور جو راستہ بھولتا ہے وہ منزل پر نہیں پہنچ سکتا ایک بزرگ فرماتے ہیں......

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی   ایں رہ کہ تو مے روی بترکستان است

اے اعرابی مجھے ڈر ہے کہ تو کعبہ نہ پہنچ سکے گا کیونکہ تم جس راستے پر چل رہے ہو وہ ترکستان جاتا ہے اور عربستان اور ترکستان ایک دوسرے کے مقابل ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنتوں پر عمل کرنے والا بنائے چاہے عالم دین ہو، یا طالب ہو، یا عام آدمی۔

علم کے دو اقسام

میں اکثر طلباء کو کہتا ہوں کہ دو قسم کا علم سیکھا جاتا ہے ایک یہ کہ آدمی کسی مدرسہ میں داخلہ لے اور استاذ سے فنون پڑھے اور آخر میں دورہ حدیث کرے یہ علم استاذ سے سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے اور اس کے لئے کسی عالم کے سامنے دوزانو بیٹھنا پڑتا ہے اور اس میں محنت کی ضرورت ہوتی ہے، یہ رسالوں وغیرہ سے حاصل نہیں ہوتا کہ اردو کے رسائل دیکھ لئے اور کہے کہ میں عالم بن گیا، تو یہ غلط ہے، یہ علم استادی ہے، کسی استاد سے لازمی طور پر پڑھنا ہوگا خود رسائل دیکھنے سے آدمی عالم نہیں بنتا، جس طرح کالجی لوگ کرتے ہیں کہ صرف امتحان کے لئے رسائل دیکھ لئے اور امتحان پاس کر کے کہتا ہے کہ میں نے MA اسلامیات کیا ہے اور میں دین کی سمجھ رکھتا ہوں لیکن کالج میں امتحان لینے والے لوگ بھی بہت ہوشیار ہوتے ہیں ایک دفعہ ایک کالجی سے امتحان لیا جا رہا تھا تو ممتحن نے کہا کہ دعائے قنوت پڑھ لیں، اس کو دعائے قنوت نہیں آتی تھی یہ اس لئے کہ اس نے کسی استاذ سے نہیں پڑھا تھا بلکہ خود رسالے وغیرہ دیکھ لئے تھے۔

دوسرا علم عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور یہ اس پہلے والے علم کی برکات ہیں اور یہ اس پہلے والے علم سے افضل ہے اس علم کی برکت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا علم عطا کرے گا کہ پہلے پڑھا نہ ہوگا اس علم سے فراست حاصل ہو جاتی ہے اور بندہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا ہے نیز کشف کا سلسلہ بھی شروع ہوتا ہے یہ سب عمل کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے ایک حدیث شریف میں آتا ہے:

إتقوا فراسة المومن فانه ينظربنور الله (ترمذی:ح ۳۱۲۷)

"ہر مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے"

یعنی اس کے ساتھ چالاکی اور دھوکہ نہ کرو یہ لوگ اگر چہ سادہ ہوتے ہیں لیکن کم عقل نہیں ہوتے، انہیں پتہ چلتا ہے کہ یہ آدمی چالاکی کرتا ہے لیکن منہ سے کچھ نہیں

کہتے اسلئے کہ مقولہ ہے صدور الأحرار قبور الأسرار "احرار لوگوں کے سینے اسرار کے قبور ہوتے ہیں" اللہ تعالیٰ ہمیں علم کے ساتھ عمل بھی عطا فرمائے۔

حاجی امداد اللہؒ سے عمل سیکھتے ہیں: تھانویؒ

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ حضرات دیو بند کے بڑے پیرومرشد تھے اور حضرت تھانویؒ کے بھی پیرومرشد تھے ایک دفعہ کسی نے حضرت تھانویؒ سے پوچھا کہ آپ لوگ خود بڑے بڑے علماء ہیں اور حضرت حاجی امداد اللہؒ تو اتنے بڑے عالم نہیں اور پھر بھی آپ لوگ ان سے بیعت ہیں حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ ہم حضرت امداد اللہؒ سے علم نہیں سیکھتے بلکہ ان سے عمل سیکھتے ہیں، اس لئے کہ حاجی صاحبؒ میں عمل ہے، صرف عمل سے انسان کامیاب ہوتا ہے۔

علم شریعت اور علم طریقت کا تلازم

ایک علم شریعت ہے یہ جو قرآن اور حدیث کا ہم درس دیتے ہیں، یہ علم شریعت ہے۔ اور دوسرا علم طریقت ہے جو کہ قرآن اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال اور افعال پر عمل کرنے کو کہتے ہیں علم اور عمل دونوں لازم وملزوم ہیں علم بلا عمل کوئی فائدہ نہیں دیتا باوجود بہت علم کے آدمی فاسق رہتا ہے

من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق

"جس نے علم حاصل کیا اور تصوف نہیں کیا تو یہ فاسق ہو گیا"

ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق

"اور جس نے تصوف حاصل کیا اور علم حاصل نہیں کیا تو وہ زندیق ہو گیا"

لوگوں میں ایک مقولہ مشہور ہے کہ جو لوگ بغیر علم کے شیخی کرتے ہیں ان کے لئے یہ کفر کافی ہے۔

ومن جمع بینهما فقد تحقق

"اور جس نے دونوں جمع کئے اور دونوں پر عمل پیرا ہوا تو وہ منزل مقصود تک پہنچ گیا۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں دونوں علم عطا کرے، علم شریعت بھی اور علم طریقت بھی، اللہ تعالیٰ ہمارے اسلاف کو درجات عطا فرمائے ہمارے اسلاف بہت بڑے علماء اور تقویٰ والے تھے اللہ تعالیٰ ہمارے چھوٹوں کو صالح اور باعمل بنا دے اللہ تعالیٰ طلباء کو علم عطا فرمائے اور حفاظ کو حفظ قرآن عطا فرمائے اور عام دوستوں کی جائز حاجات اللہ تعالیٰ پوری فرمادے اللہ تعالیٰ ہمیں دونوں جہان میں خوشیاں عطا فرمائے آمین ثم آمین.....

روحانی امراض اور دل کی بیماریاں

نحمده ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد ! فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قال اللّٰہ تعالیٰ : يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (الشعراء:۸۸)

آخرت میں نہ مال کام آئے گا نہ دولت

دنیا کے حالات الگ ہیں اور آخرت کے حالات الگ دنیا میں جب انسان پر تکلیف آتی ہے تو کبھی اولاد اور کبھی مال کے ذریعے سے اس کی مدد کی جاتی ہے جس سے اس کی تکلیف ختم ہو جاتی ہے لیکن آخرت کے حالات اس سے مختلف ہیں،

آخرت کے احوال کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ کہ قیامت کے روز مال و دولت نفع نہیں پہنچا سکتی یعنی وہ مال و دولت جو خالص دنیا کے لئے خرچ کیا گیا ہو اور آخرت کے ثواب کے لئے وسیلہ نہ بنایا گیا ہو ایک وہ مال ہے کہ جو آخرت کے لئے توشہ ہو تو وہ حقیقت میں مال نہیں عبادت ہے جو مال و دولت خالص دنیا کے لحاظ سے ہو، جس سے آدمی حقوق بھی ادا نہیں کرتا اور اللہ کے راستے میں خرچ بھی نہیں کرتا، تو یہ مال انسان کو نفع نہیں پہنچائے گا بلکہ یہ مال ورثاء اور دشمنوں کے لئے

ره جاتا ہے اسی طرح اولاد (بیٹے) ہے جو اولاد آخرت کے نفع کے لئے نہ ہو، نیک و صالح نہ ہو، والدین کے لئے دعائیں نہ کرتی ہو اور ان میں ایمان بھی نہ ہو (نعوذ باللہ) تو یہ اولاد بھی انسان کو نفع نہیں پہنچا سکتی اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ مگر وہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس آئے سالم دل کے ساتھ (قلب سلیم کے ساتھ) تو یہ قلب سلیم انسان کو نفع پہنچائے گا قلب سلیم کس کا ہے، مسلمان کا دل سالم ہے اس میں کفر نہیں، اس میں شرک نہیں، اس میں غلط عقائد نہیں، یہ قلب سلیم ہے تو مومن کا دل مومن کو نفع پہنچائے گا یہ صحیح اور اچھا عقیدہ انسان کے لئے کامیابی کا سبب بنتا ہے۔

قیامت کے دن نیک اعمال بھی شفاعت کریں گے

احادیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن انسان کے نیک اعمال شفاعت کریں گے، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج شفاعت کریں گے حج کیسے شفاعت کرے گا حجر اسود جس کا حج کے دوران بوسہ لیا جاتا ہے، یہ بھی شفاعت کرے گا ایک دفعہ عمر فاروقؓ حجر اسود کا بوسہ لے رہے تھے تو خیال آیا کہ کفار اعتراض کریں گے کہ ہم کو بتوں کی عبادت سے منع کرتے ہو اور خود پتھر کی عبادت کرتے ہو اور اس کا بوسہ لیتے ہو تو جلال میں آکر حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے حجر اسود! مجھے معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتے ہو نہ ضرر لیکن میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ تیرا بوسہ لیا تو صرف اتباع کی وجہ سے تیرا بوسہ لے رہا ہوں اور نفع یا ضرر کے لئے تیرا بوسہ نہیں لے رہا تا کہ کفار کا یہ عقیدہ باطل ہو جائے کہ یہ پتھر کی عبادت کرتے ہیں ان کے پاس عبداللہ بن عباسؓ کھڑے تھے، فرمایا بالکل صحیح، یہ پتھر ہے، نفع پہنچا سکتا ہے نہ ضرر لیکن میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ قیامت کے دن حجر اسود کی زبان اور آنکھیں ہونگی اور جس نے اس کا بوسہ لیا ہو تو وہ اس کو پہچان لے گا اور اس کے لئے شفاعت کرے گا یعنی حجر اسود بھی شفاعت کرے گا

اس طرح ہر عبادت شفاعت کرے گی لیکن اللہ تعالیٰ سب کو فرمائیں گے کہ تم سب بہتر ہو لیکن تم موقوف ہو، تم براہ راست مقبول نہیں ہو سکتے، تمہاری قبولیت کے لئے ایک اور ذریعہ ہے تو آخر میں اسلام اور ایمان آجائیں گے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے شفاعت کریں گے، تو اسلام اور ایمان بھی شفاعت کریں گے کہ اے اللہ تعالیٰ! أنت السلام و أنا الا سلام تیرا نام سلام ہے اور میرا نام اسلام ہے مجھے قبول کر، مجھے منظور کر، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے وبك اخذ وبك اعطى (مشكوٰة: ح ۴۹۹۳) ”تمہاری وجہ سے پکڑوں گا (جس میں ایمان اور اسلام نہ ہو)“ اور تمہاری وجہ سے انعامات عطا کروں گا (اس کو جس نے ایمان و اسلام کو قبول کر لیا ہو) تو یہ ایمان و اسلام کا عقیدہ تمام اعمال کی قبولیت کے لئے وسیلہ بنتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نہ مال و دولت نفع دیں گے اور نہ ہی اولاد مگر جو لائے قلب سلیم اور جو بمع قلب سلیم کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقی ہو تو یہ اس کے لئے نفع بخش ہو گا قلب سلیم مومن کا ہے اور یہ مومن کو نفع دے گا اور اس کی تمام عبادات مقبول ہو جائینگی اسی وجہ سے اصل نفع کی چیز قلب سلیم ہے یعنی صاف دل۔

ایمان اور عقیدہ کے باوجود امراض روحانی ناکامی کا سبب بن سکتے ہیں

بے شک ہمارے دل اگر چہ شرک سے پاک و صاف ہیں، کفر سے پاک ہیں الحمد للہ لیکن پھر بھی ایمان کے ساتھ ساتھ بعض امراض بھی ہمارے دل میں موجود ہیں جیسے حسد، تکبر، اپنے اعمال پر عجب یا دل میں دشمنی رکھنا، یہ تمام دل کے امراض ہیں تو اگر ایمان بھی ہو مگر یہ امراض بھی ہوں تو انسان ناکام ہے، اس پر اس کو عذاب ہو گا، اس کی اس سے پوچھ ہو گی حسد، تکبر، عجب اور دل کی دشمنی سب کے بارے میں پوچھ ہو گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ ایک اور آیت میں فرماتے ہیں:

وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۚ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ

كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل: ٣٦) اس چیز کی پیروی نہ کر، جس کا تجھے علم نہ ہوا ور نہ ہی یقین ہوتو اس پر عمل نہ کر، گمان اور ظن پر عمل نہ کر، اندازہ پر عمل نہ کر کہ اندازے کے پیچھے لگ جاؤ کہ یہ ایسا ہے، وہ ویسا ہے یا ظن و گمان کے ساتھ معاملات کئے جائیں تو بغیر علم کے کسی چیز کی تابعداری نہ کر۔

جسم کا ہر عضو امانت الٰہی ہے

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ کان اور آنکھ، ان میں سے ہر ایک کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی یہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس امانت رکھی ہیں کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ تمام اعضاء انسان کے پاس امانت ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے، آنکھ امانت ہے، کان، دل، زبان، یہ تمام امانتیں ہیں انہیں اپنی اپنی جگہ پر استعمال کرنا ہے اگر بے موقع و بے محل استعمال کرو گے تو خیانت ہے اس لئے عقیدہ اسلام کے باوجود بعض امراض ہم لوگوں میں موجود ہیں جیسے بدنیتی، حسد، عجب، اپنے عمل پر دھوکہ کھانا یعنی اس کو اچھا سمجھنا، تکبر، اپنے آپ کو بڑا سمجھنا، اپنے آپ کو اعلیٰ سمجھنا، یہ تمام دل کے امراض ہیں تو عقیدہ اسلام اور ایمان کے صحیح عقیدے کے بعد انسان اس کی بھی کوشش کرے کہ اس کا دل سالم ہو جائے، تو اس کو فائدہ ہوگا اور اگر بالفرض دل میں حسد بھی ہوتو حسد کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی اور حسد اعمال کو برباد کر دیتا ہے حدیث میں آتا ہے الحسد یأکل الحسنات کما تأکل النار الحطب (ابوداؤد: ح ٥٠٤٠)

حسد کی ہلاکت خیزی

یہ بدنیتی اور حسد کہ آدمی کسی کے لئے بدنیت ہو جائے کہ اس سے یہ چیز لے لی جائے، اس سے یہ نعمت دور کر دی جائے حسد اس کو کہتے ہیں کہ آدمی یہ تمنا کرے کہ یہ نعمت اس آدمی سے چھن کر مجھ کو مل جائے بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ اس آدمی کو ناکام

کرنا ہے تا کہ میں کامیاب ہو جاؤں اور اگر میں ناکام ہوتا ہوں تو ساتھ ہی اس کو بھی ناکام کر دوں تو یہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے جس طرح آگ خشک لکڑیوں کو جلا کر کھا جاتی ہے اور جب خشک لکڑیوں کو آگ لگائی جاتی ہے تو پھر کیا رہ جاتا ہے جب حسد ہوگا تو ہمارے اعمال خاک قبول ہوں گے اگرچہ عقیدہ اسلام کا ہو لیکن ساتھ حسد بھی ہے۔

خود پسندی اور عجب بھی ہلاکت کا سبب

اسی طرح عجب بھی جس میں انسان خود کو پسند آجاتا ہے، اپنے آپ کو دیکھتا ہے، کسی کی پرواہ نہیں کرتا، اپنے آپ پر اچھا گمان کرتا ہے اور دوسرے پر برا، اس کو عجب کہتے ہیں یہ بھی انسان کو ناکام کرتا ہے اور نقصان پہنچاتا ہے ایک لڑائی میں اصحاب کرامؓ بارہ ہزار اور کفار چار ہزار تھے ایک صحابیؓ کو خیال آیا کہ لن نغلب الیوم من قلة (بخاری: ح ١٥٣) "یعنی آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے" (عجب کیا) تو اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں شکست سے دوچار کیا عجب کی وجہ سے، اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ جب تمہیں دھوکہ میں ڈالا تمہاری کثرت نے، فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا، تو تمہاری کثرت نے تمہیں کچھ بھی فائدہ نہیں دیا اور تمہارے عجب نے بھی تجھے کچھ فائدہ نہیں دیا تو یہ عجب بھی بری چیز ہے، اسی طرح تکبر بھی ہے یعنی اپنے آپکو بڑا سمجھنا یہ تمام دل کے امراض ہیں، ان تمام کی پوچھ ہوگی اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، پیروی نہ کر اس چیز کی جس کا تجھے علم نہ ہو کسی کے ساتھ ظن و گمان کا معاملہ نہ کرو کہ اس لئے کہ تم سے پوچھا جائے گا دل، آنکھ، کان، ان سب کے بارے میں پوچھا جائے گا یہ اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں تمہارے پاس یہ اعضاء اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔

تمام اعضاء نعمت بھی امانت بھی اور وجہ احتساب بھی

ان کو اپنی جگہ پر استعمال کرنا ہے آنکھیں امانت ہیں تو اس سے اللہ تعالیٰ کی

قدرتوں کو دیکھنا ہے، قرآن شریف دیکھنا ہے، نیک وصالح لوگوں سے ملاقات کرنا ہے کہ فلاں آدمی کو دیکھ کر عبرت حاصل کروں، یہ کان امانت ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کے کلام کوسننا ہے، وعظ اور اچھی باتیں سنّی ہیں اور انہیں بری باتوں سے بچانا ہے، گانے بجانے سے بچانا ہے۔

ساز وموسیقی سننا کانوں کا نقصان ہے

ایک دفعہ عبداللہ بن عمرؓ اپنے تلامذہ کے ساتھ جارہے تھے کہ باجے کی آواز سنی تو کانوں میں انگلیاں ڈال دیں جب اور آگے چلے تو اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ آواز آرہی ہے......؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں، تو کانوں سے انگلیاں نکال دیں اور فرمایا کہ ایک دفعہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جارہا تھا تو اسی طرح باجے کی آواز سنی تو آپ ﷺ نے کانوں میں انگلیاں ڈال دیں جب آواز دور رہ گئی تو انگلیاں ہٹا دیں تو یہ ساز وموسیقی یہ کانوں کا نقصان ہے۔

ٹانگوں کی نیکی اور بدی

اسی طرح ٹانگوں کا نقصان یہ ہے کہ آدمی اس کے ذریعے غلط اور خراب مجلس میں جائے جب صلحاء کی مجلس میں جائے تو یہ چلنا تمہارے لئے عبادت ہے، تمہارے قدم شمار کئے جائیں گے اور یہی قدم نیکی کی ترازو میں رکھے جائیں گے احادیث میں آتا ہے کہ ایک آدمی وضو کرتا ہے اور مسجد کی طرف جاتا ہے تو ہر قدم پر ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور آتے ہوئے ایک ایک قدم پر ایک سال کی عبادت کا ثواب دیا جاتا ہے یہ پاؤں کی عبادت ہے کہ اگر آدمی اس کے ذریعے نیک مجالس میں جائے تو عبادت اور اگر برائی کی مجالس میں جائے تو گناہ۔

زبان کی درستگی اور خرابی کا دیگر اعضاء پر اثر

زبان ایک اہم عضو ہے اور انسان کے ثواب وعذاب کا دارومدار اسی پر ہے حدیث میں آتا ہے کہ جب صبح ہوتی ہے تو تمام اعضاء زبان کے سامنے عاجزی اور انکساری کے ساتھ مخاطب ہوتے ہیں کہ اللہ سے ڈرا ور سیدھی ہو جا، اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو خراب ہوگئی تو ہم بھی خراب ہوں گے جب زبان صحیح سلامت رہتی ہے تو تمام اعضاء صحیح رہتے ہیں اور جب زبان خراب ہو جاتی ہے تو تمام اعضاء خراب ہو جاتے ہیں تو یہ زبان کے سامنے عاجزی کرتے ہیں اسی طرح ہر عضو امانت ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں پوچھے گا کہ اس کو کہاں اور کس چیز میں استعمال کیا۔

رئیس الاعضاء قلب کی سلامتی پر دارومدار ہے

تو اللہ تعالیٰ ہمارے اعضاء اور ہمارے دل کو اپنی طاعات اور اپنی رضا میں استعمال کرے خاص کر دل، جو کہ رئیس الاعضاء ہے طب، ڈاکٹری اور شریعت سب میں یہ رئیس الاعضاء ہے جب دل کے وال بند ہو جاتے ہیں تو ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس کے دل کا وال بند ہوگیا ہے، اس کا بچنا مشکل ہے پھر اس کا علاج اور آپریشن کرواتے ہیں اسی طرح شریعت میں بھی جب دل خراب ہو جائے تو پھر اس کا علاج کروانا چاہیے تو صوفیاء اس کا علاج یہ کرتے ہیں کہ اس دل کو اللہ تعالیٰ کی فکر میں استعمال کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے بارے میں سوچنا ہے اور نعمتوں کو سوچنا ہے، اللہ تعالیٰ کے عذاب میں تفکر کرنا اور دل میں اللہ اللہ کرنا تا کہ دل صاف ہو جائے اور منور ہو جائے تو پھر اچھا اور برا سب کچھ پہچان لے گا اور اچھے کو اچھا اور برے کو برا کہے گا اور جب یہ دل خراب ہو اور صاف نہ ہو تو پھر آدمی کو اچھے برے کی پہچان نہیں ہوتی، ہر کام بے پرواہ ہو کے کرتا ہے

اسلئے دل کو صاف کرنا چاہیے، اسکو سلیم (یعنی محفوظ) بنانا چاہیے تا کہ انسان کے لئے آخرت میں ثواب کا ذریعہ بن جائے۔

حسد نہ کرنے والے کو نبی ﷺ کی بشارت

یہ بات میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما تھے تو فرمایا کہ اب ایک جنتی آئے گا پھر وہ شخص داخل ہوا دوسرے دن پھر فرمایا کہ اب ایک جنتی آئے گا پھر وہ شخص داخل ہوا تیسرے دن پھر اس طرح فرمایا اور وہ شخص داخل ہوا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ میرا اشوق پیدا ہوا کہ یہ شخص کیا عمل کرتا ہے کہ اسکو تین دن بشارت دی گئی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے اس شخص سے بہانے کے طور پر فرمایا کہ میں نے گھر میں جھگڑا کیا ہے یا طبیعت خراب ہے میں دو تین دن آپکے ساتھ رہوں گا اس نے کہا بالکل ٹھیک ہے آؤ! جب ہم گئے تو عشاء کی نماز جماعت کیساتھ پڑھ لی اور پھر صبح بھی نماز جماعت کیساتھ ادا کر لی یہ صاحب رات کو تہجد کے لئے نہیں اٹھے میں نے یہ خیال کیا کہ شاید کوئی عذر رہو گا اسی طرح تین راتیں گزر گئیں جب میں رخصت لے رہا تھا تو میں نے عرض کیا کہ میں نے جھگڑا نہیں کیا ہے لیکن میں تمہاری عبادت دیکھنا چاہتا تھا کہ تین دن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپکے لئے بشارت دی، یہ کس عمل کی وجہ سے ہے اس شخص نے کہا کہ میں عشاء کی نماز جماعت کیساتھ ادا کرتا ہوں اور پھر صبح کی نماز جماعت کیساتھ ادا کرتا ہوں، اسکے علاوہ میرا کوئی عمل نہیں لیکن رخصت ہوتے وقت بتایا کہ عمل تو یہی ہے لیکن دل میں کسی کے لئے کینہ، حسد وغیرہ نہیں ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اچھے اخلاق اپنائے تھے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دل تو الحمد للہ صاف تھا تو ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی اپنے دلوں کو صاف کریں اور شرک سے تو صاف ہیں لیکن اس کے ساتھ باقی امراض سے بھی صاف کریں

تا کہ ان میں کسی کے لئے بد نیتی نہ ہو کیونکہ یہ بہت بڑا نقصان ہے اور اس سے کچھ ہوتا بھی نہیں کہ ایک آدمی کسی کے لئے بدنیت ہو جائے اللہ نے جو دینا ہے سو وہ دیا ہے وہ ہو کر رہے گا اس کی بد نیتی سے کچھ نہیں ہوتا۔

حاسد صرف اپنے آپ کو تکلیف دیتا ہے

ایک بزرگ کا قول ہے ''اس پر قادر ہوں کہ کسی کے باطن اور دل کی تکلیف نہ پہنچاؤں'' حسد کرنے والا حاسد خود تکلیف میں ہے بیچارہ بیمار ہے، مجھ سے حسد کرتا ہے تو اس سے کیا ہوتا ہے صرف اپنا ہی نقصان ہے باطن کی دشمنی سے بندہ صرف اپنا ہی نقصان کرتا ہے تو دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو صاف کر کے ہمیں بری صفات سے بچائے کہ ان میں اچھی صفات آجائیں، تواضع اور خیر خواہی آجائے یہ ایک بہت بڑی صفت ہے جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرامؓ سے بیعت لیتے تو فرماتے کہ ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنا تو یہ ایک بہت بڑی صفت ہے اللہ تعالیٰ تمام برے صفات سے ہمارے دلوں کی صفائی نصیب فرمائیں اور ہمیں خیر خواہ بنائیں۔

دین سراسر خیر خواہی ہے

حدیث میں آتا ہے الدین النصیحة دین خیر خواہی ہے للہ ولرسوله ولائمة المسلمین عامة(ابوداؤد: ح ٤٩٤٤) دین اللہ کی خیر خواہی ہے وہ کیا ہے، یہ کہ اللہ کو واحد لا شریک ماننا اور صفات ماننا رسول ﷺ کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کی رسالت کو ماننا ان کے احکامات کو ماننا اور ان پر عمل کرنا، یہ نبی کی خیر خواہی ہے بادشاہوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ انہیں سیدھی راہ پر چلنے کی کوشش کریں اگرچہ تم پر ظلم کرتے ہیں اور عام مسلمانوں کے لئے خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے ساتھ برا سلوک نہ کریں اللہ تعالیٰ ہم سب کو خیر خواہی نصیب کرے اور اچھی صفات نصیب کرے تا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے ساتھ قلب سلیم

لیکر ملاقات کریں اور انشاء اللہ قلب سلیم ہمیں فائدہ دے گا تو دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو سالم بنائے برے عقائد اور بری صفات ،تکبر اور عجب سے ،تمام برے صفات سے اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو صاف کرے اور اس میں اچھے صفات تواضع وخیر خواہی وغیرہ لے آئے تمام اعمال سمیت اللہ تعالیٰ ہم کو اچھی صفات نصیب کرے بہت سارے اعمال ہیں نماز، روزہ، حج ،زکوٰۃ ،حقوق العباد، پڑوسی کے حقوق اور تمام مسلمانوں کے حقوق ۔

بدگمانی ایک روحانی بیماری

نحمدهٗ ونصلی علی رسوله الکریم أما بعد! فأعوذ باللّٰه من الشیطن الرجیم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ (الحجرات:۱۲)

"اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں کسی کی ٹوہ میں نہ لگے رہا کرو اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے ،اسے تم ناگوار سمجھتے ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے"

وقال رسول اللّٰهﷺ ولا تجَسَّسُوا ولا تحسسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباداللّٰه إخوانا (بخاری: ح ٦٠٦٦)

"رسول اللہﷺ نے فرمایا "عیبوں کی ٹوہ لگانے سے بچو اور نہ ایک دوسرے کا حق غصب کرنے کی حرص اور اس کے لئے کوشش کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے حسد رکھو اور نہ باہم بغض رکھو اور نہ ایک دوسرے سے پشت پھیرو اور اے اللہ تعالیٰ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ"

حسن آخرت کے لئے قلب سلیم کی ضرورت

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ آخرت کے لئے قلب سلیم کا ہونا بہت ضروری ہے قلب کے اندر کچھ بیماریاں ہوتی ہیں کہ جنہیں دور کرنے کے بعد قلب، قلب سلیم بن جاتا ہے بیماریاں تو میں اکثر آپ لوگوں کو بتاتا ہی رہتا ہوں کہ قلب کے اندر عجب، بغض اور حسد جیسے روحانی بیماریاں ہوتی ہیں۔

بدگمانی اکثر روحانی بیماریوں کی جڑ ہے

اور اسکے علاوہ ایک بہت بڑی بیماری، بدگمانی بھی ہے جو اکثر بیماریوں کی جڑ ہے اسکی وجہ سے اور دوسری روحانی بیماریاں بھی جنم لیتی ہیں مثلاً جس آدمی پر انسان بدگمانی کرتا ہے تو اسکی غیبت بھی کرے گا اور بدنیتی بھی رکھے گا اور لازمی بات ہے کہ اس سے بغض اور حسد بھی پیدا ہوگا تو میں عرض کر رہا تھا کہ ان سب کی جڑ یہ بدگمانی ہی ہے اس آیت شریف میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ اے مومنو! بدگمانیوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں یعنی نیک اور صالح لوگوں پر بدگمان ہونا گناہ ہے اور فاسق پر کوئی بدگمانی کرے تو اس کا جواز ہے کہ شاید اس نے ایسا کیا ہو پھر بھی نیک اور صالح بندے فاسق لوگوں پر بھی بدگمانی سے پرہیز کرتے ہیں۔

ایک بزرگ نے ایک آدمی کو زنا کرتے ہوئے دیکھ لیا تو اس نے کہا کہ یہ اسکی بیوی ہوگی اور بدگمانی کا خیال ہی دل میں نہ لایا اور بیوی کے ساتھ جماع کرنا جائز ہے لہٰذا اس نے بدگمانی سے اپنے آپ کو بچالیا اس لئے ضروری ہے کہ انسان اپنے آپ کو بدگمانی سے بچائے اور اسکو دل سے مکمل طور پر نکالے کیونکہ یہ بہت سے گناہوں کے پیدا ہونے کے لئے سبب ہے، حسد گناہ ہے، اس سے حسد پیدا ہوتا ہے غیبت گناہ ہے، انسان پیچھے سے پھر غیبت کرتا ہے اسکے ساتھ انسان جھوٹ بھی باندھتا ہے

جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی گناہ کبیرہ ہے

اور جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کبائر کو بیان فرما رہے تھے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے سرقہ بڑا گناہ ہے وا یا کم والکذب پہلے تکیہ لگائے ہوئے تھے پھر بیٹھ گئے اور بار بار یہی دہراتے تھے وشہادۃ الزور الا وشهادة الزور اور آپ ﷺ کا یہ بار بار ارشاد فرمانا کسی تکلیف کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے کہ جھوٹ سے بچو، جھوٹ سے اپنے آپ کو بچاؤ ایا کم و شهادة الزور ایا کم وشهادة الزور ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب جھوٹ بولا جاتا ہے تو اس سے ایک میل تک فرشتے بھاگتے ہیں جب ایک جھوٹ کی وجہ سے فرشتے ایک میل تک بھاگتے ہیں تو پھر جو روزانہ جھوٹ بولتا ہے اور یہ اسکی عادت ہو تو اسکے ساتھ فرشتے کہاں ٹھہر سکتے ہیں پھر تو عذاب ہی کے فرشتے آئینگے؟

جاسوسی کی حرمت قرآن مجید سے

اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بہت سے گمانوں سے بچو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَّلَا تَجَسَّسُوا یہ گمان کے مراتب ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جاسوسی نہ کرو جب انسان ایک دوسرے پر بدگمانی کرتا ہے تو سی آئی ڈی کو مقرر کرتا ہے کہ اسکے پیچھے لگو کہ یہ کیا کرتا ہے اور حدیث شریف میں آتا ہے وَّلَا تَجَسَّسُوا ایک دوسرے کی چیزوں کو نہ دیکھو کہ اس کے راز معلوم کرو اور جاسوس بھی نہ بھیجو بلکہ اچھا گمان کرو تو ہر چیز سے چھٹکارا حاصل ہوگا اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو پاک کرے کیونکہ دل کی پاکبازی جنت کے لئے بڑا سبب ہے عبادت بے شک کم کیا کرو لیکن اپنے دلوں کو کدورتوں سے پاک کرو، پھر تھوڑی سی عبادت بھی بہت فائدہ دے گی اور اگر دل صاف نہیں تو بہت زیادہ عبادت فائدہ نہیں دیگی۔

حسد کی بیماری اور اسکا وبال

ایک حدیث شریف میں آتا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں:

ایا کم والحسد فان الحسد یا کل الحسنات کما تأ کل النار الحطب (ابوداؤد:ح ۵۰۴۰)

"حسد سے بچو، اس لئے کہ حسد نیکیوں کو اسطرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے"

حسد بہت بری چیز ہے دیکھو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس سے بچو کیوں کہ یہ نیکیوں کو خشک لکڑی کی طرح کھا جاتی ہے یعنی جس طرح آگ لکڑی کو جلدی ختم کر دیتی ہے ٹھیک اسی طرح یہ حسد بھی نیکیاں بالکل ختم کر دیتا ہے یہ حسد ایسی بیماری ہے کہ عوام میں بھی موجود ہے اور خواص میں بھی ہم کہتے ہیں میں نے فلاں کام کیا، فلاں کام کیا لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے اسکو کتنی آگ لگائی ہے اور صرف اپنے عمل ہی کو دیکھتے ہیں انسان کو پہلے شر سے بچنا چاہیے اس کے بعد خیر کے کام کرے، حضرت حذیفہؓ سے بہت زیادہ احادیث فتنوں کے بارے میں نقل کی گئی ہیں یہ فتنے بھی نقصان کی چیزیں ہیں تو حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ لوگ خیر کے متعلق پوچھتے تھے اور میں شر کے متعلق پوچھتا تھا تا کہ آدمی اس سے اپنے آپ کو بچائے کیونکہ شر سے بچنا مقدم ہے خیر پر (مراز خیر تو امید نیست بدمرساں) پٹھان لوگ کہتے ہیں دخیر نه دی تو به شه خو سپئی دی رانه کری کڑہ "تمہارے خیر کو سلام اسے چھوڑو لیکن مجھے اپنے شر سے محفوظ رکھو" مطلب یہ ہے کہ شر سے بچنا چاہیے کوئی فکر کی بات نہیں اگر نیک عمل تھوڑا ہے۔

حسد نہ کرنے والوں کو نبی ﷺ کی بشارت

میں نے کئی بار حضرت انسؓ کا واقعہ سنایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو

تین مرتبہ جنت کی بشارت دی کہ یہ شخص جنتی ہے جب حضرت انسؓ اسکے پاس گئے تو اس نے فرمایا کہ میرا تو کوئی خاص عمل نہیں لیکن میرے دل میں کسی کے ساتھ بغض وحسد نہیں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اعمال تو کرتے ہیں لیکن اسکے ساتھ ہم نے اسکو آگ بھی لگائی ہوئی ہے، اس لئے ہمیں عبادات کے ساتھ ساتھ روحانی بیماریوں سے بھی اپنے آپکو بچانا چاہیے کیونکہ جب حسد کرو گے تو سب کچھ ضائع ہو جائے گا ایک حدیث مبارک میں آتا ہے: بئس معصیة الا نسان زعم "سب سے بڑی معصیت انسان کا گمان ہے" اللہ تعالیٰ مومنوں کو ارشاد فرماتا ہے وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرے یہ غیبت بھی حسد کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

غیبت کا زنا سے بھی شدید ہونے کی وجہ

اور غیبت خود ایک بہت بڑا گناہ ہے حدیث شریف میں آتا ہے الغیبة أشد من الزنا (مشکوٰۃ: ح ۴۸۰۱) غیبت کرنا زنا سے بھی سخت گناہ ہے زنا اگر چہ بہت بڑا گناہ ہے اور ظاہراً ہے بھی بہت بڑا گناہ لیکن نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ غیبت زنا سے بھی بہت بڑا گناہ ہے محدثین حضرات اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ زنا کرنے والا جب زنا سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس کا دل قدرتی طور پر غمگین ہو جاتا ہے جسکی وجہ سے یہ توبہ کرتا ہے غیبت کرنے والے کو یہ کوئی گناہ لگتا ہی نہیں اور جب کوئی کہتا ہے کہ یہ کیوں کرتے ہو تو کہتا ہے کہ ٹھیک ہی کہتا ہوں، ایسا ہی ہے جس طرح میں کہتا ہوں اور انکو یہ غیبت لذت دیتی ہے جسکی وجہ سے توبہ کی طرف خیال ہی نہیں جاتا تجسس یعنی دوسروں کو کان لگا کر سننا اسکو ہم "غوگ سارنہ" کہتے ہیں اس سے بھی حسد پیدا ہوتا ہے یہ بیماری بھی لوگوں میں بہت عام ہے جب دو آدمی کھڑے ہوتے ہیں تو تیسرے کو فکر لگ جاتی ہے کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں پھر یہ کان لگا کر سننے کی کوشش کرتا ہے یہ بھی گناہ کبیرہ ہے اس سے اپنے آپکو بچانا چاہیے۔

ایک حدیث مبارک میں آتا ہے کہ تجسس یعنی کان لگانے والوں کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائیگا۔

ترہیب ترغیب سے بہتر ہے

میں نے عرض کیا کہ حضرت حذیفہ گناہوں کے متعلق ہی پوچھتے تھے اس لئے ان چیزوں کے متعلق ایک دوسرے کو ڈرانا چاہیے کہ ان گناہوں سے بچو، ان گناہوں سے بچو، فضائل بیان کرنا بھی بہت اچھا ہے لیکن ان کے ساتھ ساتھ ڈرانا بھی ضروری ہے احادیث مبارکہ میں آتا ہے

أن ترهب خير من أن ترحم (بخاری:٦٣١٥)

"یہ بہتر ہے کہ تمہیں ڈرایا جائے اس سے کہ تمہیں رحمت کی امید دلائی جائے"

کیونکہ جو خوف کی باتیں کرتا ہے، یہ اس سے بہتر ہے کہ رحمت کی باتیں کی جائیں امید کی باتیں بھی کرنی چاہیے لیکن خوف کی باتیں زیادہ فائدہ مند ہیں، اس سے انسان گناہ سے بچتا ہے اس لئے یہ کہنا چاہیے کہ غیبت سے بچو، حسد سے بچو، جاسوسی سے بچو، یہ سب گناہ ہیں تو جب وہ اس کو گناہ سمجھے گا تو توبہ کرے گا اور یہ بھی بڑا فائدہ ہے۔

گناہ کو گناہ نہ سمجھنا باعث ہلاکت ہے

جب توبہ والی آیتیں نازل ہوئیں تو شیطان بہت غمگین ہو گیا کہ اب لوگ گناہ کریں گے اور اسکے بعد توبہ کریں گے شیطان نے اپنے لشکر کو جمع کیا، بڑے شیطانوں نے کہا کہ کیا آفت آ پڑی ہے تو اس نے کہا کہ آفت یہ پڑی ہے کہ ہم کوشش کرینگے، انسان کو غلط کاموں پر لگائیں گے اور وہ توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کرے گا اس لئے کہ التائب من الذنب كمن لا ذنب له(ابن ماجه: ح ٣٤٤٦) "توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں" سب بہت پریشان ہوئے تو کہنے لگے اب

کیا کریں گے تو شیطان کہنے لگا میں تم لوگوں کو پھر بلا لوں گا جب دوبارہ بلا لیا تو کہنے لگے کیا تجویز کر لی تو شیطان کہنے لگا تجویز یہ ہے کہ لوگوں کو گناہ پر آمادہ کرو اور ان کے ساتھ اس طرح چال چلو کہ یہ گناہ کو گناہ نہ سمجھیں جب گناہ کو گناہ نہ سمجھیں گے تو یہ توبہ نہیں کریں گے اور جب یہ توبہ نہیں کریں گے تو ان کو معافی کیسے ملے گی جب کوئی گناہ کرتا ہے اور اسے گناہ ہی نہیں سمجھتا تو یہ خود ایک بہت بڑا گناہ ہے۔

گناہ کو ہلکا سمجھنا نفاق کی علامت ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں گناہ سے بچائے اور ہمارے نظروں میں گناہ کو مکروہ کر دے ایک حدیث مبارک میں آتا ہے کہ مومن کا گناہ اس کو ایسا لگتا ہے کہ جیسے اس پر کوئی پہاڑ ٹوٹنے والا ہو اور یہی ایمان کی علامت ہے کہ مومن اسکو پہاڑ جیسا بھاری سمجھتا ہے اور نفاق کی علامت یہ ہے کہ منافق کو گناہ بہت ہی ہلکا نظر آتا ہے جیسے کسی کی ناک پر مچھر بیٹھ جائے اور وہ اسے اپنے سے پرے اڑا دے۔ بس اتنا بھی نہیں ہے بلکہ ایک حدیث شریف میں آتا ہے نبی کریم ﷺ حضرت عائشہؓ سے فرماتے ہیں اے عائشہ! چھوٹے گناہوں سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق بھی پوچھے گا اور جب ان کے متعلق پوچھے گا تو پھر کیا جواب دو گی؟

چھوٹے گناہ کو بڑا گناہ سمجھنا ایمان کی علامت ہے

محترم حضرات! آدمی کو چاہیے کہ چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی بچتا رہے اور گناہ کو بری نظر سے دیکھے اور گناہ سے ڈرتا رہے کیونکہ یہی ایمان کی علامت ہے اللہ تعالیٰ ہمیں غیبت، حسد، بدگمانی اور دوسری روحانی بیماریوں سے بچائیں اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو صاف کرے دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے اور عرش اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کی جگہ ہے، اس میں اس قسم کی بری چیزیں نہیں ہونی چاہیے جس طرح ہمارے دلوں میں ہیں حسد

ہے، تکبر ہے، بدگمانی ہے، پتہ نہیں ہمارے دل میں کیا ہیں کوڑا کرکٹ کی جگہیں ہیں یا اور چیزوں کی اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو سالم بنادے دوستو اس پر ذکر زیادہ کیا کرو۔

ذکر گو ذکر تا ترا جانست

پاکئی دل زِذکر رحمان است

جب تک زندگی ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل کی صفائی ہوتی ہے ذکر اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا خزانہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ذکر نصیب فرمائے (آمین ثم آمین)

خطبات

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر

شیر علی شاہ المدنی صاحب

مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ المدنی صاحب

تعارف

محبی حبیبی وخلیلی ومخلصی حضرت علامہ مولانا شیر علی شاہ ولد مولانا قدرت شاہ مرحوم ساکن اکوڑہ خٹک معروف شخصیت، حضرت شیخ الحدیث کے اولین تلامذہ میں سے ہیں، حضرت کی خصوصی تربیت میں رہے، سفر وحضر میں رفاقت وخدمت کا شرف حاصل کرتے رہے، حقانیہ کی اعلیٰ تدریس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تعلیم وتعلم کا طویل موقعہ عطا فرمایا جو دراصل قیام مدینہ کی تمنا اور خواہش کی تکمیل کا ایک وسیلہ بنا، حضرت نے حسن بصری کے تفسیری روایات پر ڈاکٹریٹ کیا، قیام مدینہ کے بعد دوبارہ اپنے مادر علمی میں حدیث وتفسیر کے اعلیٰ خدمات انجام دے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے علم وعمل، عربی زبان پر عبور تحریر وتقریر کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا ہے اور میرے لئے اس ہمدم دیرینہ کی رفاقت ملاقات مسیحا وحضر کے برابر ہے، بچپن سے ذہنی یگانگت محبت ورفاقت کا سلسلہ قائم ہے۔ بیرونی ممالک کے سفر میں رہتے تو علمی اور سفری نوادرات سے خطوط کے ذریعہ نوازتے جس کا ایک بڑا حصہ مکاتیب مشاہیر (حرف ش) میں شامل ہے۔ بہت سے خطوط کا تعلق قیام حرمین شریفین سے ہے اور میرے نام بہت سے خطوط میں انکے عرب ممالک کے اسفار کی تفصیلات ہیں، جو بڑی کارآمد ہیں، بے تکلفی اور طنز ومزاح اور عہد شباب کی شوخیاں بھی بعض خطوط سے جھلکتی رہتی ہیں جو بحمد اللہ آج دم تحریر ۱۴ اپریل ۲۰۱۴ء تک ان کے عہد مشیخت میں بھی ناچیز کے ساتھ مجالست ومخاطبت میں قائم ہیں۔

ختم نبوت دین اسلام کا بنیادی عقیدہ

طالبان تحریک، نظامِ ختم نبوت کا نقد ثمرہ ہے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (احزاب: ٤٠)

’’مسلمانو! محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر بات کو خوب جاننے والا ہے‘‘

قال النبی ﷺ أنا خاتم النبیین لانبی بعدی ولارسول بعدی ولاأمة بعدکم (ابوداؤد: ح ٤٢٥٢)

’’میں انبیاء کا خاتم ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ میرے بعد کوئی رسول ہے اور نہ تمہارے بعد کوئی اُمت ہے‘‘

جاء النبیون بالآیات فانصرمت
وجئتنا بکتاب غیر منصرم

’’تمام پیغمبر معجزات وآیات کیساتھ آئے پس انکے معجزے ختم ہوگئے اور آپ ﷺ ہمارے پاس ایسی کتاب کے ساتھ تشریف لائے جو منقطع ہونے والی نہیں‘‘

محمد سید الکونین والثقلین

والفریقین من عرب و من عجمٖ

''سو وہ کون محمد ﷺ دنیا اور آخرت کے سردار اور جن وانسان کے سردار اور
دونوں فریقوں عرب وعجم کے سردار''

مَوْلَایَ صل وسلم دائماً ابداً

علی حبیبك خیر الخلق کلهمٖ

''اے میرے مالک! درود اور سلام بھیج ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنے دوست پر جو
بہتر ہیں ساری مخلوق سے''

عظیم اور بنیادی عقیدہ

واجب الاحترام علماء کرام اور میرے معزز بزرگو اور مسلمان بھائیو! ختم نبوت مسلمانوں کا عظیم بنیادی عقیدہ ہے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو اجمل ترین کائنات، احسن ترین موجودات ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس عظیم شخصیت کو متعدد مناقب اور امتیازی اوصاف سے نوازا ہے، جس خاتم النبیین کے بارے میں رب العالمین نے اپنی ازلی ابدی کتاب میں وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم: ٤) "یقیناً آپ اخلاق کے اعلیٰ درجے پر ہو" فرمایا ہے، ان کی عظمتوں کا کیا حال ہوگا حالانکہ خالق کون ومکان اور خلاق العلیم نے تمام کائنات ارضی اور سماوی کو قلیل کہا ہے رب العالمین کا ارشاد گرامی ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ آپ ان کو فرمادیجئے کہ یہ تمام ساز وسامان دنیا، یہ آسمان اور یہ زمین اور اس کے درمیان یہ شرق وغرب شمال وجنوب، رب العالمین نے تمام کو قلیل کہا، حالانکہ عربی شاعر کہتا ہے......

قلیل منك یکفینی ولاکن

قلیلك لایقال له قلیل

''اے میرے محبوب! آپ کی طرف سے تھوڑا سا بھی میرے لئے کافی ہے
اس لئے کہ آپ کے قلیل کو قلیل نہیں کہا جاتا''

رحمت کون ومکان کے بارے میں اللہ کا فرمان

اللہ تعالیٰ تمام کائنات کو قلیل فرماتے ہیں لیکن رحمت کون ومکان، رحمت دوجہان حضرت محمد ﷺ کے بارے میں رب العالمین کا ارشاد گرامی ہے: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ اور جس کے بارے میں رب العالمین خود ارشاد فرماتے ہیں وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ''اور ہم نے تمہاری خاطر تمہارے تذکرے کو اونچا مقام عطا کر دیا'' اس کا ذکر کتنا بلند ہوگا، جہاں کہیں بھی توحید کا مسئلہ ہے اسی کے ساتھ خاتم الأنبیاء ﷺ کی نبوت ورسالت کا مسئلہ بھی ہے موذن اگر پانچوں وقت اذان میں أشهد أن لا إله إلا الله کی شہادت دیتا ہے تو اس کے ساتھ أشهد أنّ محمد رسول الله کی شہادت بھی دیتا ہے، رب العالمین نے نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین کے اعزاز سے نوازا اور اس کی کتاب خاتم الکتب اور اس کی امت خاتم الأمم اور اس کا قبلہ خانہ کعبہ جو کہ خاتم القبلات ہے اور نبی کریم ﷺ خاتم النبوات ہیں نبی کریم ﷺ جامع القبلتین ہیں، نبی کریم ﷺ نے سولہ مہینے مسجد اقصیٰ اور مسجد صحرہ کی طرف نمازیں پڑھی ہیں، پھر رب العالمین نے حکم دیا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (البقرة:١٤٤) "اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف کردو"

صاحب معجزات کثیرہ

نبی کریم ﷺ صاحب المعجزات الکثیرہ ہیں دیگر انبیاء کے معجزات معدودے چند ہیں، لیکن نبی کریم ﷺ کے معجزات بعض علماء نے بارہ سو، بعض نے دو ہزار اور کسی نے چار ہزار گنے ہیں اور مختلف کتابیں اس پر لکھی گئی ہیں اور کئی کئی مجلدات میں نبی کریم ﷺ کے معجزات کا ذکر ہے سب سے بڑا معجزہ اس عظیم شخصیت کا قرآن مجید ہے، تورات یقیناً آسمانی

کتاب ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کوہ طور میں نازل ہوئی ہے اور انجیل رب العالمین کی وہ مقدس کتاب ہے جو جبل زیتون میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی اور زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر جبل تین میں نازل ہوئی اور قرآن مجید بلدامین اور مدینہ منورہ میں نازل ہوا

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ (التین: ۱ تا ۴)

سورہ تین کے بارے میں مفسرین کے آراء

علماء اس سورت کے بارے میں مختلف تفاسیر لکھتے ہیں، بعض علماء نے لکھا ہے کہ وَالتِّيْنِ سے مراد وہ پہاڑی ہے جس پر زبور نازل ہوئی ہے اور زیتون سے مراد وہ پہاڑ ہے بیت المقدس میں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل ہوئی ہے اور طُوْرِ سِيْنِيْنَ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کی کتاب نازل ہوئی ہے بلدامین میں قرآن مجید کا آغاز ہوا ہے

تین (انجیر) کی عجیب خاصیتیں

اور بعض علماء لکھتے ہیں کہ نہیں تین سے مراد انجیر کا پھل ہے اور ''زیتون'' سے مراد یہی زیتون ہے تین میں عجیب عجیب خصائص اور کمالات ہیں سب سے بڑی چیز جو رب العالمین کو محبوب ہے تین میں معصومیت ہے، انجیر کا یہ پھل پھول ہوتے ہی پھل ہو جاتا ہے انجیر کے پھل کو کسی حشرات نے مس نہیں کیا، یہ جتنے پھل ہم کھاتے ہیں سب سے پہلے ان پر مچھر اور مختلف قسم کی کھیاں وغیرہ بیٹھ جاتی ہیں، اس کے بعد یہ پھل بنتے ہیں تو یہ تمام استعمال شدہ فروٹ ہیں جس کو گویا سیکنڈ ہینڈ فروٹ کہا جاتا ہے لیکن انجیر کا پھل ایسا پھل ہے کہ اس کے پھول کو کسی نے نہیں دیکھا تو بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ رب العالمین کو معصومیت حد درجہ پسند ہے حوروں کی تعریف یہی ہے کہ حوروں نے اپنی آنکھوں سے اپنے خاوند کے علاوہ کسی اجنبی کو نہیں دیکھا قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ o حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ (الرحمن: ۷۲) ''بند رکھنے والیاں نظر کی گوریاں ہیں بٹھلائی ہوئی بیچ خیموں

ان کی نگاہیں نیچے'' عورت تو وہی عورت ہے کہ اس نے اپنے آنکھوں سے صرف والدین یا بھائیوں یا بہنوں کو دیکھا ہو یا اپنے خاوند کو دیکھا ہو، حکم ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (النور: ۳۰) ''آپ ﷺ مومنوں کو حکم دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں'' اسی طرح مومنات کو بھی یہی حکم ہے تو بعض نے یہ عجیب تفسیر بیان کیا ہے۔

زیتون کے خصائص

اور زیتون میں بھی عجیب خصائص ہیں زیتون کئی بیماریوں کیلئے علاج ہے اس کی لکڑی تمام لکڑیوں میں مضبوط ہے اور زیتون کے بعض درخت بارہ سے پندرہ سو سال کے ہوتے ہیں میں بیت المقدس گیا تو وہاں کے بعض علماء نے کہا کہ یہاں مسجد اقصیٰ کے اردگرد بعض زیتون حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے ہیں کھجور کو اور زیتون کے درخت کو رب العالمین نے طویل زندگی بخشی ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ قرآن کو بلدامین میں نازل فرمایا، جس طرح خانہ کعبہ خاتم القبلتین ہے اور رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں تو اس کی کتاب بھی خاتم الکتب السماویہ ہے تورات یقیناً رب العالمین کی کتاب ہے لیکن معجزہ نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب العالمین نے دیگر معجزات سے نوازا تھا اپنے دائیں ہاتھ کو بغل میں رکھتے تو یوں لگتا جیسے سورج ان کے بغل سے طلوع ہو رہا ہے اور لاٹھی اس مقدار کی تھی جیسے کہ ہماری لاٹھیاں ہیں، جب دریا پر مارتے تو اس میں بارہ راستے خشک بن جاتے تھے، کسی پتھر پر مارتے تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑتے تھے، میدان میں ڈال دیتے تھے تو اس سے ایک عظیم اژدھا بن جاتا تھا۔

حضرت موسیٰؑ کا ساحران فرعون سے مقابلہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب العالمین نے ان معجزات سے نوازا تھا جب

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس عظیم معجزے کو دیکھا تو اعلان کیا کہ تمام جادوگر جمع ہوجائیں مفسرین لکھتے ہیں ستر ہزار جادوگر جمع ہوگئے اور مصر کے ایک عظیم میدان کو منتخب کیا گیا کہ نو بجے یا دس بجے کے وقت جو یوم الزینۃ اوران کے عید کا دن تھا کہ آس پاس اورقرب وجوار اور دور ودراز سے تمام لوگ دس بجے پہنچیں گے ایک بہت بڑا معرکہ تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام اولو العزم پیغمبر اورفرعون نے ان کے مقابلے میں ساحر اور جادوگر جمع کیے، مفسرین لکھتے ہیں ستر ہزار جادوگر جمع ہوئے کیونکہ بہت بڑا انعام مقرر کیا گیا تھا بلکہ فرعون نے کہا اِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ(الاعراف:١٤٤) آپ کو گویا میری ممبری ملے گی، میرے مقربین اور مشیر اور وزیر بنو گے، ہر ایک جادوگر اپنے جادو کو لے کر میدان میں آیا ہے اور بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ اسی ہزار ساحر جمع ہوئے تھے، ساحرین کو پتہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عظیم معجزہ لاٹھی ہے، ہر ایک جادوگر ہاتھ میں ایک لاٹھی اور کندھے پر ایک رسی لایا تو انہوں نے حضرت موسی علیہ السلام سے کہا کہ پہلے آپ اپنا معجزہ دکھلاتے ہیں یا ہم؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پہلے آپ اپنا کام دکھائیں تاکہ تمہارے دلوں میں حسرت نہ رہے چنانچہ انہوں نے اپنا سحر پڑھ کر لاٹھیوں اور رسیوں کو میدان میں پھینکا تو ان سے بڑے بڑے اژدھا بن گئے تو ایک لاکھ اسی ہزار بڑے بڑے سانپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے آرہے ہیں تو ایسے حال میں رب العالمین کا حکم ملتا ہے اَلْقِ عَصَاكَ ”اے میرے! پیغمبر موسیٰؑ! آپ بھی لاٹھی کو میدان میں پھینک دیں“ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ علماء کرام تَلْقَفُ کے معنی لکھتے ہیں کہ تَلْقَفُ کے معنی ہضم کرنا، اس کی مثال یوں سمجھ لیں انسان جب گوشت کھاتا ہے تو بغیر دانتوں کے چبائے نیچے نہیں اترتا، اسے دانتوں سے چبانا پڑتا ہے جب کہ اس کے مقابلے میں نرم قسم کا حلوا آسانی سے بغیر دانتوں کے چبائے حلق سے نیچے اتر جاتا ہے۔

ساحرانِ فرعون کا قبولیت ایمان

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے لاٹھی کو میدان میں پھینکا تو اس نے ایک لاکھ اسی ہزار سانپوں کو ہضم کردیا، سب کے سب جادوگر رب العالمین کے سامنے سجدے میں پڑ گئے اورانہوں نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اورحضرت ہارون علیہ السلام کے پروردگار پر ہم بھی ایمان لے آئے ہیں ”ولی را ولی مے شناسد“ جادوگر سمجھ گئے کہ حضرت موسیٰ جادوگر اور ساحر نہیں ہیں بلکہ ان کے پاس معجزہ ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب العالمین نے اس قسم کے معجزے دیئے تھے۔

حضرت عیسیٰؑ کے معجزے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام رب کے اولوالعزم پیغمبر، ان کی انجیل کوئی معجزہ نہیں ہے بلکہ انجیل ایک قانون اور دستور حیات ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رب العالمین نے اور معجزوں سے نوازا تھا وہ جب مردے پر اسم اعظم پڑھتے تھے تو مردہ زندہ ہوجاتا تھا، نابینا پر اسم اعظم پڑھ لیتے تو بینا بن جاتا تھا، برص اورابرص کا کوئی علاج نہیں ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اسم اعظم پڑھنے سے شفاء اور تندرستی مل جاتی تھی، کیچڑ اور مٹی سے کبوتر یا اور قسم کا پرندہ بنا کر اس پر اسم اعظم پڑھتے تو پرندہ اڑ جاتا تھا، تو یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں۔

قرآن کریم سب سے بڑا معجزہ

لیکن حضرت محمد ﷺ کو قرآن عظیم کا معجزہ دیا گیا جو دستور العمل اور دستور حیات بھی ہے، ہر پیغمبر کو وہ معجزہ دیا جاتا ہے کہ اس کی قوم اس فن میں مہارت رکھتی ہو، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سحر وساحری کا دوردورہ تھا، حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کے زمانے میں سرجری اور علاج کا دور دورہ تھا، حضرت محمد ﷺ کا زمانہ
آتا ہے تو شعروشاعری کا زمانہ ہے، فصاحت اور بلاغت کا زمانہ ہے، ایک شاعر
ایک مجلس میں آکر بغیر تفکّر اور تدبر، بغیر سوچ وسمجھ کے ایک ایک مجلس میں دو دو سو
اشعار پڑھ لیتا تھا، سب لوگ حیران ہو جاتے تھے، امرءالقیس نبی علیہ السلام کے
زمانے سے پہلے بہت بڑے شاعر گزرے ہیں ایک دفعہ وہ قصیدہ پڑھ رہے تھے
اوران کے ہاتھ میں نیزہ ہے، ان کو دھیان نہیں تھا اور بجائے اس کے کہ نیزے کا
تیز سرا نیچے ہو اس نے اوپر کردیا اور دوسو اشعار پڑھے، جب فارغ ہوا تو نیزہ اس
کے ہتھیلی سے آر پار نکلا ہوا تھا، اس کا ایک ایک شعر اب بھی آپ پڑھیں تو آپ
حیران ہوں گے، بڑے بڑے شعراء فصاحت وبلاغت والے شعراء اور بڑے
بڑے خطباء اس زمانے میں موجود تھے، ایسے دور میں نبی کریم ﷺ رب العالمین کی
طرف سے مبعوث ہوئے اور نبی کریم ﷺ کو قرآن کریم کے معجزے سے نوازا گیا۔

شعراء عرب نے قرآن کے سامنے سر تسلیم خم کردیا

قرآن پاک کی آیات جب ان شعراء نے سنیں تو انہوں نے اپنی شعرو
شاعری اور قصیدے چھوڑ دیئے جس جس کے کانوں کو قرآنی آیات نے چھوا انہیں
اپنی شاعری سے دور کردیا، حضرت خنساءؓ ادب عربی میں سب سے اونچی شاعرہ ہیں
اورفن مرثیہ میں خنساءؓ سے روئے زمین پر کوئی بڑا شاعر نہیں گزرا، وہ جب کافرہ
تھیں اوراس کے دو بھائی مرجاتے ہیں تو اس نے ان کی تعریفوں میں ایسے ایسے
اشعار لکھے ہیں جسے دنیا دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے لیکن ایک لڑائی میں جب یہ اسلام
لاتی ہے اورجب خنساءؓ کے چار بیٹے شہید ہوتے ہیں اس کے منہ سے ایک لفظ بھی

نہیں نکلا، خنساءؓ نے ایک لفظ شعر کا نہیں کہا اور کہا کہ قرآن مجید کے ہوتے ہوئے
ایک شاعر جب شاعری کرتا ہے تو اپنے نفس کی ذلت پیش کرتا ہے حالانکہ خنساءؓ وہ
شاعرہ ہیں کہ ایک دفعہ حسانؓ نے ایک شعر کہا تو خنساءؓ نے کہا کہ اے حسانؓ! آپ
کے شعر میں یہ لفظ ایسا ہونا چاہیے، یہ لفظ ایسا ہونا چاہیے، ایک شعر میں اس نے دس
خامیاں نکال دیں حسانؓ بھی غضب کے شاعر اور من کبار الصحابۃؓ تھے لیکن
خنساء نے اسلام لانے کے بعد ایک شعر نہیں کہا۔

مدینہ کے معمر دیہاتی سے مکالمے کا ذکر

میں ایک دفعہ مدینہ منورہ میں جبل احد سے کافی دور گیا ہوا تھا اور سوچا کہ یہاں
بھی نبی کریم ﷺ کے مبارک قدم پہنچے ہوں گے تو وہاں احد کے پہاڑی سے تقریباً تین
میل آگے ایک نوے پچانوے برس کا بوڑھا میں نے دیکھا تو میں نے کہا السلام علیکم،
اس نے کہا وعلیکم السلام، پھر اس نے مجھ سے پوچھا من ایّ بلدٍ انت؟ "آپ کونسے
ملک سے ہیں" میں نے کہا انا من باکستان "میں پاکستانی ہوں" کہا هل یعرف
الباکستانیون اللغة العربة؟ میں نے کہا بحمداللّٰہ فی باکستان مدارس دینیه و
طلاب فی هذه المدارس یتعلمون القرآن الکریم واحادیث الرسول ﷺ وعلم
الصرف والنحو وکذا الفنون والعلوم میں نے تفصیل سے کہا اس نے مجھ سے پوچھا
هل تحفظ انت سورة من القرآن الکریم "آپ کو قرآن مجید کی کوئی سورت یاد ہے؟" میں
نے کہا بحمد اللّٰہ أنا أحفظ سوره یسین وسورة الرّحمٰن وکذا من السور القُرآنیة
اس نے کہا چند آیات پڑھ کر سناؤ، وہ حیران رہ گیا، اس کا خیال تھا کہ کوئی عجمی قرآن کریم
کی کوئی سورت حفظ نہیں کرسکتا یا کوئی عربی کلمات نہیں پڑھ سکتا میں نے کہا بحمد اللّٰہ

جامعة دیوبند فی الهند من الجامعات الشهیرة ولهذه الجامعه فروع کثیرة فی باکستان وما من بلدٍ الاّ وفیها مدارس والمعاهد العلمیة میں نے اس سے کہا کہ ہمارے ملک میں تو چھوٹی چھوٹی لڑکیاں بھی قرآن مجید کی حافظہ ہیں، چھوٹے چھوٹے بچے قرآن پاک کے حافظ ہیں۔

عرب بوڑھے پر شعراء جاہلیت کے کلام کا اثر

پھر میں نے ویسے معلوم کرنا چاہا کہ اس بوڑھے پر امرء القیس کے اشعار کا کتنا اثر ہے میں نے کہا یا شیخ ! هل أنت تحفظ قصیدة من الشعراء الجاهلیین؟ ''آپ کو جاہلی شعراء میں سے کسی کی شاعری یاد ہے؟'' حضور ﷺ کے زمانے سے پہلے جاہلیت کا زمانہ ہے اور ان شعراء کو شعراء الجاہلیین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور شعراء جاہلیین کے اشعار یہ عربی ادب میں ہمارے لیے حجت ہیں حضرت عمر فرمایا کرتے تھے علیکم بدواوین العرب ''عرب کے دواوین یاد کیا کرو'' کیونکہ جو لوگ قرآنی زمانے سے پہلے شاعر گزرے ہیں ان کے اشعار میں جو لغات ہیں، پھر قرآن مجید میں جو لغات ہیں تو ہم استدلال میں ان کو پیش کر سکتے ہیں تو بوڑھے نے کہا أنا لست بعارف لقصیدة أمرء القیس پھر میں نے کہا أما سمعت قصیدة أمرء القیس یُنِ

قِفَانَبْكِ مِنْ ذِكْرٰى حَبِيْبٍ وَّ مَنْزِلِ
بِسِقْطِ اللِّوٰى بَيْنَ الدَّخُوْلِ فَحُوْمَلِ

''اے دونوں دوستو! ذرا ٹھہرو تاکہ ہم محبوبہ اور اس کے اس گھر کی یاد کر کے رو لیں جو ریت کے ٹیلہ کے آخر پر مقاماتِ دخول اور حومل کے درمیان ہے''

خدا کی قسم اس بوڑھے نے کہا هیه عربی میں هیه آگے پڑھنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، تو بوڑھے کو اس سے بہت مزا آیا اور کہا آگے پڑھو، میں نے آگے شعر سنایا......

فَتُوْضِحَ فَالْمَقْرَاةُ لَمْ يَعْفُ رَسْمُهَا
لِمَا نَسَجَتْهَا مِنْ جُنُوْبٍ وَّ شَمْأَلِ

''اور توضح و مقراۃ کے درمیان واقع ہے جس کے نشانات اس وجہ سے نہیں مٹے کہ اس پر جنوبی اور شمالی ہوائیں برابر چلتی رہیں''

میں نے اندازہ لگایا اللہ اکبر! اس زمانے میں جبکہ اکثر عربوں نے فصیح عربی کو نسیاً منسیاً کر دیا ہے کیونکہ آج کل عرب لوگ فصیح عربی نہیں بول سکتے الاّ العلماء یا جو مدارس سے فارغ ہوں عام عرب جو عربی بولتے ہیں آپ سن کر حیران ہوں گے کہ کیا بولتے ہیں۔

عربوں کی لغت فصحیٰ سے دوری ایک یہودی سازش

یہودیوں کی ایک سازش یہ ہے کہ عربوں کو لغت فصحی سے اجنبی بنا دو اور عام لغت کو داخل کرو، تو میں نے اندازہ لگایا کہ اس دور میں ایک بوڑھے پر امرء القیس کے قصیدے کا یہ اثر پڑتا ہے تو جس زمانے میں امرء القیس تھا اور سب فصحاء بلغاء تھے اس کے قصیدے کا اثر سننے والوں پر کیا ہوگا؟ لیکن حضور ﷺ تشریف لاتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی مبارک زبان پر قرآنی آیات ہیں اور پھر مختلف طریقوں سے مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ کی مبارک آواز کو دبانا چاہتے ہیں، کبھی اسے شاعر، کبھی اسے مجنون، کبھی اسے کاہن، کبھی اسے کذاب، کبھی اسے کاذب کہتے ہیں، ان چیزوں سے آپ ﷺ کی دعوت کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔

جاہلی شعراء کے مقابلہ میں حضور ﷺ کا سب سے بڑا اسلحہ قرآن

لیکن حضور ﷺ کے ہاتھوں میں ایک ہی اسلحہ ہے جو قرآن مجید کی مقدس آیات اور مقدس کلمات ہیں پیغمبران عظام آئے اور معجزات لے کر آئے فانصرمت لیکن ان کے معجزات منقطع ہوگئے۔

جاء النبيون بالأيات فأنصرمت
وجئتنا بكتاب غير منصرم

"انبیاء علیہم السلام معجزات کے ساتھ آئے پس ان کے معجزات ختم ہوگئے اور
آپ ایک ایسی کتاب کے ساتھ تشریف لائے جو منقطع ہونے والی نہیں"

آپ ایسی کتاب لے کر آئے ہیں جو أبدا الأبد تک زندہ تابندہ رہے گی، بعد یوم القیامہ بھی یہی کتاب مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہوگی۔

نبوت کے تیس جھوٹے دجالی دعویدار

رب العالمین نے ختم نبوت کا عقیدہ ان کلمات سے ظاہر فرمایا ہے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط

(احزاب: ٤٠) رب العالمین کے علم ازلی ابدی میں یہ بات تھی کہ ایسے لوگ بھی آئیں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے حضور ﷺ نے فرمایا میرے بعد ثلاثون دجالون كذابون تیس دجال کذاب جھوٹے آئیں گے اور ہر ایک نبوت کا دعویٰ کریگا، رب العالمین نے خاتم النبیین کا عظیم لقب اپنی ازلی اور ابدی کتاب میں فرمایا کہ جس کے ایک حرف ایک زیر وزبر کو دنیا کی تمام طاقتیں نہیں بدل سکتیں، یہ شیعہ تو بدقسمت لوگ ہیں کہ جن کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید محرف اور مبدل ہے اور صحابہؓ نے اس سے کافی آیات چھپا دی ہیں، اصل قرآن مجید مہدی منتظر کے پاس ہوگا جو سامرا کے تہہ خانوں سے نکلے گا اور اس کے بغل میں قرآن مجید ہوگا، اکثر شیعوں کا یہی عقیدہ ہے کہ القرآن محرف و مبدل زيد فيه ونقص منهلى کن ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ قرآن مجید جو الحمد سے لے کر والناس تک ہم پڑھتے ہیں یہ وہی قرآن مجید ہے جو حضرت محمد ﷺ پر مکہ مکرمہ کے مقدس راستوں میں اور مدینہ منورہ کی فضاؤں میں نازل ہوا دنیا کی کوئی طاقت اس کتاب کے

ایک زیر، زبر میں، ایک شد، مد میں نہ کوئی زیادتی کرسکتی ہے اور نہ کوئی ترمیم کرسکتی ہے کیونکہ یہ نبی خاتم النبیین ہیں، ان کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔

محرف اور غیر مستند انجیل کا انتخاب

تورات، زبور، انجیل اس میں لوگوں نے یقیناً کمی اور زیادتی کی ہے آج انگریزوں کے پاس چار انجیل ہیں، انجیل برناباس، انجیل لوقا، انجیل متی، انجیل یوحنا ایک زمانے میں تو انجیلیں اتنی زیادہ ہوگئی تھیں کہ یوحنا ایک رومی عیسائی بادشاہ تنگ آگیا ہر ایک کے پاس جدا انجیل اور ہر ایک اپنی طرف سے انجیل لکھتا ہے، وہ بڑا غصہ ہوا اور عیسائی علماء کو حکم دیا کہ میری رومی مملکت میں جتنے اناجیل ہیں سب کو جمع کریں اور اس نے ایک بہت بڑا میز بنایا اور تمام اناجیل اس پر رکھ دیئے اور قسیسین اور رہبانوں سے کہا کہ اس میز کو حرکت دو، اس طرح انجیل گرتے گئے اور صرف چار انجیل رہ گئے، سب نے بادشاہ سے منت سماجت کی کہ خدارا! اب اور حرکت نہ دیں ورنہ یہ چار بھی گر جائیں گے، لہٰذا بادشاہ نے ان کو چھوڑ دیا۔ ہر انجیل دوسری انجیل سے جدا ہے، اگر ایک انجیل لندن میں، دوسری پشاور میں، تیسری کراچی میں اور چوتھی کسی اور جگہ طبع ہو تو ہر طباعت دوسری طباعت سے مختلف اور چاروں میں فرق ہوگا۔

قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری

لیکن قرآن مجید کا اگر ایک نسخہ مدینہ منورہ میں، دوسرا مسقط، تیسرا لاہور اور چوتھا پشاور میں چھپتا ہے تو چاروں کے چاروں میں ایک زیر وزبر کا فرق نہیں ہوگا، اگر ہوگا بھی تو لکھنے والے کی غلطی ہوگی یقیناً

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (حجر: ۹)

"ہم نے ہی نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے"

علماء کرام تشریف رکھتے ہیں اِنَّا تاکید اور عظمت کا صیغہ ہے اور جب رب العالمین کے

لیے استعمال ہوتا ہے تو اس کی عظمت اور ہوتی ہے ''ہم ہی نے قرآن کو نازل کیا اور ہم
ہی اس کی حفاظت کریں گے'' جملہ اسمیہ ہے اور لَهٗ اور مجرور کو مقدم کیا لَحٰفِظُوْنَ میں
لام تاکید کے لیے ہیں''ہم ہی اس قرآن کی حفاظت کرنے والے ہیں''اورتورات،انجیل کے
بارے میں رب العالمین کا یہ وعدہ نہیں ہے آج بحمداللہ قرآن مجید ایسی شکل میں موجود
ہے کہ جس شکل میں نبی کریم ﷺ نے خلفائے راشدین کے حوالہ کیا کوئی طاقت اس کے
زیروزبر میں تغیر اور تبدل نہیں کرسکتی۔

ختم نبوت کے عقیدے میں شک کرنے والا جہنمی ہوگا

وعلی کل حال ختم نبوت کا عقیدہ وہ عظیم اور اساسی عقیدہ ہے کہ اگر کسی کا اس
عقیدہ میں معمولی بھی شک ہو تو چاہے وہ تمام رات نوافل میں لگا رہے اور تمام عمر روزے
رکھے اور ہزار تسبیح اس کے ہاتھ میں ہوں اور خانہ کعبہ کی آغوش میں مرے یا روضة من
ریاض الجنة میں مرے، وہ جہنمی ہے جہنمی ہے، جہنمی ہے، کیونکہ قرآن مجید کی صریح
عقیدہ کی مخالفت کررہا ہے تو اس عقیدے کے لیے جو مسلمان قربانی دیتا ہے صحابہ کرامؓ
کے ناموس پر جو مسلمان قربان ہو رہے ہیں، قرآن کی عظمت کیلئے جو لوگ قربان ہو رہے
ہیں وہ حقیقت میں مسلمان ہیں، مسلمان وہ نہیں ہے کہ جب قربانی کا وقت آتا ہے وہ
پیچھے ہٹ جاتا ہے، وہ مسلمان نہیں منافق ہے ہمارے والدین کو اگر کوئی برا بھلا کہے،
ہمارے والدین کو کوئی گالی دے تو ہم آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور ہر قربانی کے لیے
تیار ہو جاتے ہیں تو رب العالمین جل جلالہ حضرت محمد ﷺ اور تمام انبیاء کرام اور ملائکہ
اور تمام وہ مومن جن پر ہمیں ایمان لانا ضروری ہے، اس کے خلاف اگر آپ نے کسی
مرزائی سے کوئی بات سنی اور آپ نے اس کے دانت نہ توڑے اور اس کے جسم کو نہ کچل
ڈالا تو آپ کی مسلمانی میں شک ہے۔

ناموس رسالت ﷺ پر غیرت

ایک مرتبہ میں لاہور میں تھا، مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے ہاں پڑھتے
تھے تو دھرم پورہ جارہے تھے تو میرے سامنے ایک قادیانی بیٹھا ہوا تھا اور وہ غلام احمد
قادیانی کے اشعار پڑھ رہا تھا اور مجھے سنا رہا تھا، میں نے کہا خاموش ہو جاؤ، پھر میں نے
اس کو مارا تو کچھ لوگ میرے ساتھ لڑنے جھگڑنے لگے میں نے ان سے کہا کہ ایک
قادیانی میرے سامنے کذّاب غلام احمد قادیانی کے اشعار پڑھ رہا ہے اور میری غیرت
کہاں گئی ہے کہ میں اسے کچھ نہ کہوں تو اس بات پر اور لوگوں کی بھی غیرت جاگی اور اس
قادیانی کو خوب مارا، اور دوسرے سٹاپ پر اس کو گھسیٹ کر باہر پھینک دیا مسلمانوں میں
یہ جذبہ ہونا چاہیے......

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

افسوس! آج ہمارے حکام میں وہ ایمانی غیرت نہیں رہی ورنہ توہین رسالت،
توہین نبوت ایک عظیم مقدمہ ہے، پیغمبر کے بارے میں جو بھی گستاخانہ کلمہ کہے اس کو
برسرِ دار قتل کردینا چاہیے تو ختم نبوت کا عقیدہ اساسی عقیدہ ہے اسی عقیدہ کی حفاظت کے
لیے تو ابوبکر صدیقؓ نے خالد بن ولیدؓ کی نگرانی میں عظیم لشکر بنی حنیفہ کے مقابلے میں بھیجا
اور اس کو قتل کردیا گیا میرے بزرگ تشریف رکھتے ہیں اور بزرگ اپنے تلامذہ کی اصلاح
فرماتے رہتے ہیں میں آپ لوگوں کا بہت شکر گزار اور سپاس گزار ہوں۔

دوستو اور بزرگو! آج ہماری حکومت نے بھی اعلان کیا ہے، نواز شریف نے
اس ملک میں اسلامی نظام کا اعلان کیا ہے، اللہ کرے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حکام سے یہ
کام لے لیں، اور وہ ان وعدوں میں سچے نکلیں اور اگر انہوں نے یہ وعدے سچے نہیں
کیئے پھر قرآن کے ساتھ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ جو منافقت کی چال چلتا ہے اس کے

لیے پھر اس آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کوئی مفر نہیں ہے،ہم دُعا کرتے ہیں کہ رب العالمین اس ملک میں اسلامی نظام کو قائم کردے۔

طالبان افغانستان اور نفاذ شریعت

طالبان افغانستان میں آئے ہیں اس وقت طالبان چاروں طرف سے جنگوں میں گھرے ہوئے ہیں لیکن تقریباً ۲۹ صوبوں میں خالص اسلامی نظام ہے طالبان جہاں گئے ہیں انہوں نے اعلان کیا ہے کہ یہاں اسلامی نظام ہوگا،مجال ہے کوئی عورت بغیر پردے کے گھر سے نکلے،مجال ہے کہیں گانے کی آواز آجائے،مجال ہے کوئی چور چوری کا تصور کرے چند چوروں کے ہاتھ انہوں نے کاٹ دیئے،چند راہزنوں کو انہوں نے اسلامی سزائیں دیں،چند قاتلوں کو قصاصاً قتل کیا گیا،آج وہاں خالص اسلامی نظام نافذ ہے اگر میں یہ کہوں کہ آج اس آسمان کے نیچے اور کرۂ ارضی پر افغانستان کی زمین کا ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ جہاں اسلام سو فیصد نافذ ہے تو اس میں حانث نہیں ہوں گا ہمارے ملک میں پولیس ہے،فوج ہے اور کیا کیا چیز ہے جو نہیں ہے لیکن امن نہیں ہے، یہاں دن دھاڑے بینکوں کو لوٹا جاتا ہے،بسوں کو راستے میں روک کر مسافروں سے سب چیزیں لوٹی جاتی ہیں۔

نفاذ اسلام ذریعہ امن وعدل

اسلام جس ملک میں آتا ہے اس ملک میں امن، عدل، انصاف، غیرت، حیا اور تمام اسلامی امتیازات خود بخود آجاتے ہیں ایک بہت بڑا کارخانہ دار قندھار گیا اور اپنی گاڑی کو بند کرکے کسی ہوٹل میں دوتین دن رہا، جب واپس آیا تو ایک طالب علم اس کی پجارو گاڑی کے پاس کھڑا تھا،اس نے کہا کہ یہ میری گاڑی ہے، طالب علم نے کہا ہم دوتین دن سے اس کا دھیان رکھ رہے ہیں اور حیران ہیں کہ یہ کس کی گاڑی ہے، کیا اس کا مالک مرگیا ہے یا پتہ نہیں کیا وجہ ہے،اس کے بعد اس طالب علم نے اس کارخانہ دار سے کہا کہ یہ تو آپ نے اپنی گاڑی بند کرکے چھوڑی تھی،آپ اگر اس کے دروازے

کھلے چھوڑ کے چلے جاتے اور واپس آتے تو انشاء اللہ گاڑی میں پڑی ہوئی آپ کی امانتیں اسی طرح محفوظ رہتیں جس طرح آپ چھوڑ کے چلے گئے تھے کارخانہ دار نے کہا کہ اپنے ملک پاکستان میں جب ہم جمعہ کی نماز کے لیے مسجد کے سامنے گاڑی لاک کرکے نماز کے لیے جاتے ہیں اور جب واپس آتے ہیں تو گاڑی ندارد۔

افغانستان کے امارت اسلامی میں امن کی ایک مثال

کابل ابھی فتح نہیں ہوا تھا اور میں مولانا جلال الدین حقانی کے مدرسہ منبع العلوم میران شاہ میں تدریس کے فرائض انجام دے رہا تھا،ہم اپنے طالب علموں کو چہار آسیاب لے گئے تو وہاں کے کمانڈر صدر عبدالرحمٰن نے مجھ سے کہا مولانا دو طالب علم شہید ہوئے ہیں اور آپ میرے ساتھ ان کے جنازے میں شریک ہوں گے تو ہم چہار آسیاب سے لوگر اور لوگر سے آگے ایک جگہ ہے سرخ، جہاں بدخشانی شہداء کی قبور ہیں۔ہم شہداء کے جنازے سے فارغ ہوئے اور واپس لوگر آئے تو ایک طالب علم نے اشارہ کرکے ہماری گاڑی کو روک دیا اور کہنے لگا کہ قندھار سے کلاشنکوفیں آئی ہیں ہم نے دوگاڑیاں بھرلی ہیں لیکن اب بھی کچھ باقی ہیں،آپ کی گاڑی میں پیچھے جگہ ہے،اگر آپ کی اجازت ہو تو انہیں پیچھے ڈال دیں کماندان نے کہا ٹھیک ہے، تقریباً ایک سوتیں کلاشنکوفیں انہوں نے ہماری گاڑی میں ڈال دیں،راستہ میں نماز ظہر کا وقت ہوا تو میں نے کماندان سے کہا کہ نماز ظہر بھی تو پڑھنی ہے،ہم ایک چشمہ کے پاس رکے اور وضو کرکے ایک فرلانگ دور مسجد میں گئے،جاتے وقت میں نے کماندان سے کہا کہ گاڑی کے پاس ایک طالب علم کو چھوڑ دو کماندان نے کہا کہ مولانا! گاڑی کو کچھ نہیں ہوگا اور نہ اس کے پاس کسی کو چھوڑنے کی ضرورت ہے،ہم نے نماز پڑھی اور وہاں کے لوگوں نے چائے کے لیے ٹھہرایا جب واپس آئے تو گاڑی اسی طرح محفوظ تھی کماندان نے کہا کہ میں یہ یقینی بات آپ سے کہہ سکتا ہوں کہ راستے پر گزرنے والوں نے گاڑی کی طرف

دیکھا بھی نہیں ہوگا یہ ہے اسلامی نظام طالبان دور سے قبل کابل ہم کئی بار گئے تھے، وہاں عورت بالکل برہنہ تھی، جتنی بے حیائی کابل میں تھی اتنی لندن میں بھی نہیں تھی آج کیا مجال کہ کوئی عورت بغیر برقعہ کے گھر سے باہر نکلے دنیا والے طالبان کے خلاف کیا کیا پروپیگنڈے کررہے ہیں اوراب ایران کیا کیا واویلا کررہا ہے ہم اپنے حکام سے کہتے ہیں کیوں بزدلی دکھاتے ہو۔

ایرانی حکومت کا پاکستان پر الزام

ایرانی حکومت پاکستانی حکومت پر الزام لگاتی ہے کہ طالبان کے ساتھ پاکستانی حکومت برابر کے شریک ہے، حالانکہ پاکستان نے ایک کارتوس بھی نہیں دیا،ایک فوجی بھی نہیں بھیجا سارے کے سارے مدارس کے طلباء ہیں جو اپنے جذبہ شہادت کے تحت جارہے ہیں ہزاروں سٹینگر ، ہزاروں گولہ بارود اور ہزاروں گرنیڈ طالبان نے ایران کے پکڑے ہوئے ہیں اور ہزاروں طالبان ایران کے عقوبت خانوں میں بند ہیں، ہماری حکومت ان کو یہ نہیں کہہ سکتی کہ تم ہمیں کہتے ہو کہ ہم طالبان کے ساتھ برابر کے شریک ہیں حالانکہ تم تو بالکل ننگے ہوگئے ہواورافغانستان میں تمہاری مداخلت ثابت ہوگئی ہے،خدا نہ کرے اگر ایران نے افغانستان کا رخ کیا تو یہ ہمارا فریضہ بھی ہے کہ ہم اپنے ان بہادر اور چمنستان محمدی ﷺ کے ان عشاق کے شانہ بشانہ جہاد میں شریک ہو جائیں، تب ہم مومن ہوں گے شیعہ جو قرآن کو نہیں مانتا،صحابہ کرامؓ کو نہیں مانتا، جو ازواج مطہرات پر لعن طعن کرتا ہے،آج وہ بالکل مجنون ہوگیا ہے، کہ طالبان نے اتنی عظیم کامیابیاں کیوں حاصل کرلی ہیں؟ طالبان نے شریعت کی عظمت کو،قرآن کی عظمت کو،علماء کی عظمت کو تمام دنیا میں آسمان تک پہنچا دیا ہے مسلمان کا فریضہ ہے کہ طالبان کی ہر ممکن اعانت کریں،ان کیلئے دُعائیں کریں میں ان ہی کلمات پر اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ ختم کرتا ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین ۱۸ستمبر ۱۹۹۸ء

شمائل نبوی ﷺ کی اہمیت اور ضرورت

دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث میں درس شمائل ترمذی
کی آمالی میں سے بطور نمونہ ابتدائی حصہ

حدیث پڑھنا حضور ﷺ کی معنوی ملاقات

شمائل کی وجہ سے ذوشمائل و سیرت پڑھنے اور پڑھانے والوں کے سامنے آجاتی ہے اسی وجہ سے بزرگان دین کہتے ہیں:

اهل الحديث هم أهل النبی
وان لم يصحبو انفسه انفاسه صحبوا

”حدیث سننے اور سنانے والے نبی علیہ السلام کے خاندان سے ہیں حضور ﷺ کی ذات سے اگرچہ شرف صحبت حاصل نہ کر سکے لیکن آپ ﷺ کے الفاظ سے بہرور ہوگئے“

یعنی حدیث کے طلباء رسول اللہ ﷺ کی اولاد ہیں انہوں نے اگرچہ رسول ﷺ کی ذات مبارک نہیں دیکھی ہے پھر بھی رسول اللہ ﷺ کے اولاد ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا

کلام تو پڑھتے ہیں اور اس کلام کے پڑھنے سے رسول ﷺ کی معنوی ملاقات نصیب ہوتی ہے حدیث سننے اور سنانے والے رسول اکرم ﷺ کی مجلس کا شرف حاصل کرتے ہیں اس لئے جتنی دفعہ آپ ﷺ کا نام مبارک لیا جائے تو ساتھ ہی ﷺ پڑھا جائے آپ ﷺ نے فرمایا ہے قیامت کے دن تم میں سے میرے زیادہ قریب وہی ہوگا جس نے مجھ پر زیادہ درود پڑھا ہوگا۔

شمال اور شمیلۃ کی لغوی تشریح

شمائل شمال اور شمیلة کی جمع ہے شمل یشمل شملاً وشملاً و شمولاً باب سمع اور نصر سے آتا ہے بمعنی شامل ہونا، عام ہونا یقال شمل القوم خیراً او شراً ''اس کی بھلائی یا برائی ساری قوم کو عام ہوگئی'' شمال جانب شمال کو بھی کہا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے یہ جانب شمال ہے اور یہ جانب جنوب شمال اور شمیلۃ عادت وخصلت کو بھی کہا جاتا ہے جریر کہتا ہے......

الم تعلم ان الملامة نفعها قليلاً
وما لو مى أخى من شماليه

''کیا آپ کو پتہ نہیں کہ ملامت کا نفع قلیل ہے میں اپنے بھائی کو ملامت نہیں کرتا یہ میری عادت نہیں ہے'' عرب کہتے ہیں لیس من شمالی أن أعمل بشمالی ''یہ میری عادت وخصلت نہیں کہ میں کاموں کو بائیں ہاتھ سے کروں'' دایاں ہاتھ نیک کام کے لئے ہے جاہل آدمی بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ ہی سے پیتا ہے جو لوگ کھانے پینے کے آداب سے بے خبر ہو ان کا یہی معمول ہوتا ہے۔

صنعت تجنیس

عرب کے اس مقولے میں صنعت تجنیس ہے صنعت تجنیس کے معنی ہیں کہ

ایک جنس کے دو حرف آجائے اور اس کے معانی جدا، جدا ہوں شمال عادت کو بھی کہا جاتا ہے اور بائیں ہاتھ کو بھی جیسے ایک شاعر نے اپنے شعر میں صنعت تجنیس لاکر اپنی محبوبہ سے کہا ہے......

چراغم تو باشی چراغم بود
مرا بر چراغم چراغم بود

''کہ تو میرا چراغ ہے اور تو میرے ساتھ بیٹھی ہے اور میں تیرے چہرے کی روشنی میں دیکھ رہا ہوں میں پھر کیوں غم کروں گا، میرے ساتھ جب میرا چراغ ہوگا تو میرا غم کیا ہوگا''

اس شعر میں الفاظ تو ایک جیسے آئے ہیں لیکن معنی ان سب کا الگ الگ ہے چراغم محبوبہ اور چراغ دونوں کو کہا جاتا ہے اردو کے ایک شاعر کہتے ہیں......

یہاں رکھی تھی وہ پہنچی
کوئی کم بخت آ پہنچی

ایک عورت کہتی ہے میں نے ہاتھ کی کنگن یہاں رکھی تھی کہ کوئی کم بخت (چوری کرنے والی عورت) آگئی اور ہاتھ میں میری کنگن ڈال دی اور خدا جانے میری چوری شدہ کنگن کہاں پہنچی ہوگی اس شعر میں بھی الفاظ تو ایک جیسے آئے ہیں لیکن معنی ان سب کا علیٰحدہ علیٰحدہ ہے پہنچی ہاتھ، ہاتھ کی کنگن (چوڑی) آنے اور جانے ان تمام معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔

مشمول اس آدمی کو کہا جاتا ہے، جو اچھے اخلاق کا مالک ہو شمال بارش کو بھی کہا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ شمال چل رہی رہے جو ہوا شمال کی طرف سے آتی ہے اسے بھی شمال بفتح الشین اور شمال بکسر الشین کہا جاتا ہے عرب کے شاعر امراء القیس کہتے ہیں

فَتُوْضِحَ فَالْمِقْرَاةُ لَمْ يَعْفُ رَسْمُهَا

لِمَا نَسَجَتْهَا مِنْ جُنُوْبٍ وَّ شَمْأَلٖ

اور توضح و مقراۃ کے درمیان ہے جس کے نشانات اس وجہ سے نہیں مٹے کہ اس پر جنوبی اور شمالی ہوائیں (برابر) چلتی رہیں۔

شمائل ترمذی میں مضاف الیہ محذوف ہیں یہ اصل میں شمائل النبی ﷺ للترمذی کے معنی میں ہے یعنی رسول ﷺ کے وہ شمائل جو امام ترمذی نے لکھے ہیں شمائل بھی حدیث کی ایک قسم ہے جو تعریف، موضوع اور غرض حدیث کی ہے وہی شمائل کی بھی ہے۔

حدیث کے معانی

حدیث کے لغوی معنی لغت عرب کے مشہور امام علامہ جوہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "الصحاح" میں حدیث کا لغوی معنی یوں بیان کیا ہے الحدیث الکلام قلیله و کثیره و جمعه "یعنی لغت میں حدیث ہر کلام کو کہا جاتا ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ اس کی جمع احادیث آتی ہے"

اصولیین کے نزدیک حدیث کے اصطلاحی معنی اور حدیث کی تعریف یہ ہے أقوال رسول الله ﷺ وافعالهٗ اس تعریف کے مطابق چار چیزیں حدیث میں داخل ہیں (۱) نبی ﷺ کے اقوال (۲) افعال (۳) تقریرات (۴) آپ ﷺ کے احوال اختیاریہ تقریرات اور احوال اختیاریہ افعال میں داخل ہیں اس لئے تعریف میں وافعالہ کا لفظ کافی ہے تقریرات تقریر کی جمع ہے اس کے لغوی معنی ہیں پختہ کرنا اور اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ کوئی متبع شریعت شخص نبی ﷺ کے سامنے کوئی عمل کرے اور آپ ﷺ اس پر خاموشی اختیار کریں محدثین کے نزدیک حدیث کا اصطلاحی معنی یہ ہے أقوال النبی ﷺ وافعاله واحواله اس تعریف کے مطابق مذکورہ بالا چار اشیاء کے علاوہ احوال غیر اختیاریہ بھی حدیث میں

شامل ہیں کیونکہ واحوالہ کا لفظ عام ہے دراصل اصولیین اور محدثین کی تعریف میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اصولیین کا مقصد حدیث کو جمع کرنا اور بیان کرنا نہیں بلکہ احکام و مسائل کا استنباط کرنا ہے اور احوال غیر اختیاریہ مثلاً نبی ﷺ کا حلیہ، آپ ﷺ کی ولادت، وفات کے واقعات وغیرہ سے احکام مستنبط نہیں ہوتے اس لئے انہیں حدیث میں شامل کرنے کی ضرورت نہیں، اور محدثین کا مقصد ہر اس روایت کا جمع کرنا ہے جو کسی طرح نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہو احوال غیر اختیاریہ بھی اس میں شامل ہیں۔

حدیث کے لغوی واصطلاحی معنوں میں مناسبت

حدیث کے لغوی اصطلاحی معنی میں مناسبت لفظ حدیث میں دو احتمال ہیں (۱) حدیث حدوث سے ماخوذ ہے حدوث کے معنی جدید اور نئی چیز کے آتے ہیں تو حدیث کو حدیث کہنے کی وجہ یہ ہوئی کہ قرآن کریم حدیث کے مقابلہ میں قدیم جبکہ حدیث جدید اور نئی ہے (۲) حدیث تحدیث سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی "بیان کرنے" کے آتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اس آیت میں نبی ﷺ کو نعمت بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نعمت سے مراد احکام شرعی کی تعلیم ہے نبی ﷺ نے اپنے اقوال وافعال کے ذریعہ احکام شرع کی تعلیم دی اور انہیں بیان کیا اسلئے آپ ﷺ کے اقوال وافعال وتقریرات کو حدیث کہا جاتا ہے۔

تعریف علم حدیث هو علم يعرف به اقوال النبی ﷺ وافعاله واحواله

"یعنی وہ علم جس کے ذریعے نبی ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال معلوم کئے جاسکیں"

علم حدیث کا موضوع، غرض اور غایہ

موضوع علم حدیث ذات النبی ﷺ من حیث انه رسول الله یعنی علم حدیث کا موضوع نبی ﷺ کی ذات اقدس ہے اس حیثیت سے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

غرض وغایہ علم حدیث اس کی دو غرضیں ہیں:

(۱) دنیاوی: الإهتداء بهدی النبی ﷺ یعنی آپ ﷺ کی سیرت پر چلنا اور اس سے ہدایات حاصل کرنا۔

(۲) اخروی: الفوز بسعادة الدارین یعنی دونوں جہانوں کی سعادت حاصل کرکے کامیاب وکامران بننا۔

علم حدیث کی شرافت وعظمت

علم حدیث کا موضوع نبی ﷺ کی ذات من حیث الرسالۃ ہے اور آپ ﷺ کی عظمت روز روشن کی طرح عیاں ہے آپ ﷺ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ذات ہیں لہذا جس علم میں آپ ﷺ کی ذات سے بحث ہوگی وہ بھی عظیم الشان علم ہوگا، چنانچہ قرآن کریم اور اس کی تفسیر کے بعد افضل ترین علم، علم حدیث ہی ہے۔

بسم اللہ سے آغاز کے وجوہات

امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب میں شمائل ترمذی کا آغاز بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے کیا ہے اس کی کئی وجوہات ہیں۔

☆ کتاب اللہ کی اقتداء کی وجہ سے قرآن مجید کے ابتداء میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آئی ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے سر پر بسم اللہ کا تاج رکھا ہے ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے..........

از بسم اللہ نیست چیزے بہتر

نہادم تاج بسم اللہ بر سر

☆ آپ ﷺ پر ابتداء نازل ہونے والی وحی، سورۃ علق کی تھی جس کی ابتداء میں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ کے الفاظ آئے ہیں۔

☆ حدیث رسول ﷺ کی اقتداء کی وجہ سے، حدیث میں آتا ہے کہ کل أمر

ذی بال لم یبدأ فیه باسم اللّٰه فهو اقطع (شرح مسلم: ج۱، ص۴۳)

☆ نبی اکرم ﷺ کے خطوط کی اقتداء کی وجہ سے آپ ﷺ جب بادشاہوں کے نام خطوط لکھا کرتے تو اس کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہوتا۔

لہٰذا امام ترمذیؒ نے شمائل ترمذی کا آغاز بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے کیا تاکہ کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ کی اقتداء ہوجائے۔

خطبۂ کتاب میں حمد وسلام کے علمی نکات

امام ترمذی نے اپنے خطبہ میں قرآن مجید کے اس آیت کی امتثال کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (النمل:۵۹)

آیت مذکورہ کے مخاطب یا تو لوط علیہ السلام ہیں جیسا کہ مفسرین حضرات کا یہی خیال ہے کہ اس سے پہلے لوط علیہ السلام کا قصہ ہے اور یا اس سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں امام ترمذی کے عمداً امتثال بالآیت میں اشارہ ہے کہ ابتداء بالحمد کے بارے میں جو روایت ہے وہ ضعیف ہے اور اس روایت میں محدثین کا کلام ہے اس کے برعکس بسم اللہ کے بارے میں جو روایت کل امر ذی بال لم یبدأ فیه باسم الله فهو أقطع (شرح مسلم: ج۱، ص۴۳) ہے وہ قوی ہے۔

فائدہ: الحمد معرفہ اور سلام نکرہ ہے اس پر اعتراض یہ ہے کہ دونوں معرفہ الحمد للّٰه والسلامٌ یا دونوں نکرہ حمد للّٰه وسلام لانے چاہیے تھے تاکہ حمد وسلام میں مطابقت ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ الحمد معرفہ اور سلام نکرہ لایا گیا ہے اس کو کمال ادب کہا جاتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے حمد اور پیغمبر پر سلام کے درمیان مساوات لازم نہ آئے تو یہاں بھی عملاً الحمد کو معرفہ اور سلام کو نکرہ ذکر کیا اسلئے کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ معبود اور خالق جبکہ انبیاء مخلوق اور عابدین ہیں وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ لوگ

اس وجہ سے تباہ ہو جاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے صفات بندوں کیلئے ثابت کرتے ہیں لہذا مصنفؒ نے عمداً اس طرح کیا اور یہ بالکل اسی طرح ہے کہ امام ابو یوسفؒ جب اپنے شیخ سے کوئی مسئلہ نقل کرتے تو فرماتے عن یعقوب عن ابی حنیفة آپؒ استاذ کے ساتھ کنیت میں اپنے آپ کو برابر نہیں کرتے بلکہ کسر نفسی اور تواضع کی وجہ سے اپنے کنیت (ابی یوسف) کی بجائے اپنا نام لیتے اور اپنے استاذ (شیخ) کے ساتھ کنیت ذکر فرماتے لہذا تقاضۂ ادب کی وجہ سے الحمد معرفہ اور سلام نکرہ لایا گیا ہے سلام میں تنوین تعظیم کے لئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر پر عظیم سلامتی ہو۔

تنوین تکثیر کے لئے بھی آتا ہے اور تقلیل کے لئے بھی تکثیر اور تقلیل دونوں کا تعلق کمیات سے ہے اور تعظیم وتحقیر کا تعلق کیفیات سے ہے تکثیر کی مثال جیسے ان له لإبلاً (اس کے بہت سے اونٹ ہیں) تقلیل کی مثال جیسے وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ’’اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضامندی بھی بڑی ہے‘‘ اگر اللہ تعالیٰ تھوڑے بھی راضی ہو جائیں تو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اس لئے کہ......

قلیل منك یکفینی ولکن

قلیلك لا یقال له قلیل

اللہ تعالیٰ کے قلیل کو کوئی قلیل نہیں کہہ سکتا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ’’کہہ دو کہ یہ دنیا قلیل ہے‘‘ تو ساری دنیا کو فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ قلیل۔

سلام سے مراد اگر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو تو پھر تقدیر عبارت اس طرح ہوگی سلام اللّٰه علی عبادہ اگر اس سے مراد بنی آدم کا سلام ہو تو پھر اس سے مراد ثناء و تعریف ہے۔

عباد اور تعبید کی تشریح

عبادہ عباد عبد کی جمع ہے، اور اس کی جمع عبید بھی آتی ہے اعبد اور عبدان بھی اس کی جمع آتی ہے عبد خلاف الحر کو کہا جاتا ہے اور حر کے مقابلہ میں آتا ہے عبد یعبد باب نصر سے مستعمل ہے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ تعبید تذلیل کو کہا جاتا ہے طریق معبد اس راستے کو کہا جاتا ہے جو ذلیل ہو یعنی ہر چیز اس پر گزرتی ہے، جیسے شارع عام کو اس نے اپنے آپ کو ذلیل کیا ہوتا ہے اور کسی کو کچھ نہیں کہتی، عبادت کو بھی عبادت اس لئے کہا جاتا ہے، کہ اس میں غایت تذلیل اور غایت خضوع ہے اور معبود باری تعالیٰ کی ذات ہے اس لئے کہ تذلل اور تابعداری صرف رب العالمین ہی کے لئے کی جاتی ہے، عباد عبد کی جمع ہے، اور اس کی اضافت ضمیر کی طرف ہوئی ہے جمع کی اضافت یا تو بالاستغراق ہوتی ہے یا تعظیم کے لئے اگر ادھر اضافت بالاستغراقی لی جائے تو پھر الَّذِیْنَ اَصْطَفٰی یہ صفت احترازی ہے گویا اس سے فاسق لوگ نکل گئے وہ اللہ تعالیٰ کے بہتر اور پسندیدہ بندے نہیں، اور اگر اضافت جمع تعظیم کیلئے مانی جائے، تو پھر الَّذِیْنَ اصْطَفٰی عباد کے لئے صفت کاشفہ اور صفت مادحہ ہے، اللہ تعالیٰ کے بندے وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بہتر بنایا ہے۔

اَصْطَفٰی : باب افتعال (اصطفیٰ یصطفی اصطفاءً) سے ہے اس کا مجرد باب نصر سے آتا ہے صفیٰ یصفو صفواً بمعنی صاف وستھرا ہونا صفی الماء وصفی الشراب پانی صاف ہے، اس کے اندر جراثیم یا گندگی نہیں ہے، جس پانی سے مشین کے ذریعے سے جراثیم نکلے ہو، اور بعض دوائیں (کیمیکل) بھی اس کے ساتھ ملائی گئی ہو تو اسے الماء المصفی کہا جاتا ہے العسل المصفیٰ اس شہید کو کہا جاتا ہے جس سے وہ موم جیسی شے دور کی گئی ہو، فائدہ: اس شہد میں باقاعدہ چھتہ بھی موجود ہوتا ہے۔

(ضبط وترتیب: مولانا سعد الباقی)

فضیلت علم وذکر

جامعہ ابوہریرہ میں منعقدہ مجلس ذکر کے موقع پر ولولہ انگیز خطاب

دُعا عبادت کا مغز ہے

بعد از خطبہ مسنونہ! یہ وقت بہت مبارک ہے......

دلا بسوز کہ سوزے تو کارہا بکند
دعائے نیم شبت دفعِ ہر بلا بکند

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ "دعا عبادت کا مغز ہے" اور پھر خاص کر آدھی رات کے وقت میں دُعا بہت جلد قبول ہوتی ہے......

علی الصباح کہ مردُم بسوئے کار روند
بلا کشانِ محبت بکوئے یار روند
ہر کہ او در صبحِ دم دریاد حق بیدار نیست
او محبت راچہ داند لائق دیدار نیست

سحری کے وقت کی فضیلت

بندہ صبح کی نماز کیلئے ضرور اٹھتا ہے لیکن پندرہ بیس منٹ پہلے اٹھ جائے تہجد

پڑھ لے تو یقیناً قلب میں نورانیت پیدا ہوجائے گی اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے علم کے راستے کو آسان کر دے گا ذکر اور یاد الٰہی سے دل کا شیشہ بالکل صاف ستھرا ہوتا ہے اس سے طالب علم کا حافظہ حد سے زیادہ قوی ہوجاتا ہے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو جب پتہ چلا کہ یہ تو ہمارا بھائی حضرت یوسف علیہ السلام ہے اور پھر تخت پر والدین بھی بیٹھے ہیں، انہوں نے اقرار جرم کیا کہ ہم نے بہت زیادتی کی ہے یوسفؑ کو کنویں میں ڈالا، والد صاحب کے سامنے جھوٹ بولا کہ ہم آگے جا رہے تھے اور حضرت یوسفؑ سامان کے پاس بیٹھے تھے، بھیڑیا آیا اور یوسفؑ کو کھا گیا، لمبا قصہ ہے، کبھی کچھ کہہ رہے تھے اور کبھی کچھ، پھر اللہ تعالیٰ نے آپس میں جمع کر دیئے تو والد صاحب کو کہتے ہیں یَا اَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا "اے ابا جان! ہمارے لیے بخشش طلب کرنا" ہم بہت گنہگار ہیں، یعقوب علیہ السلام نے فرمایا سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ "قریب ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے بخشش طلب کروں" مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ سحری کا وقت بتا رہے تھے، سحری کے وقت اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف اپنی خاص رحمت کا نزول فرماتے ہیں اور اپنی مخلوق کو باآواز بلند پکارتے ہیں کہ ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا کہ ان کے گناہوں کو بخش دوں؟ ہے کوئی رزق طلب کرنیوالا کہ رزق کے دروازے ان پر کھول دوں؟ ہے کوئی سائل کہ اس کے سوال کو قبول کروں؟

طلبِ علم بھی ذکر ہے

میرے طالب علم بھائیو! سحری کے وقت اٹھنا اور چند رکعات نماز پڑھ کر پھر ذکر اور یاد الٰہی کرنا اور بعد میں دُعا میں مشغول ہونا یہ بہت مبارک وقت ہے اس مبارک وقت میں اللہ دُعا قبول فرماتے ہیں آپ کا یہ نفسِ طلب علم بھی ذکر ہے اگر ایک طالب علم

نحو میر پڑھتا ہے، ہدایۃ النحو پڑھتا ہے، میزان الصرف پڑھتا، یا علم الصیغہ پڑھتا ہے تو وہ بھی ذکر الٰہی میں ہے، علم کی راہ میں ہے، ہمارا مقصود قرآن پاک اور رسول اللہ ﷺ کے احادیث ہیں اور علم فقہ قرآن پاک اور حدیث مصطفیٰ ﷺ سے مستنبط ہے لیکن یہ صرف ونحو اور علم معانی اور دیگر علوم اسلامیہ قرآن وحدیث کے خادم ہیں۔

دین سارے کا سارا ادب ہے

ایک طالب علم نے صرف ونحو نہیں پڑھی، تو وہ صیغہ کس طرح پہچان سکے گا، صیغے کا جاننا ضروری ہے، باب کا جاننا ضروری ہے، فعل، فاعل اور مضاف الیہ کا جاننا ضروری ہے، ورنہ معنی میں غلطی ہوگی، اسی وجہ سے اگر کوئی علم صَرف حاصل کرتا ہے تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہے، اگر ایک طالب علم نحو کے مسائل سیکھتا ہے تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہے، پختہ علم حاصل کرنا، ہر علم پختگی سے حاصل کرو اور مسجد کا ادب واحترام کرنا، کتاب کا ادب واحترام کرنا، استاد کا ادب واحترام کرنا اور والدین کا ادب واحترام کرنا، الدین کلہ ادب ’’دین مکمل ادب ہے‘‘ ......

ادب تاج است از لطف الٰہی
بنہ برسر بروہر جاکہ خواہی

استاد اور کتاب کا ادب

جنہوں نے ادب کو اپنایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان سے بہت کام لیا ہے، آپ جن مدرسین کو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کام لیا ہے، انہوں نے اساتذہ کی جوتیاں سیدھی کی ہیں، اساتذہ کا ادب واحترام کیا ہے، ہر چیز میں باقاعدہ ادب واحترام کا خیال رکھنا، کتاب کا ادب تو سب سے زیادہ کرنا چاہیے اسی وجہ سے قرآن مجید تمام کتب کے اوپر رکھنا ہے حدیث کی کتابیں تمام کتابوں کے اوپر رکھنی ہیں، فقہ کی کتابیں نحو کی کتابوں

کے اوپر رکھنی ہیں، اسی طرح استاد کا ادب واحترام کرنا ہے، استاد سے آگے مت جانا، بلکہ استاد سے اگر کوئی سوال پوچھنا ہے تو وہ بھی اس نیت سے پوچھنا چاہیے کہ میں سمجھ جاؤں، اگر اس نیت سے سوال کرتے ہو کہ استاد کو طلبہ کے سامنے خاموش کروں اور طلبہ کو پتہ چلے کہ میرا علم استاد کے علم سے زیادہ ہے تو ایک حرف بھی نہیں سمجھ سکو گے۔

میرا ایک ساتھی تھا، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے، بہت بڑا ذہین تھا، اکثر کتب اس کو یاد تھیں لیکن استاد کا ادب نہیں کرتا تھا، پھر آخر میں کبھی شیعوں کے جلسوں میں تقریر کرتا تھا، کبھی غیر مقلدین کے جلسوں میں تقریر کیا کرتا تھا، کبھی ادھر کبھی اُدھر، ایک دفعہ مولانا عبدالحلیم زربویؒ کی مجلس میں بیٹھا تھا، ایک بات کہی اس نے ڈانٹا اور کہا کہ خاموش ہوجاؤ، مگر وہ خاموش نہ ہوا تو حضرت مولاناؒ نے اس کو دو تین تھپڑ لگائے، استاد کا احترام کرو گے تو اللہ تعالیٰ علم کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے گا، استاد اگر کمزور ہو، تب بھی شاگرد پر احترام لازم ہے۔

امام اعظمؒ اور احترام استاد

بعض کتابوں میں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس ایک حجام آتے تو آپ اس کا بھی احترام کرتے، باقاعدہ اٹھتے تھے، لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو حجام ہے، آپؒ فرماتے کہ ایک مسئلہ میں یہ میرا استاد ہے، مجھ سے کسی نے پوچھا تھا کہ کتے کے بلوغ کا پتہ کس طرح لگتا ہے دیکھو! امام اعظمؒ ایسے مسائل بھی حل کرتے تھے، اگر ہم سے کوئی پوچھتا تو ہم کہتے کہ چلے جاؤ، ڈانٹ دیتے یہ بھی کوئی سوال ہے کسی نے سوال کیا تھا، شاید اس کو اس مسئلہ کی ضرورت ہوگی، کتابوں کا مطالعہ کیا لیکن یہ مسئلہ نہ مل سکا، اس حجام نے آپؒ کو دیکھا تو کہا کہ کیوں آپؒ پریشان نظر آرہے ہیں؟ آپؒ نے فرمایا کہ اس مسئلہ کے متعلق کسی نے سوال کیا ہے، تو حجام نے کہا کہ یہ تو آسان مسئلہ ہے کتا پیشاب کرتے

وقت جب پاؤں اٹھائے تو یہ اس کے بلوغ کی نشانی ہے نابالغ کتا پیشاب کرتے وقت پاؤں نہیں اٹھاتا، امام صاحبؒ بہت خوش ہوئے بعض مسائل کا تعلق تجربہ سے ہوتا ہے، امام صاحبؒ نے کبھی بھی اپنے پاؤں استاد کے گھر کی طرف نہیں پھیلائے، جس طرف استاد کا گھر ہوتا، اسی طرف پاؤں نہیں پھیلاتے تھے۔

دورجدید کے بعض طلبہ سے مباحثہ

آج کل بعض طلبہ بڑے بے ادب ہوتے ہیں، میں مزدلفہ میں تھا، مدینہ منورہ کے جامعہ کی جانب سے بعض طلبہ التوعية الأسلامية میں حج کے دنوں میں لوگوں کو حج کے احکام ومسائل بتاتے تھے، مختلف زبانوں میں، پشتو میں، فارسی میں، اردو میں، اور دیگر مختلف زبانوں میں ہمارے ساتھ جامعہ کے اساتذہ کرام بھی تھے، ہمارے استاد محترم شیخ عمر فلاۃ نے مجھے واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے میرے والد محترم بچپن میں شیخ الاسلام، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے بھائی کے زیر اہتمام مدرسہ علوم شرعیہ میں لے گئے جو بالکل مسجد نبوی ﷺ سے متصل تھا، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی حقانی صاحب دامت برکاتہم (جو بیان کے دوران تشریف فرما تھے) کے شیخ حضرت العلامۃ زینۃ المحدثین حضرت مولانا محمد زکریاؒ اس مدرسہ کے نچلے حصہ میں مقیم تھے اوپر بہت عظیم کتب خانہ تھا، تو عمر فلاتہ نے کہا کہ والد مجھے لے گیا اس مدرسہ میں داخل کرنے کے لیے تو مولانا مدنیؒ کے بھائی نے مجھے ایک ریال عطا کیا میں نے دوڑتے ہوئے وہ ریال اپنے والد کو دیدیا، تو مولانا مدنیؒ کے بھائی بہت خوش ہوئے تو اس نے ایک اور ریال دیدیا کہ یہ تو بہت عجیب بچہ ہے، وہ ریال بھی میں نے والد کو دیدیا، میں پورا دن مدرسہ میں رہا، جب شام کو گھر آ گیا تو گھر سامان سے بھرا تھا، دو ریال سے میرے والد نے بہت سارا

سامان خرید لیا تھا، اتنی برکت تھی، وہ علماء دیوبند کا بہت احترام کرتے تھے تو مولانا عمر فلاتہ اور دوسرے علماء کے ہمراہ ہم عرفات سے مزدلفہ آ گئے، یہاں رات گزارنی تھی۔

ایک مسئلے پر بحث چھیڑ گئی بات لمبی ہوئی تو ساتھیوں نے کہا کہ سونا چاہیے، تو میں نے عمر فلاتہ کو کہا آپ کا بستره بچھا دوں، اس نے کہا ٹھیک ہے جب میں نے بستره بچھا دیا تو ایک عرب طالب علم تھا، اس نے کہا اس طرف بچھا دو میں نے کہا کہ قبلہ کی طرف پاؤں آتے ہیں تو کہا کہ اس میں کیا حرج ہے اگر قبلہ کی طرف پاؤں پھیل جائیں؟ میں نے کہا خدا کے بندے یہ کیا کہتے ہو، قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا بے ادبی ہے تو اس نے کہا کہ ماالدلیل علی ذلك اس پر دلیل کیا ہے؟ میں نے کہا دلائل تو بہت ہیں لیکن وجدان کا بھی یہ تقاضا ہے کہ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا درست نہیں ہے، تو کہا وجدان کیا ہوتا ہے، تو میں نے کہا کہ شیخ عبدالعزیز بن بازؒ (یہ بہت بڑی شخصیت تھی یہ میرے اساتذہ میں سے تھے، شیخ الجامعہ تھے، بعد میں دارالافتاء کے رئیس مقرر ہوئے تھے) میں نے کہا وہ اندھے ہیں، اس کے سامنے آپ پاؤں پھیلا کے سو جاؤ گے؟ وہاں اور عرب طلبہ بھی تھے، انہوں نے کہا حاشا و کلّا ہرگز نہیں میں نے کہا شیخ بن بازؒ اندھے ہیں، پھر بھی ان کی طرف پاؤں پھیلانا بے ادبی ہے، لوگ کہیں گے کہ بے ادب یہ تم کیا کرتے ہو اور دلائل تو بہت زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (حج:۳۲)

"جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ بات دلوں کے تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے"

خانہ کعبہ شعائر اللہ میں سے ہے جو اس کی تعظیم کریگا تو یہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی بات ہے۔

اُصولِ شعائر اللہ چار ہیں

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حجة الله البالغه میں لکھتے ہیں کہ ’’اصول شعائر اللہ چار ہیں (۱) بیت اللہ (۲) کتاب اللہ (۳) رسول اللہ ﷺ (۴) نماز۔

یہ چار اصولِ شعائر ہیں شعائر شعار کی جمع ہے شعار نشانی کو کہتے ہیں، ہر قوم کی الگ نشانی ہے پٹھان اس سے پہچانا جاتا ہے کہ واسکٹ پہنی ہو، اور کندھے پر چادر ہو اگر تہبند پہنا ہو تو لوگ کہتے ہیں پنجاب کا باشندہ ہے، اسی طرح فوج کی وردی الگ ہے، پولیس کی وردی الگ ہے، ہر قوم کا الگ الگ نشان ہے، تو شعار کا معنی نشانی ہے، جس چیز کو دیکھنے سے اللہ یاد آئے، یہ شعائر اللہ ہے، قرآن اٹھایا جائے تو فوراً ذہن میں آتا ہے کہ یہ کتاب اللہ ہے پیغمبر کا مبارک نام آجائے تو یہ رسول اللہ ﷺ ہے، اگر مسجد پر گزرتے ہو تو ذہن میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا مرکز ہے روایات میں ہے کہ عباد اللہ اذا رؤو ذکر اللّٰہ ’’بندگانِ خدا کو دیکھنے سے بھی اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے‘‘ علماء لکھتے ہیں کہ علمائے ربانیین بھی شعائر اللہ ہیں تو میں نے اس عرب طالب علم کو کہا کہ اللہ کے بندے! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (حج:۳۲) ’’جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ بات دلوں کے تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے‘‘ روایات میں قبلہ کی طرف قضائے حاجات سے منع آتا ہے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے لاتستقبلوا القبلة ببول ولا تستدبروها ولكن شرقوها اوغربوها (ترمذی: کتاب الطهارة) قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف نہ منہ کرنا اور نہ پیٹھ کرنا، یہ حکم کس لیے ہے؟ بہرحال وہ اس کے باوجود بھی قانع نہیں ہوا بعض طلباء دو تین کتب پڑھ لیتے ہیں پھر بڑے مغرور ومتکبر ہو جاتے ہیں اور اسلاف واکابر ان کو کچھ بھی نظر نہیں آتے، کوئی ہدایة النحو پڑھ لیتا ہے

اور امام صاحبؒ کی شان میں گستاخی کرتا ہے، ہدایة النحو پڑھتا ہے اور امام شافعیؒ کی شان میں گستاخی کرتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب لوگ ہیں، محضِ عالم کے متعلق گستاخی مت کرنا، اگر گستاخی کرو گے تو اپنے آپ کو نقصان پہنچاؤ گے عبدالرحمٰن باباؒ فرماتے ہیں کہ......

چه په ذم دَ پاك سيرتو شونډی سپړ ی
دَ دوزخ په سرو سكروټو خپل شفت ردی

’’جو لوگ پاک سیرت لوگوں کی مذمت کرتے ہیں وہ جہنم کی آگ پر اپنے ہونٹ رکھتے ہیں‘‘

کتاب کا احترام

تو میں عرض کر رہا تھا کہ الدین كلّه ادب دین تمام ادب ہے کتاب کا احترام کرو گے، کتب احادیث کا احترام کرو گے، بلکہ نفس کتاب کا احترام کرنا ہے اور پھر جب مدرسہ کی کتاب ہو، بعض طلباء مدرسہ کی کتابوں کا خیال نہیں کرتے کیونکہ وہ مفت میں ملی ہیں ’’مفت را چہ باید گفت‘‘ کتاب کے ہر صفحے پر دستخط کرتے ہیں یہ کوئی رف کاغذ تو نہیں ہے کہ تم اس پر اپنے دستخط کی مشق کرتے ہو، تختی لے لو، اگر زیادہ شوق ہو تختی پر دستخط کی مشق کرو، ایک حرف نہیں جانتے مگر چھ گز لمبا نام لکھ لیتے ہیں، مدرسہ کی کتاب پر خط لکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

اسی طرح بعض طلبہ کتابوں میں کنگھی رکھتے ہیں، قلم رکھتے ہیں، خطوط کے لفافے الگ رکھتے ہیں اس سے کتاب کو نقصان پہنچتا ہے یہ کتاب مدرسہ نے تمہیں عاریۃً دی ہے اسی وجہ سے لوگ کتاب پر لکھتے ہیں ’’کتابم مے دہم اما بہ سہ شرط کہ بوق وسوق وصندوقش نہ می سازی‘‘ ’’میں آپ کو کتاب دیتا ہوں لیکن تین شرطوں پر اس سے بگل نہیں

بنانا،اس سے بازاراورصندوق نہیں بنانا'' بعض کتابیں غیر مجلد ہوتی ہیں،تو طالب علم اس سے بگل بنا کراس میں تقریر کرتے ہیں،کیا یہ لاوڈ سپیکر ہے؟ یہ سب بے ادبی ہے، یہ معمولی بات نہیں ہے اس لئے اگر طالب علم مالدار ہے تو اپنی کتاب خرید لے،اس پر پھر لکھائی کرنا اور یہ بہت مفید ہوتی ہے استاد سے پڑھتے ہو اور کتاب اپنی ہے اور بعض مشکل عبارات کا حل استاد سے لکھنا ہو،سوال وجواب لکھنا ہو کل خداوند کریم آپکو عالم بنادے گا، پھر اپنی لکھی ہوئی کتاب کا مطالعہ کروگے تو بہت فائدہ دے گا۔

طالب علم باوضو رہے

میں یہ عرض کررہا تھا کہ کتاب کا ادب کرنا ضروری ہے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھتے ہو تو وضو کرنا چاہیے علم حدیث کے طالب علم کو چاہیے کہ باوضو ہو کیونکہ اس میں بار بار نبی کریم ﷺ کا مبارک نام آتا ہے اگرچہ درود شریف بغیر وضو کے پڑھنا بھی جائز ہے لیکن اگر باوضو ہو تو بہت لذت محسوس ہوگی یہ نور علی نور ہے طالب حدیث جب حدیث پڑھتا ہے،تو کہتا ہے کہ قال رسول اللہ ﷺ بار بار حضور اقدس ﷺ کا مبارک اسم آتا ہے الوضوء سِلاح المومن "وضوء مومن کا بہت بڑا ہتھیار ہے" طلباء کو حتی الامکان یہ کوشش کرنی چاہیے کہ باوضوء رہیں۔وضو کی وجہ سے درس کے دوران تمام مضامین قلب میں راسخ ہوں گے،وضو کی وجہ سے شیطانی وساوس سے محفوظ رہتا ہے،کتاب کا ادب کرنا چاہیے،استاد کا ادب کرنا چاہیے،اپنے سے بڑے طالب علم کا بھی ادب کرنا چاہیے،اگر ایک طالب علم آپ سے بڑا ہے،اسکو بھی احترام کی نظروں سے دیکھنا چاہیے

لیس منا من لم یرحم صغیرنا ویوَقر کبیرنا (ترمذی: ح ۱۹۲۱)

''جو ہمارے بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے''

والدین کے لیے تشکر وامتنان

میرے محترم طلباء بھائیو! آپ بہت خوش قسمت ہیں،اپنے والدین کو بہت دعائیں دینا،بہت سے والدین ایسے ہیں کہ اولاد کو سینماؤں کی چوکیداری میں نوکر کئے ہوئے ہیں،بہت سے والدین صاحب حیثیت ہیں لیکن اولاد پر انگریزی تعلیم حاصل کرتے ہیں،ہمارے گاؤں میں ایک لڑکے نے میٹرک پاس کیا،ساتھیوں نے کہا کہ دارالعلوم میں داخلہ لے لو،باپ نے کہا نہیں اس کو انگلینڈ بھیجتا ہوں اور اس لڑکے کا بھی شوق ہے کہ میں دین حاصل کروں،لیکن باپ اجازت نہیں دیتا کہ علم مت حاصل کرو،حالانکہ مالی حالت بھی اچھی ہے،تو والدین کو بہت دعائیں دینا کہ تمہارے لئے اچھا راستہ منتخب کرلیا ہے تمہارے لیے قرآنی تعلیمات کا راستہ،نبوی ارشادات کے سیکھنے کا راستہ، دینی علوم کا راستہ،حقیقت میں یہی راستہ ہے،تو والدین کو بہت دعائیں دینا،ایک عالم رات کے وقت وجد میں آتا تو یہ دعا مانگتا......

روح پدرم شاد کہ استاد مرا گفت
فرزند مرا عشق بیاموز دگر ہیچ

اے اللہ!میرے والد کی روح قبر میں خوش رکھنا کہ میرے استاد کو کہتے، میرے بیٹے کو علم سکھانا ہے اور باتیں نہیں سکھانا ہے۔

مدارس اور حفظ قرآن کی اہمیت

۲۰/اگست بروز منگل جامعہ ابوہریرہ کی جامع مسجد عمار میں ختم القرآن کی بابرکت پُروقار اور شاندار تقریب منعقد ہوئی مقامی لوگوں کے علاوہ قرب وجوار سے احباب کو مدعو کیا گیا تھا صبح نو بجے سے تقریب کا آغاز ہوا، جامعہ ابوہریرہ کے مہتمم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی نے تقریب کے شرکاء کو خوش آمدید کہتے ہوئے مجلس کے انعقاد پر مختصر خطاب فرمایا مہمان خصوصی شیخ الحدیث مجاہد کبیر حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ نے عظمت قرآن پر مفصّل روشنی ڈالی، جسے اب شاملِ خطبات کیا جارہا ہے۔(ادارہ)

کاش لوگ آسمانی معجزے سے آشنا ہو جائے

کاش !لوگوں کو آسمانی کتاب کے معجزے کا پتہ چل جائے، آج مادی علوم پر توجہ ہے، خان ہو یا نواب، وڈیرا ہو یا عام آدمی سبھی انگلش اور انگریزی تعلیم کے پیچھے پڑے ہیں شب وروز انگریزی تعلیم پر توجہ ہے، بچوں کو سارا دن انگریزی سکولوں میں مصروف رکھا جاتا ہے، پھر گھر میں ان کے لیے ٹیوشن رکھ کر بے تحاشا دولت لوٹائی جاتی ہے کہ بچہ صحیح معنوں میں انگریز کا جانشین بن سکے مسلمان گھرانوں میں قران کو بھلایا جاچکا ہے، دینی تعلیم کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے حالانکہ یہی قرآن قوموں کے عروج کا

سبب بھی بنا ہے اور اسی قرآن کی وجہ سے قومیں تباہ بھی ہو چکی ہیں جو قرآن سے وابستہ ہو گیا اسے ترقی اور کمال نصیب ہوا اور جس نے قرآن کو چھوڑا دنیا میں بھی ذلیل ہوا اور آخرت میں بھی اس کی بربادی ہے آج کے پُرفتن دور میں بچوں کو قرآن کی تعلیم دلانا اور دینی اسلامی تربیت کے لیے چھوڑنا والدین کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے، علماء دین، قراء وحفاظ کا کردار قابل صد تحسین ہے کہ فتنہ کے اس دور میں قرآن پڑھاتے اور پڑھتے ہیں، یہی گروہ اور ان سے وابستہ لوگ نجات پانے والے اور کامیاب ہیں، پیغمبر اسلام حضور پُرنور ﷺ نے چودہ سو سال قبل صحابہ کرامؓ سے فرمایا تھا کہ نیک اعمال کرو اور ایک دوسرے سے سبقت لے جاؤ، فتنے آرہے ہیں ایسا زمانہ آئے گا کہ فتنوں کا تاریک اندھیرا چھا جائے گا، انسانوں کا یہ حال ہوگا کہ صبح کو مسلم، شام کو کافر، شام کو مسلمان اور صبح کو کافر ہو جائیں گے۔

حافظ قرآن کا مقام ومنزلت

آج انسان اپنا دین وایمان پیسوں کے عوض بیچ رہے ہیں ایسے دور میں ایک بچہ کو مدرسہ میں قرآن کی تعلیم کے لیے بٹھانا بہت بڑا کارنامہ اور دین کی عظیم خدمت ہے جس کا اجر وبدلہ آخرت میں نظر آئے گا، حافظ القرآن اپنے قوم کے دس افراد کی شفاعت کریگا وہ افراد جو جہنم کے مستحق ہوں گے، قبر کی تاریکی میں قرآن ساتھ ہوگا، اور حافظ قرآن سے کہے گا کہ میری وجہ سے تم نے بھوک، پیاس برداشت کی، شب وروز جاگ کر گزارے، اندھیری قبر میں میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔

آج کے دور میں قرآن وحدیث کی روشنی پھیلانا علماء کی بہت بڑی خدمت ہیں، بعض شر پسند لوگ مدارس کی بیخ کنی کے درپے ہیں، پوری تیاریوں کے ساتھ مدارس کے خلاف کاروائیاں شروع ہو چکی ہیں آج مدارس کا تحفظ اور اہتمام ہر مسلمان کا اولین

فریضہ ہے،اگرچہ یہ ایک مشکل ترین کام ہے بہرحال جامعہ ابوھریرہ کی یہ پُروقار اور بابرکت تقریب باعث مسرت ہے آج خوشی کا دن ہے کہ ہم حفظ القرآن کی تکمیل کے پروگرام میں شریک ہیں لوگ انجینئر اورڈاکٹر بننے پر کتنی خوشیاں مناتے ہیں،اصل خوشی تو قرآن کی تعلیم مکمل ہونے پر ہونی چاہئے جامعہ ابوھریرہ اورحضرت مولانا عبدالقیوم حقانی کواللہ نے خدمت دین کے لیے چن لیا ہے تصنیفات،تالیفات،تبلیغی اور دعوتی خدمات اس کے علاوہ ہیں مولانا حقانی کی قلمی اورتحریری خدمات علاقائی اورملکی نہیں بلکہ عالمی سطح پر مسلّم ہیں۔

جامعہ ابوھریرہ علوم نبوت کا حسین گلشن ہے خدا گواہ ہے یہی دینی مدارس ہیں جو بغیر سرکاری مدد کے بڑی بڑی جامعات کا کام کررہے ہیں آپ جامعہ ابوھریرہ میں دیکھیں،درس نظامی،القاسم اکیڈمی،مطبوعات کا شاندار تسلسل،بحث وتحقیق کے ادارے ہسپتالوں کا قیام حفظ القرآن سکول کا اجراء سب قابل رشک ہیں اللہ کریم اسے قائم ودائم رکھے اورحضرت مولانا عبدالقیوم حقانی اورجامعہ کے اساتذہ کرام کی دینی خدمات کو قبول فرماویں(آمین)

ماہنامہ ’’القاسم‘‘ ستمبر۲۰۰۲ء

دینی مدارس کا تحفظ واستحکام

۶مئی ۱۹۹۹ء تحفظ دینی مدارس کانفرنس

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (آلِ عمران:۹۶)

آغازسخن

جناب صدر جلسہ،معزز علماء کرام،محترم طلباء اورمجاہد مسلمان بھائیو! یہ عظیم اجتماع مسلمانوں کی دین اسلام کے ساتھ وابستگی اورمحبت کا ثبوت ہے میرے بھائیو! اپنی اپنی جگہوں پر خاموشی سے بیٹھ جایئے تاکہ دوردور سے تشریف لانے والے علماء، مشائخ اورطلباء کرام تقاریر سے خوب خوب لطف اندوز ہواورفرزندانِ توحیداس عظیم جلسہ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل کرسکیں۔

مسجد الحرام روئے زمین پرسب سے اولین مدرسہ

میرے بھائیو! آج یہ عظیم اورممتاز اجلاس مدارس اسلامیہ کے تحفظ کے سلسلہ میں منعقد کیا گیا ہے روئے زمین پر سب سے اولین مدرسہ رب العالمین جل جلالہ نے

مسجد الحرام میں قائم فرمایا ہے قرآن کریم میں اس کے متعلق ارشاد فرمایا گیا

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (ال عمران: ٩٦)

”حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لئے بنایا گیا، یقینی طور پر وہ ہے جو مکہ میں واقع ہے اور بنانے کے وقت ہی سے برکتوں والا اور دنیا جہان کے لوگوں کے لئے ہدایت کا سامان ہے“

اس مدرسہ میں تعلیم کے سلسلہ میں رب العالمین نے وقتاً فوقتاً پیغمبر بھیجے اور پیغمبرانِ خدا لوگوں تک آسمانی ہدایات پہنچایا کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر خاتم النبیین رحمت کون ومکان، زینت دوجہاں حضرت محمد ﷺ اس عظیم مرکزی درسگاہ کے معلم بنے۔

رسول اللہ ﷺ بحیثیت ایک معلم کے

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا (مشکوۃ:ح ٢٤٨) ”مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا“ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد نبوی ﷺ کی بنیاد رکھی مساجد اسلامی علوم کی درسگاہیں ہیں اور دینی مراکز ہیں اور یہ سلسلہ صحابہ کرامؓ، تابعین اور ائمہ مجتہدین کے زمانہ سے جاری وساری ہے یہاں تک کہ برصغیر میں دارالعلوم دیوبند کی شکل میں ایک عظیم علمی درسگاہ کا قیام عمل میں آتا ہے دینی مدارس تمام مسلمانوں کا مشترکہ سرمایہ ہیں دنیا میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جس کو دینی مدارس کی خدمت سے انکار ہو اور اگر کوئی کرے بھی تو درحقیقت وہ مسلمان نہیں ہے اسلامی مدارس قرآن پاک اور احادیث مصطفیٰ ﷺ کی خدمت کرنے والے ادارے ہیں۔

اکابر دیوبند اور استعمار کا مقابلہ

میرے بھائیو! دینی مدارس کی خدمت اور دینی مدارس کا تحفظ ہر مسلمان کے

لیے فرض اول ہے بدقسمتی سے ہماری نئی نسل اور خاص کر انگریزی علوم سے متاثر لوگ جو انگریزوں کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، ان کو دینی مدارس کی اہمیت کا کوئی اندازہ نہیں اس وجہ سے جمعیت علماء اسلام نے دینی مدارس کے تحفظ کیلئے یہ ایک عالمی امتیازی اجتماع منعقد کیا ہے دینی مدرسہ اسلامی تشخص اور دینی شعائر، قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے مبارک تعلیمات کی شاخیں ہیں ایک زمانہ وہ تھا جب برطانوی استعمار نے ہمارے اکابر کو کیا کیا اذیتیں دیں، انہیں کس کس طریقے سے ظلم وجبر کا نشانہ بنایا اکابرین دیوبند جن کا سرِ قافلہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ہیں، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ ہیں، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ ہیں میرے بھائیو! برطانوی استعمار نے اکابرین اور اساتذۂ علوم نبوت کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں لیکن الحمدللہ یہ قافلہ رکا نہیں چلتا رہا اور سلسلہ درسلسلہ ملک درملک بڑھتا گیا۔

انگریز کے گماشتوں کا علماء اور مدارس کے خلاف پروپیگنڈا

انگریز کی تعلیم سے متاثر لوگوں نے عالم دین کو مسجد کا مینڈک اور نہ جانے کیا کیا عجیب وغریب القابات سے نوازا لیکن الحمدللہ ہمارے اکابر عزم واستقلال میں کوہ ہمالیہ سے بھی زیادہ مضبوط تھے اکابر کے اس عظیم استقلال کا نتیجہ ہے کہ آج آپ لوگ اپنی آنکھوں سے سے ہزاروں علماء کرام اور علوم نبوت کے شاگردوں کے اس عظیم اجتماع کا مشاہدہ کررہے ہیں یہ ہمارے اکابر کی قربانیوں کے ثمرات ہیں، اگر ہمارے اکابر نے قربانیاں نہ دی ہوتیں تو اللہ کو معلوم کہ آج ہم کن کن درختوں اور کن کن بتوں کو سجدہ کررہے ہوتے اور کس کس خدا سے منتیں اور سماجتیں اور دُعائیں کرتے پھرتے مدارس دینیہ کی خدمت تمام مسلمانوں پر فرض ہے وہ مسلمان، مسلمان نہیں جو عالم دین اور طالب دین کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے۔

آج کا یہ عظیم اجلاس اس بات کا ترجمان ہے کہ ملک بھر کے مسلمان بالخصوص صوبہ سرحد کے غیور مسلمان علماء کرام اور طالبان اسلام کے ساتھ بے حد محبت رکھتے ہیں اور دینی مدارس کے تحفظ کی خاطر ہر قسم کی قربانی کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں۔

انگریزی تعلیم پر فخر کرنے والے انگریز کے غلام:

افسوس! کہ ہمارے ملک میں آج بھی انگریز کے غلام وافر تعداد میں موجود ہیں انگریز چلا گیا لیکن لارڈ میکالے کی تعلیم کے پروردہ آج تک انگریز کے فکری غلام ہیں کتنی افسوس کی بات ہے کہ آج ہمارے کچھ مسلمان بھائی اپنی اولاد کو انگریزی تعلیم دلوانے میں عافیت سمجھتے ہیں اور انہیں انگریز کی نظام تعلیم پر فخر ہے کہ جس تعلیم کی بدولت ان کی اولاد کو اتنا بھی معلوم نہیں ہو پاتا کہ پیشاب کھڑے ہو کر کرنا چاہیے یا بیٹھ کر؟ میرے بھائیو! جب تک اس ملک میں انگریز کے پروردہ لوگ اور انگریز کے پالے ہوئے بچے موجود رہیں گے اس ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ کبھی بھی عمل میں نہیں آسکتا۔

اسلام کا نفاذ کون کرے گا؟ مفتی محمود صاحب کا قول زرین

ہمارے مخدوم اور رہنما استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے راولپنڈی کے ایک بڑے جلسے میں فرمایا تھا کہ ان لوگوں سے یہ امید رکھنا کہ یہ لوگ اسلامی نظام لائیں گے ایں خیال است ومحال است جنون مولانا مفتی محمودؒ نے فرمایا تھا کہ اس ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ ایک طالب علم کے ہاتھوں سے ہوگا وہ طالب علم جس نے مسجد میں خلاصہ اور منیہ سے لیکر بخاری اور ترمذی شریف تک کتابیں پڑھی ہوں گی مولانا مفتی محمودؒ کی کہی ہوئی بات آج سچ ثابت ہوئی اور الحمدللہ افغانستان کی سرزمین پر اسلامی نظام کا نفاذ طالب علموں کے ہاتھوں سے ہوا ہے دینی مدارس کے طلباء، علوم نبوت کے وارثین اور گلشن نبوی ﷺ کے پھول ہیں انشاء اللہ دینی مدارس تا قیامت قائم و دائم رہیں

گے، اور دنیا کی کوئی طاقت ان کی طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتی جس نے دینی مدارس کو ختم کرنے کا سوچا اس کا انجام انشاء اللہ ابولہب سے بھی برا ہوگا ابولہب جو رسول اللہ ﷺ کے قائم کردہ مدرسہ کی مخالفت کر رہا تھا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کی بربادی اور ہلاکت کا تذکرہ فرمایا تاریخ گواہ ہے جس نے قرآنی احکامات اور احادیث نبوی ﷺ کا مقابلہ کیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نیست و نابود ہو گیا۔

میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا کیونکہ ابھی مشائخ، علماء کرام اور مجاہدین کی تقاریر سے آپ لوگوں کو استفادہ کرنا ہے، دینی مدارس کے تحفظ کے سلسلے میں منعقد کیا گیا یہ عظیم اجلاس حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ دینی مدارس کا پورا پورا احترام کیا جائے اگر آپ نے دینی مدارس کا احترام کیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو بقا، استحکام اور ترقی عطا فرمادے گا، اور اگر آپ کفری طاقتوں امریکی اور یورپی اشاروں پر توحید وسنت کے ان اداروں کے لیے دل میں ان کو نقصان پہنچانے کا کوئی غلط ارادہ رکھتے ہیں تو نیست و نابود ہو جاؤ گے......

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ماہنامہ ''القاسم''، جون ۱۹۹۹ء

جہاد قیامت تک جاری رہے گا

۵ جولائی ۱۹۹۸ء کو ایک جہادی اجتماع میں خطاب

آغاز سخن

خطبہ مسنونہ کے بعد! قابل صد احترام علماء کرام اور حرکۃ المجاہدین کے شاہین صفت مجاہدو! وبارك الله فی حیاتکم وقواتکم وایدّکم فی جمیع المیادین الجهادیة

حضرت مخدومنا وفخر العلماء مفتی نظام الدین شامزئی مدظلہ حضرت مولانا شاہ صاحب اور حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب، حرکۃ المجاہدین کے عمائدین حضرت مولانا فضل الرحمٰن خلیل صاحب، حضرت مولانا فاروق کشمیری صاحب اور حضرت مولانا عبدالجبار صاحب، حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب۔

حرکت المجاہدین کی ترغیب ہی باعث شرکت جہاد ہوا

ہم بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہیں اور اے رب العالمین! ہم کروڑوں مرتبہ آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے فضل وکرم سے ہم خدام اور ہم سیاہ کاروں کو ان مجاہدین کے سائے تلے جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائی میں بار بار کہتا ہوں کہ میں حرکۃ المجاہدین کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں بچپن ہی سے جہاد کی طرف رغبت تھی لیکن حرکۃ

المجاہدین کی ترغیب ہی پر رب العالمین نے مجھے جہاد افغانستان میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائی اس طرح جہاد کشمیر میں اس مبارک جماعت کی برکت سے ہمیں کچھ نہ کچھ حصہ نصیب ہوا۔

عالم کفر جذبہ جہاد کی بیداری سے لرزہ براندم ہے

آج دنیائے کفر لرز رہی ہے وہ لرزہ کی حالت میں ہے کہ مسلمانوں میں جذبۂ جہاد بیدار رہوا ہے ہم طالب علمی میں حدیث پڑھتے تھے کہ اسلام کے لیے جہاد ایسا ہے جس طرح کہ اونٹ کے لیے کوہان کی حیثیت میں نے اس کے بارے میں کتابیں مطالعہ کیں تو کتابوں نے یہ بات اور یہ راز بتادیا کہ اونٹ صحرا نورد ہے اور یہ اگر سات آٹھ دن تک پانی نہ پیئے تو اس کے ساتھ پانی کی ایک ٹینکی موجود ہے اور صبار علی الجوع والعطش ''بھوک اور پیاس پر زبردست صبر کرنے والا'' ہے کئی کئی دن بھوکا رہتا ہے لیکن جب اس کے جسم میں کمزوری آجاتی ہے تو کوہان کی چربی پگھل کر اس کے مختلف اعضاء کو طاقت دیتی ہے اور ہم نے دیکھا کہ واقعی جب بھی اسلامی شعائر ماند پڑگئے، لوگ اسلامی اقدار سے غافل ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے اچانک جہاد کا مقدس موضوع امت کے سامنے کردیا اور جہاد کی بدولت اسلام کے تمام شعائر زندہ ہوئے۔ مجھے یاد ہے کہ میں طالب علم تھا جب ہم فقہ کی کتابوں میں جہاد یا غنائم سے وابستہ مسائل پڑھتے تھے، اساتذہ فرماتے تھے کہ بھائی چلو! مروا علی هذه المسائل مرور الکرام بھائی! چلتے جاؤ اب جہاد نہیں ہے، آج غنائم نہیں ہیں، آج عبد اور غلام کا مسئلہ نہیں ہے لیکن حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے الجهاد ماضٍ الی یوم القیامة قیامت تک جہاد کا یہ سلسلہ قائم رہے گا، افغانستان کے جہاد نے، کشمیر کے جہاد نے دنیا کے خطوں میں تمام اسلامی شعائر کو زندہ کردیا میں مدینہ منورہ میں تھا، جب افغانستان میں جہاد شروع ہوا اس وقت

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کا طالب علم تھا، ہمارے بڑے بڑے مشائخ حیران تھے اور ہمارے شیخ ابوبکر جزائریؒ نے مجھ سے پوچھا اور کہا کہ یہ افغانی دیوانے تو نہیں ہیں کہ ایک بڑی سپر پاور سے ٹکر لے رہے ہیں؟ بیل خواہ کتنا طاقتور کیوں نہ ہو لیکن جب اپنے سینگ کسی پہاڑ اور چٹان سے ٹکراتا ہے تو اپنے سر کو ہی پھوڑ دیتا ہے، ہم بھی حیران تھے کہ کلہاڑی، درانتی، تلوار اور چھرے دار بندوق اور معمولی پستول سے جہاد شروع ہوا۔

مولانا جلال الدین حقانی کے مجاہدانہ کارنامے

ہمارے محترم مخدوم مولانا جلال الدین حقانی نے وہ تمام اسلحہ ایک مرکز میں رکھا ہے جن سے مجاہدین افغانستان نے جہاد کی ابتداء کی لیکن آج تمام دنیا سمجھ رہی ہے کہ جہاد کے لیے چار حروف جیم، ہا، الف، دال میں اتنی عظیم پاور ہے کہ روس جیسے سپر پاور کو ان حروف نے زیر وزبر کرکے صفر بنادیا ہے، یہ جہاد کی برکت ہے جس سے مردہ قومیں زندہ ہوتی ہیں آج ہمارے سائنسدان بھی قابل فخر ہیں کہ انہوں نے ایٹمی دھماکہ کرکے ہندوؤں کو اور تمام غیر مسلم اقوام پر یہ بات ثابت کردی ہے کہ مسلمانوں میں وہی جذبہ جہاد اب بھی موجود ہے ہمارے بعض سیاستدان کشمیر کے جہاد کو جہاد نہیں کہتے اور بعض ہندوؤں کے پٹھو پاکستان کے ایٹمی دھماکوں سے بڑے پریشان ہیں لیکن ہم حکومت کو مبارک باد دیتے ہیں اوران پر آفرین کہتے ہیں کہ انہوں نے دھماکے کرکے أَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ (الانفال: ۶۰) ''اور تیاری کرو واسطے اُن کے جو کچھ کرسکو تم قوت سے'' پر عمل کیا اوراس کی برکت اتنی ہے کہ آج تمام کفری طاقتیں مرعوب ہیں، امریکہ منت سماجت کرتا رہا کہ خدارا! ایٹمی دھماکہ نہ کرو لیکن الحمدللہ پاکستان کے مسلمان بھی قابل صد مبارک باد ہیں تمام عمائدین یہی کہتے رہے کہ بھائی! تجربہ کرلو، تجربہ کرلو، چنانچہ تجربہ ہوا اوراللہ تعالیٰ نے کامیابی بھی نصیب فرمائی تو اس آیت پر عمل کرنے

سے اسلام دنیا میں سربلند ہوگا، مسلمان معزز ہوں گے جب تک مسلمان سلاطین اس آیت پر عمل کرتے رہے اسلام دنیا میں ایک معزز مذہب تھا، مجاہدین جس میدان میں بھی جاتے فتح یابی اور کامیابی ان کے قدموں کو بوسہ دیتی جب ہم نے أَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ والا مسئلہ چھوڑ دیا تو ہر جگہ ہم ذلیل ہوئے۔

مجاہدین ایک مقدس جماعت ہے

نوجوان صف اول میں ہوتے ہیں بلکہ ایک صاحب نے مجھے کہا کہ میری سفارش مولانا سے کردیں تاکہ میں صف اول میں لڑسکوں کیونکہ میں کئی دنوں سے اس کا منتظر ہوں، میں وزیر اکبر خان ٹاؤن کابل میں تھا کہ نوجوان صف اول میں جارہے تھے، جاتے وقت انہوں نے باقاعدہ وصیتیں لکھیں کہ ہمیں فلاں جگہ دفن کرو، ہمیں صحابہ کرامؓ کے قبروں کے قریب دفن کیا جائے، اس سے زیادہ برکت کیا ہوگی، کہ آج ان نوجوانوں نے ان صحابہ کرامؓ کی قربانیوں کو دوبارہ زندہ کرلیا میں علماء کرام کی خدمت میں بھی عرض کرتا ہوں کہ آپ سب بھی جہاد کے موضوع پر تقاریر کریں، اور مجاہدین کی مکمل حمایت کریں۔

جذبہ جہاد نہ ہونا نفاق کی علامت ہے

حقیقت میں جس کے دل میں جہاد کا جذبہ نہیں جس کے خون میں جہاد کی گرمی نہیں وہ اگر مرگیا تو وہ نفاق کی موت مرگیا معمولی بات نہیں اس لیے جہاد کی تیاری یہ ایمان کی نشانی ہے، سن لوا ے نوجوانو! تم مجاہد ہو، تم مومنین ہو اور تم مسلمین کاملین ہو کیونکہ مسلمان کی نشانی یہ ہے:

وَأَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (الانفال:٦٠)

''اور مسلمانو! جس قدر طاقت اور گھوڑوں کی جتنی چھاؤنیاں تم سے بن پڑیں
ان سے مقابلے کیلئے تیار کرو، جن کے ذریعے تم اللہ کے دشمن اور اپنے
موجودہ دشمن پر بھی ہیبت طاری کرسکو اور انکے علاوہ دوسروں پر بھی جنھیں
ابھی تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتے ہیں اور جو کچھ بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ
کروگے وہ اُسے تمہیں پورا پورا دے دیگا اور تمہاری لئے (ذرا بھی) کمی نہ
ہوگی''

اور جو جہاد کی تیاری نہیں کرتا بلکہ ان کے کانوں پر جہاد کی باتیں اچھی نہیں لگتی تو وہ منافق ہیں اگر تبوک کی لڑائی میں منافقین جہاد کا ارادہ رکھتے تو اس کے لیے تیاری کرتے

وَ لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَ لٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَ قِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ (توبه: ٤٦)

''اگر ان کا ارادہ نکلنے کا ہوتا تو اس کیلئے انہوں نے کچھ نہ کچھ تیاری کی ہوتی
لیکن اللہ نے ان کا اُٹھنا پسند ہی نہیں کیا اسلئے انہیں سست پڑا رہنے دیا اور کہہ
دیا گیا کہ جو (اپاہج ہونے کی وجہ سے) بیٹھے ہیں انکے ساتھ تم بھی بیٹھے رہو''

تم عورتوں کے ساتھ دوپٹہ پہن کر بیٹھ جاؤ چوڑیاں پہن کر عورتوں کے ساتھ گھروں میں رہو، علماء کرام وہ علماء کرام جن کے زبانوں پر تالے لگے ہوئے ہیں اور اب تک انہوں نے جہاد کے بارے میں کوئی کلمہ تک نہیں کہا لیس ذ لك هو عالم بل هو اجهل من الجاهلين عالم وہ ہے جو جہاد کا پیغام اٹھا کر لوگوں کے دلوں میں جہاد کا جذبہ بیدار کرے میں ان کلمات پر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

وآخر دعوانا أن الحمدللّٰه ربّ العالمين

ماہنامہ ''القاسم'' اگست ۱۹۹۸ء

حیات شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی ایک جھلک

۱۶/اپریل ۲۰۰۶ء کو اضاخیل بالا نوشہرہ میں مولانا عبدالحقؒ کانفرنس سے خطاب

الحمد للّٰه و كفٰى و سلام على عباده الذين اصطفىٰ اما بعد!
فاعوذ باللّٰه من الشيطٰن الرجيم **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ**
هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (الزمر:٩)
قال النبی صلى اللّٰه عليه وسلم إن اَ لْعُلَمَاءُ وَرَثَـةُ الْاَنْبِيَآءِ وَ إِنَّ الْاَنْبِيَآءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَ لَا دِرْهَمًا بَلْ وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِـرٍ (ابوداؤد:ح ٣٦٤١)

ایک عبقری شخصیت

قابل صد احترام علماء کرام ومشائخ عظام اور علوم اسلامیہ وعربیہ کے طلباء کرام اور دین اسلام سے وابستہ بزرگو اور بھائیو! ایک جلیل القدر، فرشتہ خصلت، مقدس عبقری شخصیت، زينة المحدثين ، اسوة الفقهاء والمفسرين ، فخر الأقران والأماثل حضرة العلامة مولانا عبدالحق رحمه اللّٰه تعالىٰ رحمةً واسعةً و قدّس سره العزيز وجعل جنة الفردوس مأواه ومثواه ورزقه صحبة النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن أولئك رفيقاً کی یاد میں یہ عظیم الشان، بابرکت اور

نورانی اجتماع منعقد ہوا ہے، یقیناً ہمارے شیخ و مربی نور اللہ مرقدہ و بردّ مضجعہ کے فیوض و برکات سے پاکستان اور ملحقہ قبائل میں ہزارہا فرزندانِ توحید فیضیاب ہوئے ہیں، مجھ حقیر اور ناچیز پر حضرت شیخؒ کے احسانات حدوحساب سے باہر ہیں:

مَنْ لَم یَشکر النّاس لم یشکر اللّٰہ عزوجل (مسند احمد:ج۱۳،ص ۲۴۶)

''جو لوگوں کا شکر گزار نہیں ہوتا، وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں بن سکتا''

یہ درس و تدریس کی نعمتیں جو رب العالمین جل جلالہ نے نصیب فرمائی ہیں، حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کی الطاف و عنایات کے بدولت ہیں۔

دارالعلوم حقانیہ کا آغاز

مجھے خوب یاد ہے کہ جب حضرت الشیخؒ اپنی مادر علمی دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے تو اپنی مسجد واقع محلّہ ککے زئی میں مختلف علوم وفنون کی کتابیں طلبہ کو پڑھانے لگے تقریباً دس بارہ طلبہ ان کے درس میں ہوتے تھے ان طلبہ میں میرے بڑے بھائی مولانا حافظ سید محسن شاہ مرحوم اور میرے ماموں مولانا سید مبارک شاہ مرحوم بھی حضرت رحمۃ اللہ سے تفسیر و حدیث کی کتابیں پڑھ رہے تھے کبھی کبھی مجھے میری والدہ مکرمہ کسی کام کے سلسلہ میں اپنے بڑے بھائی کے پاس بھیجا کرتی تھیں تو حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ارد گرد بڑے بڑے معمر طلبہ بیٹھے ہوتے تھے،اور حضرت بآواز بلند درس دیا کرتے تھے۔

تفریح و چہل قدمی

میرے والد بزرگوار حضرت مولانا سید قدرت شاہ مرحوم حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار حضرت مولانا معروف گلؒ کے رفقاء میں سے تھے اور حضرتؒ کے ساتھ والہانہ محبت و عقیدت رکھتے تھے حضرت الشیخؒ روزانہ نماز عصر اپنی مسجد میں پڑھا کر مسجد اعظم گڑھ تشریف لاتے، جہاں میرے والد مرحوم پیش امام تھے پھر

دونوں حضرات وہاں سے اکوڑہ سٹیشن تک چہل قدمی کرتے واپسی حضرت الشیخ مسجد اعظم گڑھ میں مغرب کی نماز پڑھا کر اپنے دولت کدہ واپس تشریف لے جاتے۔

حضرت مدنیؒ کی نگاہِ انتخاب

دارالعلوم دیوبند میں دوران طالب علمی بعض طلباء کو کتابیں پڑھاتے تھے اساتذہ مشائخ کرام کی حد درجہ توقیر و تکریم فرماتے تھے، شیخ الاسلام، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے نگاہِ انتخاب نے ہمارے شیخ حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کو اپنے مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند میں منصب تدریس کے اعزاز واکرام سے نوازا، اپنی شیخ و مرشد کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے حضرت دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، اونچی درجے کی کتابیں پڑھانے لگے، بہت جلد حضرتؒ کی قابلیت، افہام وتفہیم کی بے مثال صلاحیت، فصاحت و بلاغت کی شہرت ہوئی۔

۴۷ء میں وطن واپسی

جولائی ۱۹۴۷ء میں حضرتؒ تعطیلات موسم گرما میں اپنے وطن مالوف تشریف لائے میں ان دنوں حضرت مولانا قاضی حبیب الرحمٰنؒ سے کافیہ ، کنز الدقائق، نفحۃ الیمن پڑھ رہا تھا، جن کو حضرتؒ نے مدرسہ تعلیم القرآن اکوڑہ خٹک میں دینی کتب پڑھانے کے لیے بطور مدرس مقرر فرمایا تھا۔

مدرسہ تعلیم القرآن اور قاضی حبیب الرحمٰن

مدرسہ تعلیم القرآن جس میں پرائمری تک تعلیم دی جاتی تھی اور ساتھ ساتھ طلبہ دینیات بھی لازمی مضمون کے طور پر پڑھتے تھے اسی مدرسہ کی بنیاد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے رکھی تھی، حضرت شیخ الحدیث ان کے سر پرست تھے اور اکوڑہ خٹک کے بعض مخلص حضرات اس مدرسہ کے اراکین تھے حضرتؒ نے مولانا قاضی حبیب الرحمٰن مرحوم کو اس مدرسہ میں مقرر فرمایا تا کہ جو طلبہ پرائمری سکول سے

فارغ ہوجائیں اوروہ عربی علوم پڑھنے کے مشتاق ہوں،ان کو دینی کتابیں پڑھائیں، اس کوعربی شعبہ کے نام سے ایک مستقل شعبہ بنادیا یہ ناچیز اورعلاقہ خٹک کے موجودہ قاضی حضرت مولانا قاضی انوارالدین صاحب اور حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ اس عربی شعبہ کے اولین طلبہ تھے اکوڑہ خٹک کے چار دیگر طلبہ بھی اس شعبہ عربی میں داخل ہوئے مگرانہوں نے ایک سال پڑھنے کے بعد انگریزی سکول میں داخلہ لے لیا۔

جب حضرتؒ ہمیں کافیہ پڑھاتے تھے

جولائی ۱۹۴۷ء میں جب حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعطیلات میں اکوڑہ خٹک تشریف لائے تو میرے والد بزرگوارؒ نے حضرت شیخ الحدیثؒ کو فرمایا کہ اس دفعہ شیر علی شاہ اورانوارالدین دونوں کو اپنے ساتھ دارالعلوم دیوبند لے جائیں، یہ دونوں وہاں آپ کی خدمت کریں گے اورآپ سے علمی استفادہ کریں گے حضرت بہت خوش ہوئے اورفرمانے لگے کہ ان تعطیلات میں آپ دونوں روزانہ آیا کریں اورکافیہ شروع کریں تا کہ علم نحو میں استعداد پیدا ہو،ہم دونوں علی الصباح حضرتؒ کے دولت کدہ پر حاضر ہوجاتے اوران کے مہمان خانہ میں ان سے کافیہ پڑھتے تھے حضرتؒ کے مبارک ہاتھوں میں تحریر سنبٹ کی کتاب ہوتی تھی اورعجیب انداز میں ہمیں کافیہ پڑھاتے تھے،دن بدن ہمارا علمی شوق وذوق میں اضافہ ہوتا رہا اوردارالعلوم دیوبند کے درودیوار دیکھنے کے تصورات سے دل ودماغ میں سرور وانبساط محسوس کرتے۔

تقسیم ہند کا فیصلہ

۱۴راگست کو جب تقسیم ہند کا فیصلہ کیا گیا،غالباً ۲۷ررمضان کی رات تھی،اکوڑہ خٹک کے باشندوں ہندو،سکھ کی کثیر تعداد کو پولیس وفوج کی نگرانی میں ٹرین کے ذریعہ ہندوستان بھیجا گیا شوال کا مہینہ تھا میں حضرتؒ سے کافیہ پڑھ رہا تھا،مہمان خانہ کی

کھڑکیوں سے لوگ نظر آرہے تھے جو ہندوؤں کے گھروں اوردوکانوں سے سامان لوٹ کراپنے گھروں کو لے جارہے تھے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ رونے لگے

حضرتؒ نے جب دیکھا تو رونے لگے اور إنا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگے، فرمانے لگے،کیا ظلم ہورہاہے،میں حیران تھا کہ حضرتؒ کیوں رورہے ہیں؟ حضرت کی دوررس نگاہیں مسلمانانِ ہند کی طرف متوجہ تھیں کہ اب انتقام میں ان پر کیا گزرے گی،اپنے مشائخ کرام اوراسلافِ عظام کی جدائی ان کو رُلا رہی تھی اکوڑہ خٹک کی وسیع عیدگاہ میں عیدالفطر کی نماز کے موقع پر تقسیم ہند پاکستان کے سلسلہ میں سوز وگداز سے بھرپور تقریر فرمائی اور لاکھوں مسلمانوں کی خونریزی،فسادات اوراکابرین دیوبند کی جدائی پر حسرت انگیز کلمات ارشاد فرمائے،سب لوگ رورہے تھے۔

طلبہ کا اصرار اور تدریسی خدمات

ماہِ شوال کے وسط میں ضلع پشاور اورضلع مردان کے وہ طلبہ حضرتؒ کے پاس آئے جو دارالعلوم دیوبند میں حضرتؒ سے پڑھ رہے تھے سب مغموم وپریشانی کے عالم میں تھے کہ اب کیا ہوگا ہم کہاں سے اپنی علمی تشنگی پوری کریں گے،حضرتؒ نے اپنے رقیق اورشفیق دل کی وجہ سے ان مہمانانِ رسول ﷺ کی علمی آبیاری کو برقرار رکھنے کی خاطر اپنی مسجد میں حدیث،تفسیر اور کتابوں کی خوشخبری سنائی کہ جب تک دارالعلوم دیوبند جانے کے لیے راستے ہموار نہیں ہوتے تو یہاں آپ لوگ پڑھتے رہیں تا کہ تمہارے اوقات ضائع نہ ہوں۔

حضرتؒ کی اوّلین تدریسی ٹیم

پہلے سال دورہ حدیث شریف میں آٹھ طلبہ تھے دوسرے سال تعداد بڑھ گئی

حضرتؒ نے اپنے ساتھ اپنے تلامذہ کو بھی تدریسی خدمات سرانجام دینے پر مامور فرمایا جو دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو چکے تھے مرحوم قاضی حبیب الرحمٰن تو پہلے ہی سے مدرس تھے، حضرت مولانا محمد شفیق رحمہ اللہ، حضرت مولانا میاں محمد فیاضؒ اور حضرت مولانا ڈاکٹر اسرار الحقؒ تدریسی خدمات سرانجام دینے میں مصروف ہوئے حضرتؒ کی مسجد ہی میں یہ پانچ علماء کرام مختلف کتابیں پڑھانے لگے۔

طلبہ کا مشورہ اور حقانیہ کے لیے چندہ

طلبہ نے باہمی مشورہ کرکے حضرتؒ سے اجازت مانگی کہ حضرتؒ! ہماری خواہش ہے کہ ربیع الاوّل کے مہینے میں ہمیں دس دن کی تعطیلات دی جائیں، تاکہ طلبہ اپنے اپنے علاقوں کے اہل خیر حضرات سے دارالعلوم حقانیہ کے لیے چندہ جمع کرلیا کریں حضرتؒ نے اساتذہ اوراراکین سے مشورہ کرکے اجازت دیدی ہم بھی چار ساتھی، بخشالی، گجرات، رستم وغیرہ کی طرف نکلے۔

دس دن میں چالیس (۴۰) روپے کا چندہ

ہمارے ساتھیوں میں محترم قاضی انوار الدین صاحب مرحوم، عبدالرزاق سنگین مرحوم اور مولانا محمد شریف آف مصری بانڈہ تھے ہم نے دس دن میں صرف چالیس (۴۰) روپیہ چندہ جمع کرلیا ان دنوں لوگ چندہ سے ناآشنا تھے، بمشکل دو آنے چار آنے چندہ وصول ہوتا تھا ہم مسجدوں میں نمازوں کے بعد لوگوں سے دارالعلوم حقانیہ کا تعارف کراتے تھے کہ تقسیم پاک وہند کی وجہ سے طلبہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم اور دہلی کے مدارس سے محروم ہوگئے ہیں، اب اکوڑہ خٹک میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سابق استاد دارالعلوم دیوبند نے دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھ دی ہے۔ اس میں اس وقت اتنے طلبہ اتنے اساتذہ سے قرآن وحدیث پڑھ رہے ہیں، ان کی امداد ہر

مسلمان کا فریضہ ہے تو مسجد والے لوگ دو دو آنے چندہ دیتے سب چندہ دو ڈھائی روپیہ بن جاتا تھا ہم پیش امام کے نام رسید لکھ دیتے تھے متفرق حضرات بمعرفت مولانا صاحب پیش امام مسجد میاں گان وغیرہ۔

دارالعلوم حقانیہ دیوبند ثانی ہے

آج رب العالمین جل جلالہ کے عنایات بے غایات اور لامتناہی احسانات کے مناظر آپ کے سامنے ہیں کہ دارالعلوم حقانیہ کو شانِ کریمی نے وہ مقام عطا فرمایا ہے کہ خود دارالعلوم دیوبند کے جلیل القدر، عظیم المرتبت، سلطان العلماء، حضرت مولانا قاری محمد طیب طیّب اللہ ثراہ جب دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ اجلاس دستار بندی میں تشریف لائے اور دارالعلوم حقانیہ کے علمی خدمات کا مشاہدہ فرمایا تو بے اختیار فرمانے لگے دارالعلوم حقانیہ دیوبند ثانی ہے۔ آج تمام عالم اسلام میں دارالعلوم حقانیہ کے مستفیدین اور فضلاء پھیلے ہوئے ہیں اور اطراف واکنافِ عالَم میں دین کے اہم شعبوں میں مصروف عمل ہیں خطباء، واعظین، مدرسین، مؤلفین، قضاۃ، مفتین، اصحاب اہتمام و انصرام بڑے بڑے عہدوں پر فائز و متمکن ہیں آج دارالعلوم حقانیہ أقامها الله وأدامها متنبّی کے اس شعر کا مصداق ہے......

فشرق حتى ليس للشرق مشرق   وغرّب حتى ليس للغرب مغرب

دارالعلوم حقانیہ کا فیض مشرق ومغرب تک پہنچ گیا ہے......

ع   بہ ہر زمین کہ رسیدیم آسمان پیام ست

جہاں بھی جائیں، آپ کو اس عظیم علمی مرکز کے فیض یافتہ ملیں گے، کیف ماا تفق علماء نہیں ایسے ویسے فضلاء نہیں بلکہ نامور، محقق، مدقق علماء، شیوخ التفسیر، شیوخ الحدیث، عبقری فقہاء اور اصولین آپ کو نظر آئیں گے۔

مولانا عبدالقیوم حقانی مسلم الثبوت خطیب

یہ ہمارے حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی جو آپ کے سامنے جلوہ افروز ہیں، بہت اہم، نمایاں مناصب پر فائز ہیں ایک معیاری امتیاز علمی مرکز جامعہ ابوھریرہ کے مہتمم ہیں، صاحب تحریر وتقریر ہیں، بے شمار علمی، دینی، مذہبی کتابوں کے مصنف، مسلم الثبوت خطیب، مجاہد، تصوف اور خلافت جیسی مقدس صفات کے حامل ہیں ......

ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا !

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی جو یہاں موجود ہیں ان پر دارالعلوم حقانیہ کے ہزاروں فضلاء قیاس فرماویں۔

اضاخیل کے باچا صاحبان

یہ اضاخیل بالا کے صاحبزادگانِ کرام، صاحبزادہ حضرت مولانا رحیم اللہ باچہ صاحب اور صاحبزادہ حضرت مولانا نثار اللہ باچہ صاحب اوران کے صاحبزادے مولانا انوار اللہ باچا صاحب یہ سب دارالعلوم حقانیہ ہی کے فضلاء ہیں، اسی چشمہ علم وعرفان سے سیراب شدہ حضرات ہیں اضاخیل میں یہ عظیم علمی دانشکدہ جامعہ اسلامیہ جس میں سینکڑوں طلبہ اور طالبات قرآن وحدیث کے علوم ومعارف پڑھ رہے ہیں، یہ دارالعلوم حقانیہ کی شاخیں اور فروع ہیں آج دارالعلوم حقانیہ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ (ابراهيم: ٢٤) ”مانند درخت پاکیزہ کی جڑ اس کی محکم ہے اور ڈالیاں اس کی بیچ آسمان کے“ اسکی جڑیں تحت الثریٰ تک پہنچی ہیں اوراس کی شاخیں آسمان کو بوسہ دے رہی ہیں۔

بعض دیگر مدارس کا تذکرہ

یہ محترم قاری عمر علی صاحب اوران کا عظیم الشان مدرسہ جامعہ تحسین القرآن

اور حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب اوران کا ممتاز جامعہ عثمانیہ اور حضرت مولانا نصیب علی شاہ کا عظیم مرکز علمی المرکز الاسلامی، مولانا محمد محسن صاحب کا عظیم جامعہ حلیمیہ پیز وسینکڑوں مدارس ہیں، سینکڑوں فضلاء ہیں جو دارالعلوم حقانیہ کے آغوش تربیت سے فیض یافتہ ہیں درحقیقت یہ ہمارے مخدوم ومؤقر، مرشد ومربی حضرت شیخ الحدیثؒ کے سراپا اخلاص وللّٰہیت اور اعمال صالحہ کی برکات وثمرات ہیں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی تضرع وعبدیت

ان کے تضرع والحاح سے معمور دعواتِ مستجاب کا اثر ہے میں نے حضرتؒ کی معیت میں کئی اسفار کئے ہیں کئی بار ملتان کے مدارس، خیر المدارس اور قاسم العلوم کے اجلاسوں، جامعہ اشرفیہ لاہور کے جلسوں، راولپنڈی کے مدارس کے جلسوں اسی طرح بنوں کے مختلف مدارس کرک، کوہاٹ، پشاور، مردان، چارسدہ وغیرہ جہاں کہیں بھی حضرتؒ کا پروگرام ہوتا تھا تو حضرتؒ اس خادم کو شرفِ خدمت سے نوازا کرتے تھے آدھی رات کے بعد حضرت مصلے پر بیٹھ کر نوافل اور ادائے وظائف میں مشغول ہوجاتے تھے اور زار وقطار روتے تھے، ان کے ان دعواتِ نیم شبی کے برکات ہیں کہ جہاں جائیں دارالعلوم حقانیہ کا فاضل موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت میں اعلیٰ منصب پر فائز کیا ہے......

دلا بسوز کہ سوزِ تو کارہا بکند
دعائے نیم شبت دفعِ صد بلا بکند

کاش! اس عظیم اجتماع کو دارالعلوم حقانیہ میں ہی رکھتے، بہرحال اہلیان اضاخیل بالا قابل صدداد وتحسین ہیں کہ انہوں نے سبقت کا تمغہ حاصل کیا اور وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ (الواقعة: ١٠-١١) میں شامل ہوگئے۔

شیخ الحدیثؒ کے حوالہ سے عالمی مثالی اجتماع کی خواہش

میری تمنا ہے کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے حوالے سے ایک عالمی اور مثالی کانفرنس ہو جس میں عرب وعجم کے نامور مشائخ علماء بلائے جائیں، دارالعلوم دیوبند کے تمام اکابر، ندوۃ العلماء اور مظاہر العلوم کے اکابر کو دعوت دی جائے اور دارالعلوم حقانیہ کے تمام فضلاء کو دعوت دی جائے۔

میں انہی کلمات پر اپنی تقریر ختم کر رہا ہوں میں بیمار ہوں، اب بھی بخار ہے مگر اپنے محسنِ عظیم، مربی ومرشد کی یاد میں منعقدہ اجلاس میں شرکت اپنے لئے سعادت سمجھ رہا ہوں بمشکل یہ چند کلمات آپ حضرات کی خدمت میں پیش کئے اس سمع خراشی پر معذرت خواہ ہوں۔

ماہنامہ ''القاسم'' مئی، جون ۲۰۰۶ء

خطاب

شیخ الحدیث حضرت

مولانا حسن جان شہیدؒ

حضرت مولانا شیخ الحدیث حسن جان شہیدؒ

تعارف

مولانا جید محقق عالم، مدرس، شیخ الحدیث، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے فارغ التحصیل اور پھر دارالعلوم حقانیہ میں حدیث اور دوسرے اعلیٰ درجہ کی کتابیں پڑھاتے رہے، مردان کے نواب امیر محمد خان نے دارالعلوم اکبر مردان کے نام سے ادارہ قائم کیا اور مولانا کو حقانیہ چھوڑ کر وہاں آنے پر مجبور کیا پھر کئی سال تک جامع مسجد شاہ فیصل درویش پشاور کے شیخ الحدیث رہے ہیں۔ کسی بد بخت اور نامعلوم قاتل کے ہاتھوں نماز مغرب اور افطار کے وقت پشاور کے وزیر باغ کے علاقہ میں انہیں شہید کیا گیا، دوسرے دن قیوم سٹیڈیم میں تاریخی جنازہ ہوا اور پشاور کے باہر جھگڑا کے مقام پر ایک مدرسہ میں سپرد خاک کئے گئے۔ ہماری دوستی اور شناسائی نے نصف صدی کا عرصہ دیکھا اس میں گرمجوشی ۱۹۶۳ء میں میرے پہلے سفر مدینہ منورہ کے دوران آئی ان کے ساتھ جامعہ اسلامیہ مدینہ کے دروس میں اعزازی شرکت کے علاوہ مطالعاتی دورہ میں خیبر وفدک کے سفر میں شرکت اور مدینہ منورہ کے آثار وآثر اُحد و جہاد کی خصوصی رہنمائی ملی، چند سال حقانیہ کی تدریس کے دوران خصوصی قرب ملا، ایران زاہدان وغیرہ کا اکٹھے سفر کرنے کا خوشگوار موقع بھی ملا...... (س)

شرعی نظام اور اس کی ضرورت

کارخانہ عالم اور اس کا تکوینی اور تشریعی نظام

وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (آل عمران:۸۵)

دو قسم کے نظام

اللہ تعالیٰ نے اپنے علم اور حکمت کے ماتحت دو قسم کے نظام پیدا کئے ہیں ایک تکوینی نظام اور دوسرا تشریعی نظام تکوینی نظام کے دو حصے ہیں علویات اور سفلیات۔

علویات: تکوینی نظام میں یہ کرۂ عالم ہے جس میں ہر چیز عجائبات وغرائب کا آئینہ دار ہے اور خداوند قدوس کے معرفت اور اسکی حکمت وقدرت کی ایک ضخیم کتاب ہے......

برگ درختاں سبز در نظر ہو شیار
ہر ورقے دفتر یست معرفت کردگار

کارخانۂ عالم

اگر آپ اندھیری رات میں اس نیلگوں آسمانی فضاء پر نظر ڈالیں تو آپ اِن اَن گنت ستاروں کی تعداد اور روشنی سے اس یقین محکم پر مجبور ہوں گے کہ واقعی اس عظیم

الشان کارخانے کا بنانے اور چلانے والا اس کے پرزوں کونہایت مضبوط ترتیب وسلیقہ سے جوڑنے والا اور ہزاروں اور لاکھوں برس سے ایک ہی انداز سے اس کی حفاظت کرنے والا بڑا زبردست حکیم وقدیر صانع ہے جس کے حکیمانہ تصرف اورنفوذ واقتدار سے اس کارخانے کا کوئی چھوٹا بڑا پرزہ بھی باہرنہیں یہ کام یوں ہی بخت واتفاق یا بے شعورطبعیت اوراندھے بہرے مادہ سےنہیں ہوسکتا۔

جرائم فلکی کی تعداد

قدیم یونانی سائنس دان اپنے رصدگاہوں اور تجربوں کے مطابق ستاروں کی تعدادپچیس ہزارتک بتلاتے رہے پھرجدید دور کے سائنس دان اپنے ابتدائی تجربات کی روشنی میں ایک لاکھ تک بتلا گئے پھردس لاکھ تک تعداد بڑھانے لگے آخرایک کروڑ سے ایک سوساٹھ کروڑ تک تعداد بڑھا دی اوراب کہنے لگے کہ ستاروں کی تعداد کے بارے میں ہم یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے ممکن ہے کہ اس تعداد سے زیادہ ہوں۔

ستاروں کی روشنی

بعض ستاروں کی روشنی ابھی تک زمین کونہیں پہنچ سکی ہے اس میں ایسے ستارے بھی ہیں جن کی روشنی ایک لاکھ ساٹھ ہزارمیل فی سیکنڈ کی رفتار سے زمین کی طرف آرہی ہے

ستاروں کا حجم

عام ستاروں کے علاوہ بعض سورج سے بھی بڑے ہیں مثلاً قطبی ستارہ جوہمیں سب سے چھوٹا ستارہ محسوس ہوتا ہے ''جدی'' سورج سے چوّن ہزار گنا بڑا ہے اور خود سورج ہمارے زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا ہے...... ع قیاس کن زگلستان من بہارمرا

ستاروں کی ضرورت

ہرایک ستارے میں کتنے عجائبات وغرائبات ہوں گے جوانسان کے تصور میں بھی نہیں آسکتے سورج اور چاند وغیرہ کی روشنی اورگرمی خاص مقدار میں کرۂ ارضی کومحفوظ رکھتی ہے اوراگراس مقدار میں ذرا بھی کمی بیشی آجائے تو کوئی جاندار بھی صفحۂ ارض پر زندہ نہیں رہ سکے گا صرف سورج کی روشنی جوزمین تک پہنچتی ہے اس کا فی گھنٹہ وزن چار سواسی من ہے حالانکہ پوری دنیا کی مصنوعی بجلی کا وزن فی گھنٹہ چھ چھٹانک ہے اوراس کا خرچہ چودہ کروڑ ڈالر ہے اوراگرسورج کی روشنی ہمیں قیمتاً دی جاتی تو پوری دنیا کی دولت بھی سورج کی ایک گھنٹے کی روشنی کے لئے کافی نہ ہوتی۔

ہوا

اسی طرح ہوا کو لے لیجئے جوتقریباً ہرانسان کے لئے روزانہ۱۴گیلن اوسطاً کی ضرورت ہے اورانسانوں بلکہ تمام جان داروں کومفت مل رہی ہے یہ تھا علویات کامختصر نقشہ اورسفلیات کے بارے میں سنیے!

عالم مشاہدہ

سفلیات پرنظرڈالئے اقوام متحدہ کی رپورٹ ۱۹۵۶ء کے مطابق دنیا میں فی گھنٹہ اوسطاً چھبیس ہزارانسان پیدا ہوتے ہیں، جبکہ اموات اٹھارہ ہزارفی گھنٹہ اوسطاً واقع ہوتی ہیں پھرہرانسان کی شکل الگ، اوراخلاق، عمر، عقل وغیرہ ہرچیز کافرق یہ صرف رب العالمین کی ربوبیت کاملہ کا ادنیٰ کرشمہ ہے ان سب کے لئے بچپن سے فناء تک اسباب حیات اوررزق مہیا کرنا یہ صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے اورانسانی قوت سے بالاتر ہے اسی طرح تمام حیوانات بلکہ ہرذرہ عالم خداوندقدوس کی حکمت وربوبیت اورعلم کا بڑا نظارہ پیش کرتا ہے زمین پرایسے خطے اب بھی موجود ہیں جہاں انسان کی رسائی نہیں ہوسکتی یہ تو

عالم مشاہدہ کا حال ہے اور رہا غیب جو ماوراءالحس ہے اور عام لوگوں کی نظر سے باہر ہے
مثلاً عالم ملائکہ وجن وارواح وغیرہ ان کا کیا کہنا ہے؟ اس عالم مشاہد میں جو چیزیں پیدا
ہوئی ہیں وہ کس عجیب ترتیب اور مناسبت کے ساتھ ہیں جس میں کسی خطا یا نامناسب کا
تصور بھی نہیں کیا جاسکتا انسان کی ساخت اور شکل کو دیکھ لیجئے اور پھر بدن کا باطنی وظاہری
حصہ آنکھوں کی بناوٹ اور پھر اس کی حفاظت کیسے ہوئی؟ اگر آنکھیں چہرے کے بجائے
گردن یا پیٹھ میں ہوتیں یا دو کے بجائے ایک آنکھ ہوتی یا ذقن کے نیچے یا گالوں پر ہوتیں
تو کتنی بری معلوم ہوتیں اسی طرح ناک اگر پیشانی یا گالوں یا بدن کے کسی دوسرے حصہ
میں ہوتی تو کتنی بری نظر آتی اسی طرح تمام حواس اور ان میں جو قوتیں ودیعت کی گئی ہیں
دنیا میں کوئی عاقل آپ کو ایسا نہیں ملے گا جو اس عظیم تکوینی نظام میں انگشت نمائی کر سکے یا
اس کا غلط ہونا اور دورِ جدید کے لئے غیر مناسب ہونا ثابت کر سکے انسانی مصنوعات میں
آئے دن تبدیلی ہوتی رہتی ہے مگر خدائی مصنوعات میں جو یہ تکوینی نظام ہے نہ غلطی کا
امکان ہے اور نہ ہی اس سے بہتر نظام کا تصور ہوسکتا ہے۔

کمیونسٹ نظریہ پر رد

اب اگر کوئی کمیونسٹ یا دھری یہ نظریہ قائم کرے کہ یہ سب کچھ طبیعت
(Nature) کا اثر ہے اور اس کے لئے کوئی خالق نہیں یعنی خدا کا انکار کرے تو ہم یہ پوچھ
سکتے ہیں کہ آخر طبیعت کیا ہے اور طبیعت ایک ہے یا مختلف اور متعدد اگر ایک ہے تو
عجیب بات ہے کہ مؤثر ایک ہے اور آثار مختلف رونما ہوئے اور اگر طبیعتیں متعدد ومختلف
ہیں تو پھر ان میں یہ اختلاف کس نے پید کیا ہوا ہے؟

ائمہ کرام کے مشاہدے

حضرت امام مالکؒ کے پاس ایک دہری آیا اور پوچھا کہ خدا کے وجود کی

علامت کیا ہے؟ قریب ہی گلاب کے پھول کا درخت تھا آپ نے درخت کی طرف
اشارہ کیا اور فرمایا کہ اس درخت میں ایک تنا ہے پتا اور پھول ہے اور تینوں کے مختلف
رنگ ہیں حالانکہ زمین کی قوت سب کے لئے ایک جیسی ہے پانی اور روشنی سب کو یکساں
میسر ہے ہوا تینوں کو برابر لگتی ہے لیکن اثرات مختلف رنگوں میں رونما ہوتے ہیں۔

امام شافعیؒ سے کسی نے خدا تعالیٰ کے وجود کی مثال چاہی آپ نے فرمایا یہ
شہتوت کا درخت ہے اگر اسے شہد کی مکھی کھا جاتی ہے تو شہد پیدا ہو جاتا ہے اور اگر ریشم
کا کیڑا کھا جاتا ہے تو ریشم بنا دیتا ہے اور اگر ہرن کھا جاتی ہے تو کستوری بن جاتی ہے
آخر یہ فرق کس نے پیدا کیا؟

تشریعی نظام

خالق کائنات نے انسان کو اختیاری زندگی بسر کرنے کے لئے دوسرا نظام پیدا
فرمایا ہے جو انبیاء کرامؑ کی وساطت سے دنیا کو ملا ہے جسے ہم شریعت، نظام مصطفیٰ اور
اسلامی نظام وغیرہ کے مبارک ناموں سے تعبیر کرتے ہیں۔

انسانی زندگی کا تکوینی حصہ

انسان کے تین حالات تکوینی نظام کا حصہ ہیں ایک حصہ اختیاری ہے جس
کے لئے تشریعی نظام نافذ کیا گیا انسانی زندگی میں تکوینی نظام کے تین حصے ہیں ایک
پیدائش کی حالت کے کہ کس شکل میں پیدا ہوا کہاں اور کیسے پیدا ہوا؟ دوسرا پیدائش کے
بعد کی حالت یہ زندگی اختیاری اور غیر اختیاری دو حصوں میں منقسم ہے غیر اختیاری حصہ
جیسے مدت عمر، گرمی، سردی، بخار، بڑھاپا وغیرہ تکوینی نظام سے متعلق ہے تیسرا حصہ
موت کی حالت کہ کہاں اور کیسے واقع ہوئی؟ یہ دہریوں پر ایک زبردست ردّ ہے۔

خردشیف کا غلط خیال

خردشیف نے روس میں اعلان کیا کہ میں نے خدا کا تصور ختم کر دیا ہے کیونکہ انسان سے بڑی قوت کہیں ہے ہی نہیں، تو خدا کا کیا مطلب؟ کسی نے جواب دیا کہ مختصر سمجھو کہ تمہارا باپ کسی نے مارا؟ ماں بیٹی وغیرہ کو کسی نے موت کے گھاٹ اتارا جبکہ آپ وزیر اعظم ہیں اور اس وقت آپ سے بڑی قوت کوئی نہیں تو کون سی وہ عظیم قوت ہے جو آپ کے والدین وغیرہ کو مارتا ہے فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ (البقرہ: ۲۵۸)

انسانی زندگی کا تشریعی حصّہ

اللہ تعالیٰ نے ایک چوتھی حالت پیدا کی جو اختیاری زندگی ہے یعنی ایک اعضاء کی خلقت ہے جو تکوینی نظام کا حصہ ہے اور ایک ان کا استعمال ہے جس کے لئے تشریعی نظام بھیجا گیا ہے ظاہر ہے کہ انسان نہ تو مجبور محض ہے اور نہ بالکل با اختیار اور آزاد حضرت علیؓ کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھا کہ میں مجبور محض ہوں یا بالکل با اختیار آپ نے سادہ اور حسی جواب دیا اور فرمایا کہ ایک ٹانگ اٹھا لو اس نے اٹھا لی فرمایا اب دوسری ٹانگ اٹھاؤ کہا اٹھاؤں تو گر جاؤں گا آپ نے فرمایا بس اتنا ہی اختیار ہے اور اتنے ہی مجبور۔

نظام شریعت کی تعریف

اس نظام کا خلاصہ اور تعریف یہ ہے کہ خدا اور مخلوق خدا کے حقوق کو جاننا، ماننا اور پھر ادا کرنا اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے حقوق جاننے میں چونکہ عقل کی رسائی ممکن نہیں اس لئے اس میں تعلیمات انبیاء کرام علیہم السلام کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں رہتا جو کہا أعرف الناس بر بهم ہیں انبیاء کرام کیوں مبعوث ہوئے انسانی حقوق اور معرفت کے لئے انبیاء کرامؑ مبعوث فرمائے گئے ملائکہ کو یہ ذمہ داری نہیں سونپی گئی اس لئے کہ

ملائکہ اگر اپنی اصلی وجود میں ہوتے تو وہ انسان کو نظر نہیں آتے اور کسی حیوان کی شکل میں ظاہر ہوتے تو استفادہ کے لئے مناسبت ضروری ہے اور وہ نہ ہوتی اور اگر انسانی شکل میں ہوتے تو اگر کھاتے پیتے تو یہی انبیاء کرام ہیں اور اگر انسانی ضروریات سے پاک ہوتے تو ان چیزوں میں ان کا اتباع کیسے ہوتا؟ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام بھیج دیئے تا کہ انسانوں کے لئے پوری زندگی میں مثالی نمونے بن جائیں اور خوشی وغم اور جہاد وغیرہ کے علاوہ معاشرت میں بھی ان کا اتباع ہو سکے چنانچہ انبیاء کرامؑ ان کے وارثین علماء ربانیینؒ کے بیان کئے بغیر کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے اس لئے کہ لکل فنٍ رجال ''ہر فن کیلئے اس کے ماہرین ہی چاہیں'' مضر صحت غذاؤں اور موسم اور فضاؤں کے اختلاف سے صحت کے علاج و معالجہ کے لئے ماہرین طب کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے اسی طرح عقائد، اعمال اور اخلاق کی صحت کی خرابی کے لئے اور اس کے علاج و تربیت کے لئے اسی سے متعلق ماہرین کی طرف جانا پڑتا ہے جو انبیاء کرامؑ اور ان کے جانشین و وارثین علماء حق کہلاتے ہیں۔

عقل دستور زندگی تیار نہیں کر سکتی

بعض لوگ اس خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ زندگی کا طریقہ عقل سے معلوم کر لیں گے انبیاء کرام کی کیا ضرورت؟ لیکن ہمارے بزرگ علماء کے خیال میں یہ نظریہ غلط ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ عقل مختلف اوقات میں خارجی اثرات سے متاثر ہوتی ہے دوسری وجہ یہ کہ دنیا والوں کے عقول مختلف ہیں ہر ایک اپنے زاویہ فکر پر سوچتا ہے عقل کی تو حالت یہ ہے کہ ہندوستان کے سب سے پہلے صدر ڈاکٹر رام چند پرشاد ''اوم'' کی عبادت کرتا تھا ''اوم'' عورت اور مرد کے عضو خاص کا نام ہے مہادیو اور پاربتی کے مجسمے بنائے جاتے تھے اور انہیں سجدہ لگاتے تھے حالانکہ دوسری قومیں اس کے اظہار کو موت سمجھتی ہیں۔

جاپان جو صنعتی دنیا میں امریکہ اور یورپ کو بھی مات کر گیا ہے لیکن شاہی خاندان کی حالت دیکھئے! کہ شہزادہ مچیکو اور اس کی والدہ کتوں کی عبادت کرتے ہیں ذرا بتائیے! کہ یہ عقل بھی کوئی قانون زندگی تیار کر سکتی ہے؟

لیکن انبیاء کرام علیہ السلام جو ان عام چیزوں سے متاثر نہیں ہوا کرتے بلکہ ہر طرح سے معصوم و مامون ہیں اور ان کی تعلیمات میں بنیادی طور پر کوئی اختلاف نہیں ہے اس لیے اس کا دامن تھامے بغیر اور ان کا اتباع کئے بغیر کبھی کامیاب زندگی میسر نہیں ہو سکتی اور نہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے انبیاء کرام کی تعلیمات علماء کرام کے ذریعے ہی قوم کو پہنچ جاتی ہے اسی لیے ان کا اتباع بھی انبیاء کرام اور شریعت کا اتباع کہلاتا ہے۔

اسلام اور دیگر نظام ہائے زندگی میں تفاوت: سات وجوہات

تشریعی نظام میں جو خداوند قدوس کی طرف سے انبیاء کرام کے ذریعہ سے دنیا کو ملا اور بالخصوص ہماری شریعت جو سید الاوّلین والآخرین کی وساطت سے خیر الامم کو ملی ہے یہ تمام انسانی نظاموں اور ازموں سے اعلیٰ ہے بلکہ وہ اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں جس کے لئے بطور اختصار مندرجہ ذیل وجوہ ملاحظہ کیجئے:

پہلی وجہ: تشریعی نظام خداوند قدوس کا بنایا ہوا نظام ہے اور باقی نظام اور ازم انسانی خیالات کا نتیجہ ہیں، ظاہر ہے کہ جب بنانے والوں میں کوئی مناسبت نہیں تو ان کے بنائے ہوئے نظام بھی آپس میں کوئی مناسبت نہیں رکھتے......

ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

دوسری وجہ: انسانی علم محدود ہے اور انسان دنیا کی ضرورتوں حتیٰ کہ انسانیت کے تقاضوں سے بھی پوری طرح واقف نہیں اسلئے انسان کے عقل سے تیار کردہ نظام

میں نقص ہوگا اور انسانی ضرورتوں اور تقاضوں کے لئے پورا اور مفید نہ ہوگا جبکہ اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کا علم غیر محدود ہے وہ انسان بلکہ تمام عالم کا خالق ہے اس لئے اسے عالم انسان اور اس کے تمام تقاضوں کا پورا پورا علم ہے ظاہر ہے کہ اس کا نظام تمام ضروریات پر محیط ہوگا اور اس میں کسی قسم کی کمی یا نقص کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ماہرین طب کہتے ہیں کہ ہم انسانی امراض کو سولہ آنے میں سے چھ آنے بھی معلوم نہیں کر سکے ہیں اور دوسرا حکیم کہتا ہے کہ انسانی امراض کی ہم تین فیصد تشخیص بھی نہیں کر سکے ہیں۔

تیسری وجہ: انسان زیادہ سے زیادہ اپنے زمانے، اپنے وطن اور اپنی ہی قوم کے حالات سے واقف ہوتا ہے اس لیے اس کا نظام صرف اپنے زمانہ، اپنی قوم اور اپنے وطن ہی کے لئے مفید رہ سکتا ہے مگر اس میں بھی زمانہ، قوم اور وطن کی تبدیلیوں کے ساتھ تبدیلیاں لانی پڑتی ہیں اس کے برعکس اللہ تعالیٰ حال، ماضی اور مستقبل تمام زمانوں کا عالم ہے اور تمام اوطان کے لیے کارگر ہوگا جس میں تبدیلی کی ضرورت نہ ہوگی البتہ اگر اللہ تعالیٰ خود ہی کسی قوم یا زمانے کے لئے خاص کر دے تو یہ اور بات ہے۔

چوتھی وجہ: انسانی نظام خواہ وہ شخصی ہو یا پارلیمانی اپنی پارٹی اور قوم سے متاثر ہوتا ہے اس میں ضرور اپنی پارٹی یا اپنے گروہ کا زیادہ لحاظ ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے بالاتر ہے اس کا کسی سے قومیت وطنیت کا علاقہ نہیں اس لئے اس کے نظام میں یہ خامیاں ہرگز نہیں ہوں گی۔

پانچویں وجہ: تمام انسانی نظام دنیا کی چند روزہ زندگی سے تعلق رکھتے ہیں اللہ کا نظام دنیا و آخرت کی کامیابی کا ضامن ہے۔

چھٹی وجہ: انسانی نظام صرف بدن کی اصلاح کرتا ہے اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کا نظام روح اور بدن دونوں کی اصلاح کرتا ہے جو انسان کی حقیقت کے اہم

حصے ہیں اور دونوں میں اعلیٰ جزء روح ہے جو انسانیت کا حقیقی مصداق ہے اور بدن کی مثال تو اس کی لباس کی ہے اس لیے شرعی نظام میں عقائد ، اور عبادات ، معاملات ، اخلاقیات اور فضائل وغیرہ سب شامل ہیں جو باقی نظاموں میں نہیں ہیں ۔

ساتویں وجہ: ہر نظام کی صحت کو معلوم کرنے کے لئے دو چیزوں کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے اوّل یہ کہ وہ نظریہ جس پر ایک نظام کی بنیاد رکھی جاتی ہے غلط ہے یا صحیح ہے دوم اس کی حکمت عملی کہ کس حد تک ملک وقوم کے لئے امن وسکون اور خوشی کا ضامن ہے ۔

شرعی نظام کے علاوہ تمام ازموں اور نظاموں کی بنیاد غیر فطری اور ناقص نظریہ پر رکھی گئی ہے مثلاً سوشلزم کا نظریہ معاشیات کی بنیاد پر ہے اور صرف پیٹ کا مسئلہ حل کرتا ہے اور جو خالقِ کائنات کے انکار پر مبنی ہے اور چونکہ اس کی حکمت عملی تکوینی نظام اور فطری نظریہ کی مخالف اور متصادم ہے اس لیے یہ نظام کسی بھی قوم کے لیے خوشی اور امن و سکون یا خوش حالی کا ضامن نہیں ہوسکتا ہے البتہ چند لٹیروں اور چوروں کی حوصلہ افزائی کرسکتا ہے جو پوری قوم اور وطن کے لیے خون خرابہ اور فساد کا باعث ہوگا ۔

آٹھویں وجہ: دنیا کے تمام انسانی نظاموں میں جو مصلحتیں ملحوظ ہوتی ہیں اور جو کسی حد تک انسانی معاشرہ کے لیے ضروری سمجھی جاتی ہے وہ سب اعلیٰ معیار میں شرعی نظام میں موجود ہیں اور جو نقصانات دوسرے نظاموں میں ہیں اسلام ان سے بالکل پاک اور مبرّا ہے عقائد اور عبادات اور اخلاق کے علاوہ تعزیرات وحدود اور معاشی مسائل کے لیے جو قوانین وضع کئے گئے ہیں ان کی نظیر نہیں ملتی ۔

تعزیرات وحدود کا مقصد

تعزیرات وحدود کا نظام پانچ چیزوں کی حفاظت کے لیے ہے :

(۱) عقل (۲) نسب (۳) دین (۴) مال (۵) نفس

عقل کی حفاظت

عقل کی حفاظت کیلئے جو انسان کو دیگر حیوانات سے ممتاز کرتی ہے شریعت نے شراب اور دیگر منشیات کے استعمال پر پابندی عائد کر دی ہے اور اس کے خلاف ورزی کرنے والوں کیلئے حد اور تعزیر مقرر کر دی ہے ۔

نسب کی حفاظت

اسی طرح نسب کی حفاظت کے لیے شریعت نے پردہ لازمی قرار دیا ہے اور جنسی اختلاط اور آوارہ گردی وغیرہ تمام بے حیائیوں پر پابندی لگائی ہے اور اس کی مخالفت کرنے والوں پر حدود اور تعزیرات مقرر کی گئیں ہیں ورنہ کچھ معلوم نہ ہوگا کہ یہ کس کا بیٹا ہے اس لیے ایک انگریز مفکر گبن کہتا ہے کہ:

’’یورپ کی آبادی پینتالیس کروڑ ہے لیکن اس میں ۴۵ لڑکے ایسے نہیں ملیں گے جو صرف اپنے باپ کی اولاد ہو اور ۴۵ لڑکیاں ایسی نہیں ملیں گی جو بلوغ سے پہلے پاک رہ گئیں ہوں‘‘ اور ایک جرمن عورت اسی لیے یہ کہنے پر مجبور ہوئی کہ’’ کاش ! میں اسلامی خاندان میں پیدا ہوتی ‘‘

دین کی حفاظت

دین جو تمام عقائد، اخلاق اور اعمال کا نام ہے اس کی حفاظت کے لئے مرتد کی سزا قتل مقرر کی گئی ہے ۔

مال کی حفاظت

مال کی حفاظت کے لیے چوری ، دغا بازی ، اور جوا وغیرہ ممنوع قرار دیا گیا ہے اور ایسے جرائم پر حدود تعزیرات نافذ کی جاتی ہیں ۔ ایک ملحد نے چور کے ہاتھ کاٹنے کی حد پر اعتراض کیا ہے کہ ہاتھ کی قیمت تو پانچ ہزار روپے ہے اور ہاتھ کاٹا جاتا ہے تو

دس روپے چوری کرنے پر اور اس پر تعجب کیا ہے......

يد بخمس مأ ين عسجد وديت
مابالها مقطوعة فى ربع دينار

لیکن علماء نے اس کا جواب دیا ہے......

عز الأمانة أغلاها و أرخصها
ذل الخيانة فأنظر حكمة البارى

یعنی لما کانتا امینتین کانتا ثمینتین و لما خانتا ھانتا، امانت دار مظلوم ہاتھ کی قیمت اور دیت پانچ ہزار ہے جبکہ ظالم خائن کی ہاتھ دس روپے کے بدلہ میں کاٹا جاتا ہے۔

نفس کی حفاظت

نفس کی حفاظت کے لیے قانون قصاص ہے جو معاشرے کی پرامن زندگی کا ضامن ہے اس شرعی نظام سے دوسرے نظاموں کا موازنہ کیجئے اور جہاں شرعی نظام نافذ نہیں ہے وہاں مختلف قسم کے جرائم کا اندازہ لگایئے! تو سوچنے کیلئے بھی وقت درکار ہے یقین کیجئے کہ شرعی نظام کی حدود وتعزیرات میں جو امن وسکون اور ان پانچ چیزوں کی حفاظت کیلئے ضمانت ہے وہ کسی بھی نظام میں نہیں۔

اسلام میں معاشیات کا نظام

اسلام میں جہاں تک معاشیات کے نظام حیات کا تعلق ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اسلام کا معاشی نظام مواسات، ہمدردی اور اخوت پر مبنی ہے اسلام نے مال داروں پر فقیروں اور مساکین کے لئے معدنیات میں سے پانچواں حصہ زمین کی پیداوار سے دسواں حصہ اور بیسواں حصہ اور تجارت میں چالیسواں حصہ سالانہ مقرر کیا ہے اس کے علاوہ فطرانہ، قربانی اور نذر وکفارات ہیں جن کے ذریعے دولت ہمیشہ غریبوں اور

امیروں میں تقسیم ہوکر گردش کرتی رہتی ہے اور اس بنیادی نکتہ مواسات اور ہمدردی سے محبت اور عدل و انصاف کی فضاء قائم رہتی ہے اسلام نے خرچ اور آمد دونوں کے لئے اصول مقرر کئے ہیں جن سے ظلم، عداوت اور مطلق العنانی وغیرہ خود بخود ختم ہو جاتے ہیں جو کہ دوسرے نظاموں میں پائے جاتے ہیں۔

دعوت وتبلیغ کے چند اصول

نظام شریعت کی دعوت اور اس کے اجراء کی جدو جہد کے لئے تین اصول مد نظر رکھنے چاہئیں اور یہ تینوں اصول قرآن کریم سے مستنبط ہیں اور انبیاء کرام کا معمول رہ چکے ہیں۔

پہلا اصول

سب سے پہلا اصول علم ہے شریعت کے علم حاصل کئے بغیر آپ اس کے محاسن اور فوائد کو نہ تو خود جانتے ہوں گے اور نہ دوسروں کو بتلا سکتے ہوں گے اس طرح کسی اعتراض اور ردوقدح کا جواب بھی نہیں دے سکتے یہ اصل میں قرآن کریم کی اس آیت سے ماخوذ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (یوسف: ۱۰۸)

”تو کہہ دے کہ یہ میری راہ ہے بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر اور جو میرے ساتھ ہیں اور پاکی ہے اللہ کی اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں“

دوسرا اصول

دوسرا اصول دعوت کا حکمت ہے دعوت و اصلاح میں ہوشیاری اور دانائی سے کام لینا، اور ہر قوم کو ان کے فہم وعقل کے مطابق سمجھانا پڑتا ہے یہ اصل اس آیت کریمہ

سے ماخوذ ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ (النحل ۱۲۵)

''اللہ کی راہ کی طرف بلاتے رہو حکمت اور اچھے وعظ سے اور بحث کرو ان سے اچھے طریقے پر بے شک تیرا رب خوب جانتا ہے ان لوگوں کو جو اس کی راہ سے گمراہ ہوئے اور وہ خوب جانتا ہے سیدھے راستہ پر چلنے والوں کو''

تیسرا اصول

دعوت وارشاد کا تیسرا اصول صبر ہے اس میدان میں ہر قسم کی سختیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں قید وبند اور ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار رہنا پڑتا ہے اور یہ اس ارشاد باری تعالیٰ سے معلوم ہوتا ہے، حضرت لقمان اپنے بیٹے سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (لقمان: ۱۷)

''اے میرے بیٹے! نماز قائم کیا کرو اور بھلائی کی طرف دعوت دو اور برائی سے روکو اور اس مصیبت پر جو تم کو پہنچے صبر کیا کرو بیشک یہ تیری ہمت والا کام ہے''

وما علینا الا البلاغ

الحق ج ۱۳، ش ۶، مارچ ۱۹۷۸ء

خطبات

شیخ الحدیث حضرت مولانا

عبدالحلیم دیروی صاحب

حضرت مولانا عبدالحلیم دیروی صاحب

تعارف

مولانا دارالعلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل اور مدرس ہیں، زمانہ طالب العلمی کے میرے رفیق درس اور اس وقت سے بے پناہ مشفق ودعاگو، تفسیر کا دورہ بھی رمضان میں پڑھاتے ہیں ان کا بیٹا مولانا سعید الرحمٰن حقانی دارالعلوم کے مدرس، دوسرا بیٹا مولانا مطیع الرحمٰن حقانی رابطہ عالم اسلامی اسلام آباد سے وابستہ ہیں اور رمضان میں جاپان کے ایک اسلامی مرکز میں خدمات انجام دے رہے ہیں، داماد مولانا انوارالحق بھی فاضل حقانیہ ہیں، یہ سب مدرسہ عائشۃ للبنات کے نام سے دارالعلوم کے قریب ایک اہم ادارہ بھی چلا رہے ہیں تلامذہ نے ''دیر بابا'' کے نام سے شہرت دی۔

خانقاہی نظام تزکیہ باطن اور اصلاح قلب کا ہسپتال

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَ فِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَ مِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى (طه:۵۵) وقال النبیﷺ تحفة المؤمن الموت (مشكوٰة :ح ۱۵۵۲) وقال النبیﷺ اذا مات الإنسان انقطع عمله إلا من ثلاثٍ صدقة جارية، وعلم ينتفع اومن وولد صالح يدعو له (ترمذی:ح ۱۳۷۶) أذكروا الله حتىٰ يقال لك المجنون (الحديث)

خانقاہی نظام کے برکات

میرے محترم مسلمان بھائیوں! حضرت مفتی صاحبؒ کے معتقدین، اس وقت جو ہم ادھر حاضر ہوئے ہیں اس گاؤں میں یہاں پر ایک خانقاہی نظام ہے اور یہ حضرت مفتی صاحبؒ کی برکت سے چل رہا ہے خانقاہی نظام متحدہ ہندوستان میں اور تقسیم کے بعد بھی چل رہا تھا اس خانقاہی نظام میں بہت برکات ہیں۔

امراض دو قسم پر ہوتی ہیں (۱) امراض جسمانی (۲) امراض روحانی

امراض جسمانی

بیماری کھانسی، پیچش، دست ، ہیضہ، زکام وغیرہ یہ امراض انسان کے ظاہری بدن سے تعلق رکھتے ہیں یہ جسمانی بیماریاں بہت ہیں اور ان امراض کیلئے اس ملک میں آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہزاروں ڈاکٹر، طبیب، بازار در بازار، جنگل در جنگل ان کے اطباء موجود ہیں انسان پر سردردی آجاتی ہے تو ڈاکٹر کے پیچھے جاتا ہے ہسپتالیں سرکاری وغیرسرکاری موجود ہیں ہر بیماری کیلئے الگ الگ ڈاکٹر موجود ہے نہ تو وہ دوسری بیماری کا علاج کرتے ہیں اور نہ ہی کر سکتے ہیں۔

امراض روحانی

ان امراض کا تعلق انسانی بدن کے ساتھ نہیں ہے بلکہ ان امراض کا تعلق انسان کے قلب وروح کے ساتھ ہوتا ہے امراض روحانی وجسمانی میں فرق ہے، حضرت مفتی صاحبؒ پندرہ سال سے بیمار رہے آپؒ وفات پا گئے تو بیماری بھی ختم ہوگئی، اور امراض روحانی ایسی امراض ہیں کہ اگر دنیا میں ان سے شفا نہ پائی اور ان سے اپنے آپ کو پاک نہ کیا تو یہ آپ کے ساتھ ہی ہوں گے، قبر میں بھی، میدان حشر میں بھی یہاں تک کہ یہ امراض آپ کو جہنم میں داخل کر دیں گے ﴿أعاذنا الله منها﴾ امراض جسمانی قبر کے اندر کچھ نہیں کر سکتیں اور امراض روحانی سے اگر چھٹکارا نہ پایا تو یہ قبر میں بھی ہوں گی اور یہاں تک کہ جہنم میں بھی داخل کر دینگی يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (الشعراء ۸۸-۸۹) اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا (الکھف ۴۶) دنیا کے مال، اولاد کا تعلق صرف دنیا میں ہوتا ہے کہ جس کے پاس مال ہو تو لوگ اس کی عزت بھی کرتے ہیں اس سے تعلق بھی رکھتے ہیں یہاں تک کہ کتے بھی دولت مند کے پیچھے نہیں بھونکتے، کتے بھی حساس ہیں، کہ

جب کسی غریب آدمی کو دیکھتے ہیں تو اس کے پیچھے بھونک پڑتے ہیں اور وہ صرف دنیا کیلئے ......

ہر کہ برادار ندارد قوت بازو ندارد
وہر کہ مادر ندارد شفقت ندارد

مال و دولت صرف دنیاوی زندگی کی زینت ہے

مال ودولت دنیاوی زندگی کی زینت ہے يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ (شعراء ۸۸) یہ مال اوراولاد آپ کو آخرت میں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ. وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ. لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ. وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ. ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ (عبس ۳۴-۳۸) ہر ایک کے ساتھ اپنا غم ہوگا اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (الشعراء۔ ۸۹) انسان کے فائدے کی چیز دل ہے کہ اگر یہ دل شک وشبہ سے خالی ہو، اس میں محبت واطاعت کا جذبہ ہو، تو یہ دل آپ کو فائدہ دے گا اور اس ہی دل کی صفائی کی وجہ سے عذاب خداوندی سے نجات پاؤ گے (انشاءاللہ) وقال النبی ﷺ ألا وإن فی الجسد مضعةً إذا صلحت صلح الجسد كله و إذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهی القلب (مسلم:ح ۱۵۹۹)

پیغمبر کا طریقہ علاج

پیغمبر خدا ﷺ نے تمام دنیا کو نجات کا طریقہ بتایا ہے اور دم (درود) بتایا ہے وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗ اَحَدٌ (الفجر: ۲۶) ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ. اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ (المعارج: ۳۲، ۳۳)

اس کے دل میں خدا کی محبت نہیں اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہے اس کے عذاب سے بچنے کیلئے پیغمبر ﷺ نے علاج بتایا ہے (اور وہ اوپر والی حدیث ہے) تمام بدن کے

نجات کا دارومدار صرف ایک ٹکڑے (دل) پر ہے تمام بدن اس ٹکڑے کا محتاج ہے، جب یہ صحیح ہو گیا اس میں خدا کا خوف آ گیا تو طاعت کا جذبہ پیدا ہو گا۔ان الکلام لفی الفواد وانماجعل اللسان علیه دلیلا ۔

تمام باتوں کا مرکز اور مشین قلب ہے بات اصل میں دل میں بنتی ہے اور زبان اس کی تعبیر کرتی ہے۔

خانقاہی نظام جسم کا نہیں روح کا ہسپتال ہے

محترم مسلمان بھائیو! اس فانی بدن کی نجات کا دارومدار اس معمولی ٹکڑے پر ہے جو کہ قلب ہے بزرگان دین خانقاہی نظام میں اور حضرت مفتی صاحبؒ اور خلفاء آپ لوگوں کے ہاتھ، پاؤں کی اصلاح نہیں کرتے، بدن کی اصلاح خانقاہی نظام میں نہیں ہوتی بلکہ اس کا اصلاح قلب کے ساتھ تعلق ہے آپ کے نقشبندی سلسلہ کی تمام وظائف کا تعلق قلب سے ہے۔

نظر برقدم کے مطالب:

ہر نظر برقدم یہ سلسلہ نقشبندیہ کا ایک سبق ہے اور یہ سبق قادریہ میں آخری سبق ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اگر راستے پر جا رہے ہو (تو بکری کی طرح ادھر ادھر نہ دیکھو) نظر کو قدم پر رکھنا چاہئے یعنی آنکھوں کی نظر قدم پر جمانا چاہئے، جس طرح نماز میں قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ اور یہاں پر خدا فرماتا ہے لا یلتفت یمینا وشمالا (اختلاس من الشیطن ہے) رکوع میں پاؤں پر سجدہ میں ناک کے سرے، پر قعدہ میں گود پر تب نماز میں توجہ الی اللہ حاصل ہوگی، خشوع و عاجزی پیدا ہو گی، ایک جگہ نظر جم جائیگی

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ . وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ (النور ۳۰، ۳۱)

نظر کی حفاظت

نظر کو نیچے رکھیں تاکہ بدنظری سے بچ سکیں، آپ کی آنکھیں تیر ہیں اگر کسی کے ساتھ لگ ہوگئی تو کسی کو ماردیں گے نظر کو بچا کر رکھنا ہو گا نظر نیچے رکھنے سے انسان بہت سے امراض و مصیبتوں سے بچ جاتا ہے جو انسان اپنی نظر کو نہیں بچاتا قیامت کے دن اس کی آنکھوں میں گرم سیخ رکھی جائیگی۔

کسی کی مال و دولت سے متاثر نہ ہونا

نظر کو نیچے رکھو تاکہ کسی کی موٹر، بنگلہ، مال و دولت پر نظر نہ پڑ جائے، ایسا نہ ہو کہ اس کی محبت میں گرفتار ہو جاؤ محبت صرف اللہ کے ساتھ ہو (نظر برقدم)

نظر کی وجہ سے تنزل یا عروج

یہ قدمین (پاؤں) ایسے عجیب ہیں کہ انسان ان کی وجہ سے گردش کرتا ہے یہ قدم آپ کو منزل مقصود تک پہنچانے والے ہیں اس قدم کے ساتھ تنزل، سفل ادنیٰ اور اعلیٰ مقام تک پہنچا ہو گا۔

دل کے روحانی امراض

اس قلب کے اندر ایسی امراض ہیں کہ اگر ان کا علاج نہ کیا گیا یہ امراض قبر میں ہمارے ساتھ ہوں گی اور ہمیں جہنم تک پہنچا دینگی ریاء یہ بدن کی بیماری نہیں ہے قلب کی ہے، شرک قلب کی بیماری ہے، شہرت پانے کا شوق یہ قلب کی بیماری ہے، بغض، عداوت، وغیرہ یہ قلب کی بیماریاں ہیں، حسد کرنا یہ قلب کی بیماری ہے، اس کے مقابلے میں غبط ہے اور یہ حسن ہے اس طرح ریا اور شہرت طلبی کا حال ہے حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ایک مجاہد کو لایا جائے گا اور اس سے سوال ہو گا کہ میں نے آپ کو بدن دیا تھا، صحت دی تھی اس بدن کو کہاں خرچ کیا تھا، مجاہد جواب دیگا اے اللہ! تیرے

راستے میں جہاد کرتے ہوئے جان قربان کر دی ، تو اللہ فرمائیں گے کذبت تو نے
جھوٹ بولا بلکہ تو نے شہرت پانے کیلئے یہ سب کچھ کیا تھا اس کے بارے میں جہنم کا
فیصلہ کر دیا جائے گا ، پھر قرآن کے قاری کو لایا جائے گا جب اس سے سوال ہوگا تو وہ
جواب دے گا اے اللہ ! قرآن کی خدمت کرتا رہا ، اللہ فرمائیں گے نہیں تو نے جھوٹ
بولا بلکہ تو نے شہرت پانے کیلئے یہ سب کچھ کیا تھا جہنم کا فیصلہ ہو جائے گا ، پھر ایک دولت
مند کو لایا جائے گا تو وہ اس سوال کے جواب میں کہے گا کہ اے اللہ ! سارا مال تیرے
راستے میں خرچ کر دیا تھا ، اللہ فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا بلکہ اس لئے کیا تھا کہ لوگ
تجھے سخی کہے تعریفیں کریں اس کے بارے میں بھی جہنم کا فیصلہ ہو جائے گا (الحدیث)

خانقاہی نظام ذکر اللہ سے تزکیہ نفس و اصلاح قلب

خانقاہی نظام قلب کی اصلاح کیلئے ہوتا ہے ، پھر ان تمام طرق کا مقصد ایک
ہی چیز ہے کہ قلب میں تزکیہ اور صفائی آجائے ، پھر طریقے مختلف ہیں اور ان کا تعلق بھی
قلب کے ساتھ ہے ، ریاء وشہرت ، تکبر وغرور وغیرہ ، یہ تمام امراض ذکر اللہ کے بغیر دور
نہیں ہوسکتی ، بزرگان دین روحانی امراض کے طبیب ہیں ، دنیاوی ڈاکٹر ان کا علاج
نہیں کر سکتے بزرگان دین ایسی ذکر بتا دیں گے کہ یہ تمام بیماریاں آپ سے دور ہو
جائیں گی الحسد یأ کل الحسنات کما تأکل النار الحطب (ابوداؤد: ح ۵۰۴۰)
حسد کی تعریف تمنی زوال نعمت غیر سواء حصل له او لا حسد علماء کے اندر بہت ہے
تجار وغیرہ میں بھی یہ بیماری عام ہے اور یہ بیماری خانقاہی نظام اور بیعت کے بغیر دور
نہیں ہوسکتی ألا وإن فی الجسد مضغةً إذا صلحت صلح الجسد كله و إذا
فسدت فسد الجسد كله ألا وهی القلب (مسلم:ح ۱۵۹۹) حسد اور بغض دور ہو
جائے گا۔

حضرت مفتی فرید صاحب کے اوصاف حمیدہ

ہمارے حضرت مفتی صاحبؒ نور اللہ مرقدہ بالکل صاف آدمی تھے ان کے اندر
کوئی بغض وحسد، غرور وتکبر نہ تھا ہم نے ان کیساتھ وقت گزارا ہے (ہم ان کی خدمت میں
حاضر ہوتے رہتے تھے، الحمدللہ انہوں نے صحیح اور احسن طریقے سے ہماری رہنمائی کی) آج دنیا میں
ہر آدمی پیر بننا چاہتا ہے (یہ افغانیوں میں زیادہ ہے) پیر بننا کوئی آسان کام نہیں یہ لوگوں کی
اصلاح کرنا ہے ہر آدمی پیر نہیں بن سکتا أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ
يَحْزَنُوْنَ . الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ (یونس ۶۲، ۶۳) چرسی ، داڑھی منڈوانے والا
اور ننگا پیر نہیں بن سکتا اگر ان کو کچھ کہا جائے تو انکے مرید کہتے ہیں کہ کچھ نہ کہو جل جاؤ
گے اسکی داڑھی ہے مگر ہمیں نظر نہیں آتی ، حالانکہ نبی کریم ﷺ کے داڑھی مبارک کے سفید
بال بھی صحابہ کرامؓ نے شمار کئے ہوئے تھے انکی تعداد چودہ (۱۴) یا انیس (۱۹) تھی اور یہ پیر
نعوذ باللہ آپ ﷺ سے بھی بڑا ہوگیا ہے کیا؟ الطهور شطر الإيمان (الدارمی: ص ۲۲۲)
کتاب الطہارت ہم پڑھتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے ، اللہ رب العزت کے ساتھ تعلق ، توجہ
اور دھیان پیدا کرنا ہوگا اور جب یہ پیدا ہوگا تو تمام بیماریاں ختم ہو جائیں گے اور یہ تمام
خانقاہی نظام کا مقصد ہے ، اللہ کا خوف ، محبت کبریائی اور عظمت پر یقین پیدا ہو جائے۔

کائنات میں تفکر

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (الاحزاب: ۴۱) "اے ایمان
والوں اللہ کا ذکر کثرت سے کرو یہاں تک کہ لوگ مجنون کہنے لگیں" الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا
وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ
هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (ال عمران: ۱۹۱) آیات آفاقی وانفسی میں ایک
لمحے کیلئے تفکر کرنا یہ بڑی عبادت ہے البعرة تدل على البعير و نقوش الا قدام تدل

علی المسیر والسماء ذات البروج ، والارض ذات الجبال کیف لا تدل علی ذات العلیم الخبیر انسان کی کامیابی کا راز دل کی صفائی میں ہے، خانقاہی نظام کا مقصد دل کو صاف کرنا ہے لکل شئ جلا وجلاء القلوب ذکر اللّٰہ (الحدیث) کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ (المطففین: ۱٤)

ذکر اللہ دل کا ریگ مال

گناہوں کی وجہ سے قلوب پر میل آتا ہے جس طرح حدیث میں آتا ہے کہ دل پر ایک داغ لگ جاتا ہے محسوسات کیلئے ایک جدا ریگ مال ہے اور غیر محسوسات کیلئے جدا ریگ مال ہے قلب کا ریگ مال ذکر اللہ ہے، جو لوگ خانقاہی نظام کیساتھ تعلق نہیں رکھتے تو دل میں تکبر آجاتا ہے اور یہ ذکر اللہ سے دور ہوتا ہے، انسان آپ کو انسان نظر آئے گا اور اپنا آپ حیوان نظر آئیگا کل بنی آدم خطاء فخیر الخطائین التوابون (ترمذی: ح ۲٤۹۹)

سوائے انبیائے کرامؑ کے تمام لوگ گناہگار ہیں ذنوبی کثیر ورحمتك وسیع فاغفرلنا یہ کلمات پڑھا کریں خانقاہی نظام اسلئے ہے کہ دل کی اصلاح ہو جائے۔

حضرت مفتی صاحب ولی کامل تھے

حضرت مفتی صاحبؒ اپنے زمانے کے بہت بڑے آدمی تھے، ولی کامل تھے، ہر انسان کو موت آتی ہے......

لو کانت الدنیا تدوم لواحد

لکان رسول اللہ ﷺ فیها مخلدا

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (طٰہٰ:۵۵)

زمین میں دفن کرنا اس میں عزت ہے مسلمان پر دہری کا اعتراض ہے کہ اسلام کے تمام طریقے پسند ہیں مگر یہ مردے کو دفن کرنا یہ پسند نہیں ہے، تو ایک عالم نے جواب دیا کہ

ایک پاکستانی آدمی تھا اس نے اپنی اولاد کو تعلیم وغیرہ کیلئے یورپ بھیجا پھر ان لڑکوں نے وہاں اپنے لئے نوکرانی رکھ لی، پھر جب تعلیم ختم کر لی تو اب ماں کے پاس آئیں گے یا نوکرانی کے پاس رہیں گے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ماں کے پاس آئیں گے تو فرمایا اس کی مثال بھی اسی طرح ہے کہ یہ آگ، پانی، ہوا، وغیرہ یہ انسان کے خادم ہیں اور زمین یہ انسان کی ماں ہے اور ماں کے پاس آخرکار آنا ہے الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین

تحریک پاکستان کی نظریاتی اساس نفاذ شریعت تھا

حکمران ۴۴ سال سے مفاد پرستی کا رویہ اپنائے ہوئے ہیں
علماء حق نے ہر موقع پر دین کی بالا دستی کیلئے قربانیاں دی ہیں۔

علماء کا کسی تحریک کی قیادت حقانیت کی دلیل ہے

پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا ہے، اس کی اساس میں لاکھوں غیور علماء اور عوام کا لہو شامل ہے تحریک پاکستان کے موقع پر مسلم راہنماؤں نے اسلام کے مقدس نام کو لے کر تحریک شروع کی تو جان نثاراں اور فدائین اسلام نے ان کی آواز پر لبیک کہہ کر قربانی کے میدان میں اتر آئے، اس تحریک میں لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیا گیا، علماء کرام کو سؤر کی کھالوں میں بند کر کے لٹکا دیا گیا لیکن تحریک دن بدن ترقی کرتی رہی۔ جس تحریک میں علماء کرام کی قیادت ہو وہ کمزور نہیں ہو سکتی حتیٰ کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور دیگر علماء کرام نے صوبہ سرحد کا دورہ کر کے لوگوں کو تحریک پاکستان کے لئے ابھارا اور پھر اہل سرحد نے پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کیا اور اس پر مستزاد یہ کہ علماء کرام و مشائخ عظام نے اپنی مسندیں بھی چھوڑ دیں انہی کاوشوں کی وجہ سے پاکستان کے نام سے دنیا کے نقشہ پر ایک نیا ملک ابھرا، افسوس! کہ ۴۴ سال گذر گئے لیکن مملکت

خداداد پاکستان آج تک عالمگیر اور امن کے علمبردار نظام سے محروم ہے، یوں ان شہداء کے خون سے بے وفائی کی جارہی ہے۔

اس ملک کی اساس میں علماء کا لہو شامل ہے

چونکہ ملک کی اساس میں علماء کرام کا لہو اور جدو جہد کو دخل ہے اس وجہ سے آج بھی علماء حق ملک کی حفاظت اور دین کی بالا دستی کے لیے کوشاں ہیں اور ہر محاذ پر باطل اور یہودی لابی کے خلاف سرگرم عمل ہیں اور علماء کرام کا مقصد خدا کی زمین پر خدا کے نظام کو نافذ کرنا اور اسلام کی بالا دستی قائم کرنا ہے یہودی لابی اور استعماری قوتوں کے ایجنٹ علماء حق اور اسلام کے خلاف محاذ بنا کر مختلف ہتھکنڈوں کے ذریعے ان کو ناکام بنانے میں کوشاں ہیں لیکن ان کی یہ چالیں مکڑی کے گھر کی طرح ہیں جو حق کے مقابلہ میں خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتے ہیں

ع جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟

شریعت بل کے حق میں عوام کی تائید حق

مارشل لاء کے دور میں مولانا سمیع الحق اور قاضی عبداللطیف کے شریعت بل کو جب رائے عامہ معلوم کرنے کے لیے عوام کے سامنے پیش کیا گیا تو لاکھوں مسلمانوں نے شریعت بل کے حق میں اپنے جذبات کا اظہار کر کے حکومت پر واضح کر دیا کہ ہم علماء کے ساتھ ہیں اور اس مملکت خداداد کا مقدر صرف اسلامی نظام ہی ہے پھر انتخابات کے موقع پر جب آئی جے آئی کے راہنما اسلام کا نام لے کر عوام کے سامنے آگئے تو عوام نے اسلام کے نام کی لاج رکھتے ہوئے انتخابات میں آئی جے آئی کو کامیاب کیا اور وہ بھاری اکثریت سے کامیاب ہو گئے تو عوام نے واضح کر دیا کہ ہم امن اور سلامتی کے نظام کے خواہاں ہیں لیکن افسوس! کہ حکومت اور متعلقہ ممبران اسمبلی نے عوام کے ساتھ

دھوکہ اور غداری کر کے ان کے جذبات کو مجروح کیا، یہاں تک کہ استعماری وسامراجی ایجنٹوں نے اسلام کا نام لینے کو جرم قرار دیا اور علماء حق کی تذلیل کی کوشش کی اور ان کی پگڑیوں کو اچھالنے کی مذموم حرکتیں کیں۔

وفاقی شرعی عدالت نے مسلمانوں کی ترجمانی کی

وفاقی شرعی عدالت نے سودی کاروبار کو غیر اسلامی قرار دے کر قرآن و حدیث اور مسلمانوں کے دلوں کی ترجمانی کی تو مقابلہ میں موجودہ حکومت سودی کاروبار کے تحفظ کے لیے وکیل بن کر عدالت میں اس حکم کو چیلنج کرنے پر اتر آئی حالانکہ سودی کاروبار کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ ہے، اس کا مقصد لوگوں کے دلوں سے اسلامی احکام کا وقار ختم کرنا ہے۔

قائد جمعیت مولانا سمیع الحق صاحب کا مشن

بہرحال ہم ان حالات میں حکومت اور ملکی قیادت کو خبردار کر دینا چاہتے ہیں کہ ملک میں جس طرح کوئی انقلاب علماء کرام کی ہمنوائی اور قیادت کے بغیر نہیں لایا جاسکتا تو اسی طرح کوئی بھی نظام ملک علماء کے تعاون کے بغیر قائم نہیں کیا جا سکتا، اور جب علماء کرام نفاذِ شریعت کا مطالبہ کرتے ہیں جو ملک کی نظریاتی اساس کا تحفظ ہے، تو سب کا فرض ہے کہ وہ اس پر لبیک کہیں قائد جمعیت مولانا سمیع الحق اور جمعیت علماء اسلام کا یہی مشن اور یہی ہدف ہے جس میں انشاء اللہ ایک نہ ایک دن وہ ضرور کامیاب ہوں گے۔

اکابر دیوبند اور درس قرآن

مالٹا کے جیل میں دو سبق

شیخ الہندؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مالٹا جیل میں بہت سوچا کہ مسلمانوں کی تنزلی کس وجہ سے ہے؟ تو قرآن پاک سے مجھے یہ سمجھ میں آیا کہ اس تنزلی کے دو سبب ہیں، ایک غفلت ہے قرآن سے کسی مسجد میں جائیں کوئی بھی تلاوت نہیں کرتا اور یہی حال ہمارے گھروں کا بھی ہے جبکہ تنزلی کا دوسرا سبب گروہ بندی ہے آپ دیکھیں مسلمانوں میں کتنے گروہ ہیں خود علماء میں گروہ بندیاں ہیں ان گروہ بندیوں نے مسلمانوں کو تباہ کیا، یہ انگریزوں کی چال تھی جس میں وہ کامیاب ہوئے۔

مسلمانوں کی تنزلی کا ایک اور سبب

مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرمایا کرتے کہ مسلمانوں کی تنزلی کی ایک وجہ اور بھی ہے اور وہ غلط تفسیر ہے جیسا کہ چکڑالوی تفسیر کرتے ہیں، منکرین قرآن، منکرین حدیث، قادیانی، پرویزی اور مودودی کرتے ہیں، یہ لوگ زمانہ کو دیکھ کر تفسیر کرتے ہیں، صحیح تفسیر علماء کا کام ہے جو کہ یہ نہیں جانتے اس وجہ سے لوگ متنفر ہو رہے ہیں۔

اس کا نمونہ جیسا کہ پرویز نے لکھا ہے کہ اللہ کا معنی مرکزی حکومت ہے حج اکبر کا معنی لکھا ہے ”عالمی کانفرنس“ ”عالمی جلسہ“ اور یہ اس حدیث کا مصداق ہے کہ من فسرّ بغیر علم او بر أ یه فلیتبو أ مقعده من النار مولانا سندھیؒ فرمایا کرتے کہ میرے استاد یعنی شیخ الہندؒ راسخ فی العلم تھے میں نے ان کے ساتھ اٹھارہ سال گزارے، علم اور سیاست دونوں سیکھے، علم سیکھنے سے آتا ہے (Study) اور مطالعہ سے نہیں آتا امام بخاریؒ نے باقاعدہ باب قائم کیا انما العلم بالتعلم آج تک کوئی بغیر استاد کے صرف سٹڈی اور مطالعہ سے عالم نہیں بنا مودودیؒ تو وفات پا گیا لیکن اس کے رسالے موجود ہیں دجال کے واقعات کو احادیثی افسانے کہتا ہے اور یہ بھی کہ انکی کوئی حقیقت نہیں ہے صرف مطالعہ سے احادیث کے درمیان کوئی تطبیق نہیں کرسکتا ہے، اگر سٹڈی سے علم حاصل ہوتا تو تمام پروفیسر، ڈاکٹر عالم ہوتے اس لئے طلباء کو چاہیے کہ وہ اپنے اساتذہ کرام سے علم سیکھنے کی کوشش کریں اور صرف مطالعہ پر بھروسہ نہ کریں۔

علم کی دو قسمیں

امام لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ علم دو قسم کا ہوتا ہے، ظاہری اور باطنی، علم ظاہری کی حصول کیلئے پچاس فیصد ادب اور پچاس فیصد محنت ضروری ہے تب عالم بن جاتا ہے اکابر دیو بند درس قرآن میں وقت کی بدعات اور رسومات پر رد فرماتے مگر نام کسی کا نہ لیتے عوام کو قرآن پاک کے ترجمے اور تفسیر سے آگاہ کرتے اور عوام الناس کے دلوں میں قرآن پاک کی محبت ڈالتے شیخ الہندؒ نے قرآن پاک کا جو ترجمہ کیا اس کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔

امام احمد علی لاہوریؒ اور امام عبید اللہ سندھیؒ کا درس قرآن

امام احمد علی لاہوریؒ فجر کی نماز کے بعد درس دیتے جس میں عوام، خواص، جج

اور وکیل وغیرہ سب شریک ہوتے تھے عورتیں بھی شریک ہوتی تھیں مرد مولانا صاحبؒ کے سامنے اور عورتیں پس پردہ ہوتیں عورتوں کے آنے جانے کا الگ دروازہ تھا مولانا صاحبؒ ایک رکوع پڑھا کرتے تھے پھر اس کا سلیس ترجمہ فرمایا کرتے تھے پھر اس کی تفسیر باعتبار تاویل فرمایا کرتے الإعتبار والتاویل کا معنی یہ ہے استنباط الأحکام العمومیه من نصوص الخاصه امام لاہوریؒ ہر رکوع سے ایک حکم عمومی نکالا کرتے اور وقت کے مطابق اس کی تفسیر کرتے اس میں وقت کے بدعات اور رسومات پر رد فرماتے اور نام کسی کا بھی نہ لیتے اس واسطے مولانا صاحبؒ کے درس کی مقبولیت پنجاب میں عام ہوگئی تھی سکول کی بچیوں کیلئے الگ وقت پر الگ درس ہوتا تھا مولانا صاحبؒ اور بچیوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہوتا علماء کا درس الگ ہوتا تین مہینے میں علماء کو قرآن پاک سکھایا کرتے تھے درس میں فارغ التحصیل طلباء کو داخلہ دیتے تھے رمضان شریف کی اول تاریخ کو شروع ہوتا اور ذی القعدہ کے اختتام پر ختم ہوتا تھا علماء کے درس کی خصوصیت یہ تھی کہ ہر رکوع کا خلاصہ اور اس کے ماخذ یاد کراتے تھے اور سبق کے شروع کرنے سے پہلے سناتے تھے جو طلباء یاد نہیں کرتے تھے وہ بھاگ جاتے امام لاہوریؒ فرمایا کرتے جو طالب علم چلا جاتا ہے مجھے اس سے بہت صدمہ ہوتا ہے جیسے کسی کا بیٹا مر گیا ہو۔

فرمایا کرتے کہ سورۃ فاتحہ تمام قرآن کا خلاصہ، عنوان، نچوڑ اور دیباچہ ہے اس سورت میں قرآن پاک کی تمام مضامین اجمالاً موجود ہیں اسلئے اس سورۃ کو ام الکتاب اورام القرآن کہا گیا، فرمایا کرتے کہ حدیث شریف میں یہی الفاظ موجود ہیں اس سورت کے تقریباً تیرہ، چودہ نام لکھواتے فرمایا کرتے کہ اس سورۃ (فاتحہ) میں توحید ہے لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، رسالت ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، معاد موجود ہے، مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ، اس سورت میں دو قسم کے لوگ ہیں مقبولین بارگاہ الٰہی صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ

عَلَيْهِمْ یہ منعم علیہ ہیں اور مردود دین بارگاہ الٰہی غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ،
مغضوب علیہم وہ لوگ ہیں جن میں علم تو زیادہ ہے مگر عمل کے کھوٹے ہیں اور الضَّآلِّيْنَ وہ
لوگ ہیں جن میں عمل تو موجود ہے مگر انکے پاس علم نہیں ہے اول کا مصداق یہود اور
دوسرے کا مصداق نصاریٰ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے امام لاہوئیؒ کو فہم قرآن نصیب فرمایا تھا چنانچہ فرمایا کرتے کہ
قرآن کا خلاصہ یہ ہے ''کہ اللہ تعالیٰ کو عبادت سے رسول کو اطاعت سے اور مخلوق کو
خدمت سے راضی کرنا اور کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے جوڑ اور لوگوں سے
توڑ قرآن پاک کا خلاصہ ہے اللہ تعالیٰ نے ان سے دین کی بہت خدمت لی ہے مولانا
صاحبؒ کے والد ہندو زرگر تھے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی توفیق دی پھر ماں نے نذر مانی
کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا دیا تو وہ محرر ہوگا یعنی دین کیلئے آزاد ہوگا مولانا صاحبؒ فرمایا
کرتے تھے کہ میں محرر ہوں یعنی محرر فی الدین۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور درس قرآن

مولانا لاہوریؒ کے استاد مولانا عبیداللہ سندھیؒ تھے وہ سکھ تھے انکا نام بوٹا سنگھ تھا
تقریباً چودہ پندرہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا وہ بہت ذہین تھے مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان
لوگوں سے جنکے آباؤ اجداد مسلمان نہیں تھے خود مسلمان ہوگئے یا والدین مسلمان ہوگئے دین کی
اتنی خدمت لی جتنی اور کسی سے نہیں لی مولانا لاہوریؒ نے تقریباً ۴۵ سال لاہور میں دین کی
خدمت کی بڑی بڑی تکالیف برداشت کیں لاہور میں سب سے زیادہ ترجمہ پڑھانے والے
مولاناؒ ہی تھے مولانا حسین علی صاحبؒ ایک سورۃ پڑھانے کے بعد طلباء لاہوریؒ صاحب کے
پاس بھیج دیا کرتے فرمایا کرتے ''کہ ایک دفعہ ہمارا درس چالیس سال میں ختم ہوا''

حضرت مدنی شیخ الاسلام کیسے بنے؟

امام مولانا احمد علی لاہوریؒ فرمایا کرتے کہ علم نہ صرف سیکھنے سے حاصل ہوتا
ہے نہ فقط ادب سے، بلکہ دونوں مل جائیں تو علم حاصل ہوتا ہے، مولانا حسین احمد مدنیؒ
نے شیخ الہندؒ کی مالٹا جیل میں بڑی خدمت کی، وہاں پانی بہت ٹھنڈا ہوا کرتا تھا، شیخ
الہندؒ کمزور تھے، ٹھنڈے پانی سے وضو نہیں کرسکتے تھے، مولانا مدنیؒ نماز عشاء کے
بعد سلوری لوٹے میں پانی بھر کر اس کو اپنے سینے اور رانوں کے درمیان رکھتے، رات بھر
یہ عمل جاری رہتا تا کہ جسم کی حرارت کی وجہ سے پانی ذرا گرم ہوجائے تہجد کیلئے جب شیخ
الہندؒ اٹھتے تو انہیں وضو کراتے اس واسطہ مولانا مدنیؒ شیخ العرب والعجم بنے یعنی خدمت
کی بدولت۔

محمود حسنؒ سے شیخ الہندؒ تک

شیخ الہندؒ بھی شیخ الہند کیسے بنے، استاد اور استاذ کے والد کی خدمت کی وجہ
سے، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے والد محترم بیمار تھے انہیں دیوبند لائے، تا کہ علاج اور
خدمت اپنے ہاتھوں سے کرے ایک دفعہ مولانا قاسم نانوتویؒ اور شیخ الہندؒ کہیں باہر
تشریف لے گئے، والد صاحبؒ اکیلے کمرے میں تھے، بیماری اور کمزوری کی وجہ سے
اٹھنے بیٹھنے کے قابل نہیں تھے، اس وجہ سے رفع حاجت کیلئے نہ اٹھ سکے اور بیچارے سے
حاجت چلی گئی، دونوں حضرات جب واپس آئے تو دیکھا کہ غلاظت میں پڑے ہوئے
ہیں، دیگر حاضر لوگ سوچ رہے تھے کہ کیا کیا جائے کیونکہ بدبو زیادہ تھی مولانا محمود حسنؒ
لوگوں سے چھپ کر ان کے کمرے میں آئے دونوں آستینوں کو چڑھایا اور اس غلاظت کو
اپنے ہاتھوں سے اٹھایا اور جگہ کو صاف کیا اور مولانا قاسمؒ کے والد محترم کو بھی صاف کیا،
مولانا قاسمؒ خود صفائی کیلئے آرہے تھے لیکن جب آئے اور دیکھا تو دونوں ہاتھوں کو اٹھایا

اور دیر تک دعا کرتے رہے اور آخر میں فرمایا کہ یا اللہ! محمد قاسم کے ہاتھوں کی لاج رکھنا ،ان دعاؤں کی برکت تھی کہ محمود حسنؒ ، شیخ الہندؒ بنے اور آج تک لوگ انہیں شیخ الہند کے نام سے جانتے ہیں۔

شیخ الحدیثؒ اور دارالعلوم حقانیہ

ہمارے شیخ مولانا عبدالحقؒ بانی دارالعلوم حقانیہ جو کہ عوام اور خواص میں مقبول ہوئے اور شیخ الحدیث کے نام سے مشہور ہوئے ، میرا ذاتی خیال ہے کہ شیخ الحدیث کا یہ لقب مولانا صاحب کیلئے خاص ہے اکثر لوگوں کو جو شیخ الحدیث کہا جاتا ہے یہ رسمی ہے، شیخ الحدیث کی کتاب ''حقائق السنن'' دیکھی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مولانا صاحبؒ کی کتنی دقیق نظر تھی ، اللہ تعالیٰ نے شیخ الحدیثؒ کو بہت حوصلہ ، صبر اور علم دیا تھا ، معقول اور منقول دونوں کے عالم تھے اور جو مقبولیت حاصل ہوئی یہ مولانا مدنیؒ کی دعا تھی شیخ الحدیث فرمایا کرتے کہ میں عصر کی نماز کے بعد مولانا مدنیؒ کی خدمت اور انکے مہمانوں کی خدمت کیلئے حاضر ہوا کرتا اور جو خدمت بھی ہوتی سرانجام دیتا۔

فرمایا کرتے میں جب مولانا مدنیؒ کے گھر خدمت کیلئے جاتا تو پٹھان طالب علم اور دیگر طالب علم کہتے (جیسا کہ اکثر طلباء کی عادت ہوتی ہے) کہ چاپلوسی کرنے چلا گیا ، فرمایا کرتے کہ یہ حقانیہ جو آپ دیکھتے ہیں یہ مدنیؒ کی چاپلوسی (خدمت) کی برکات ہیں اس واسطے شیخ سعدیؒ نے کہا ہے...... جبر استاد بہتر از مہر پدر

استاد کی خوشامد کرو گے تو کچھ حاصل ہوگا ، ڈاکٹر کی خدمت سے صحت پاؤ گے اور استاد کی خدمت سے علم پاؤ گے ، استاد کی خدمت نہ کرو گے تو ہمیشہ جاہل رہو گے۔

عوامی درس قرآن اور حقانی فضلاء کی ذمہ داریاں

فضلاء حقانیہ کو چاہیے کہ ہر ایک مسجد میں امام بنیں اور قرآن پاک کا درس دس

پندرہ منٹ ضرور دیا کریں ، عوام کو قرآن پاک سے روشناس کرائے ، تا کہ لوگوں کی قرآن کریم کے ساتھ الفت اور محبت پیدا ہو ، صرف ترجمہ اور اس کے متعلق احادیث بیان کرے ، بدعات اور رسومات پر رد کرے مگر نام کسی کا نہ لے ، اختلافی مسائل سے پرہیز کریں ، بعض اوقات لوگ قصداً پوچھتے ہیں اس مسئلے کو خندہ پیشانی سے لکھ کر دارالعلوم حقانیہ یا اور کسی مدرسہ عربیہ جو کہ وفاق المدارس سے ملحق ہو ، کے مفتی کے پاس بھیجے ، اور جو فتویٰ آجائے اس پر عمل کرے ، کسی کے ساتھ جھگڑا فساد نہ کریں ، خاموشی کے ساتھ اپنا درس جاری رکھے۔

درس قرآن سے دین اور دنیا دونوں کا فائدہ ہوگا ، لاؤڈ سپیکر پر ترجمہ کرنا ہو شیخ الہندؒ کا ترجمہ دیکھ کر کرے ، لوگوں کی باتوں پر صبر کرے امام لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ دین کی خدمت کرو اللہ تعالیٰ بہت کچھ دے گا ، (اس دوران دیر بابا جی مسکرائے اور مسکراتے ہوئے پشتو کے دوشعر کہے......) ع صبر کوه خدائے به م در کړي

''صبر کرتے رہو تو اللہ مجھے تجھ کو دے دے گا''

طلباء کو چاہیے کہ تکالیف پر صبر کریں کسی کے سامنے اپنی شکایت کا اظہار نہ کریں بلکہ صبر ضروری ہے صبر سے جو چیز ملتی ہے وہ یقیناً بہترین ہوتی ہے من هدا ه الله الإسلام و علمه القرآن ثم شكا الفقر كتب الله الفقر والفاقة بين عينيه إلى يوم القيامة او كما قال عليه السلام (ميزان الاعتدال: ج ۲ ص ۱۸۲)

اپنی بات اس شعر پر ختم کرتا ہوں جو کہ طلباء کے لئے مفید ہو......

لو كان هذا العلم يدرك بالمنىٰ
ما كان يبقىٰ في البرية جاهل
فاجهد ولا تكسل ولا تك عافلاً
فندامة العقبىٰ لمن يتكاسل

خطبات

شیخ الحدیث حضرت مولانا

مغفور اللہ صاحب مدظلہ

حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب مدظلہ

تعارف

شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ دامت برکاتہم دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث اور روح رواں ہیں موصوف ایک جامع المعقول والمنقول شخصیت ہیں تدریسی زندگی کا اکثر حصہ انہوں نے منتہی کتابوں کی پڑھائی میں گزارا اللہ تعالیٰ نے ان کو بلا کا حافظہ دیا ہے ان کی تحقیقی تدریس سے ان کی علمیت اور ان کی نورانی چہرے سے ان کی تقوٰی اور پرہیزگاری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے

بعثت کے مقاصد اور رِجال اللہ کی اہمیت وضرورت

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (الجمعہ: ۲)

”وہی ہے جس نے عرب کے ناخواندہ لوگوں میں انہی (کی قوم) میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو (عقائد باطلہ واخلاق ذمیمہ سے) پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانش مندی کی باتیں سکھلاتے ہیں“

صفت امی قابل فخر

حضور ﷺ کو اُمی کہا گیا اور امیّوں میں ہی مبعوث ہوئے اُمی اُم سے ماخوذ ہے ماں کی طرف منسوب ہے اَن پڑھ کو کہتے ہیں، اس لئے اَن پڑھ کی نسبت ماں کی طرف ہوتی ہے باپ سے یا کسی اور سے ابھی تک لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا ہماری اصطلاح میں امی جاہل کو کہتے ہیں جو عمدہ صفت نہیں لیکن حضور ﷺ کیلئے یہ ایک اعلیٰ صفت ہے جاہل کے معنی میں نہیں بلکہ صرف لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے لیکن امی ہونے کے باوجود آپ ﷺ فضل کے لحاظ سے اتنے بلند تھے کہ ساری دنیا کے معلم اور مربی تھے ایسے امیوں میں ایک عظیم الشان نبی کو مبعوث کیا۔

فرائض منصب نبوت

آپ ﷺ کا تعلق حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں، قریش قبیلہ سے تھا، آپ کی بعثت کا مقصد اور ذمہ داری قرآن پاک میں یوں بیان ہوئی ہے قرآن کی تلاوت کرنا، انسانیت کو ظاہری وباطنی نجاستوں سے پاک کرنا، تزکیہ کی تعلیم دینا، حضور ﷺ نے ظاہری نجاستوں سے پاکی کا طریقہ اور اس کا حکم بھی بتلادیا ہے اور باطنی نجاستوں کا بھی اخلاق رزیلہ اور عقائد باطلہ جیسی گندی بیماریوں سے پاکی کی تعلیم دی ہے تیسری ذمہ داری کتاب وحکمت کی تعلیم ہے، کتاب سے تو قرآن مجید مراد ہے اور مفسرین نے حکمت کے کئی معنی بیان کئے ہیں راجح معنی یہ ہے کہ حکمت سے مراد سنت ہے یعنی سنت رسول ﷺ

اقوالِ نبی ﷺ پھول ہیں

حضور ﷺ نے لوگوں کی ایک شفیق باپ اور مربی کی طرح دینی تربیت کر کے اعلیٰ درجہ کی تہذیب سکھائی ہے روایت میں ہے أنالکم مثل الوالد لولده ”میں تمہارے لئے ایسا ہی ہوں، جیسے بیٹے کے لئے باپ“ اچھے اخلاق اور عادات کی تعلیم وتربیت دیتا ہوں حضور ﷺ نے رفع حاجت کا مؤدب طریقہ بتلایا کہ رفع حاجت کے دوران قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ نہیں کرنی ہے، رفع حاجت سے فراغت کے بعد تین ڈھیلوں کا استعمال بتلایا ہے تاکہ اچھی طرح صفائی ہوسکے اس کا بیان فقہ کی کتابوں میں موجود ہے دنیا کے موجودہ کسی تہذیب میں طہارت اور استنجاء کے اسلام کے بتلائے ہوئے طریقے جیسے طریقے اور تعلیم نہیں ملتی، پھر بھی وہ لوگ خود کو مہذب کہتے ہیں دنیا میں صحیح اور اعلیٰ مہذب قوم صرف مسلمان ہیں آپ ﷺ کے اقوال وافعال میں لوگوں کے لئے عقل وحکمت ہیں ایک عاقل اور تجربہ کار جب بات کرتا ہے تو یہ حکمت ہے حضور ﷺ کی باتوں میں بڑی گہرائی ہوتی ہے موقع وحالات کے مناسب ومطابق کوئی بات یا فعل کرنا حکمت کہلاتا ہے حضور ﷺ کے

اقوال اور افعال کا اگر جائزہ لیا جائے تو بالکل موقع وحالات کے مناسب ومطابق ہیں کوئی بات یا فعل خلاف موقع یا غیر مناسب نہیں اور اس کی گہرائی تک پہنچنا ہر ایک کا کام نہیں بڑے بڑے دیندار علماء عاقلین ہی اس کو جانتے ہیں اسی طرح آپ ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات میں لوگوں کی جان، مال، عزت وآبرو اور دین کی تحفظ ہے۔

علم تجوید کی اہمیت اور ضرورت

دینی طالبعلم یہ بات جانتا ہے کہ پہلے درجہ میں آیات کی تلاوت ہے، حضور ﷺ نے امت کو آیات کے تلفظ اور ادا کرنے کا طریقہ بھی بتلا دیا ہے جس کے لئے علم التجوید کے نام سے مستقل علم اور ماہرین موجود ہیں دوسرے درجہ میں آیات کے الفاظ کے معنی وترجمہ ہیں، لغت عربی جاننے والا ترجمہ تو معلوم کرسکتے ہے لیکن آیت اور جملے کے اصل مراد تک حضور ﷺ کے بیان کے بغیر پہنچنا مشکل ہے، اس کی مثالیں موجود ہیں صحابہ کرام کو اپنے فہم سے آیات کے معنی مراد تک پہنچنے میں غلطیاں واقع ہوتی ہیں پھر حضور ﷺ نے صحیح مراد بیان کردی، اس لئے امت کا ہر فرد آیات کے معنی سے صحیح مراد تک پہنچنے میں آپ ﷺ کا محتاج ہے۔

تزکیہ اور سلوک

تیسرا درجہ تزکیہ ہے، الفاظ کی تلاوت ومعانی کی تعلیم اور آیات کے مفاہیم پر عمل کروانا آپ کا کام تھا ترتیب یوں ہے تلاوت، فہم معنی، تزکیہ وعمل لیکن آیت میں تلاوت کے بعد تزکیہ وعمل کا ذکر ہے اس کے بعد کتاب کی تعلیم یعنی مفاہیم کا ذکر ہے حالانکہ انسان الفاظ سیکھ کر معنی جانتا ہے پھر عمل کرتا ہے مثلاً اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کی اول تلاوت ہوگی پھر معنی جاننا ہوگا، پھر عمل لیکن آیت میں ترتیب بیانی ایسی نہیں، تزکیہ کا ذکر آخر میں ہونا چاہئے تھا اس بدلی ہوئی ترتیب کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ اگر

الفاظ، معنی اور تزکیہ کو ترتیب کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے تو بظاہر یہ بات معلوم ہوتی کہ تینوں کو ملا کر مجموعہ آپ ﷺ کی ایک ذمہ داری ہے، الگ الگ تین ذمہ داریاں نہیں جب ترتیب بدلی تو اشارہ فرمایا کہ آپ ﷺ کی تین الگ الگ ذمہ داریاں ہیں مجموعہ ذمہ داری میں اہتمام نہیں ہوتا جو اہتمام ہر ذمہ داری کو مستقل سمجھنے میں ہوتا ہے پہلی ذمہ داری آیت کی تلاوت ہوئی حالانکہ عربی ان کی مادری زبان تھی تا کہ لوگ اس کو ایک مخصوص طریقے سے پڑھیں یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ کسی عربی عبارت اذان، احادیث وغیرہ میں تجوید کی رعایت ضروری نہیں، بلکہ تجوید قرآن مجید کا خاصہ ہے۔

فہم قرآن اور تفسیر

آیات سننے کے بعد مطالب معانی اور صحیح مراد تک پہنچنے کی باری آتی ہے قرآن مجید کے مطالب نہایت عالی اور بہت زیادہ ہیں، ان تک پہنچنا کسی زبان دان کا کام نہیں کہ محض عربی بولنے والا معنی مراد تک پہنچ جائے، اس لئے قرآن مجید دیگر کتب سے ممتاز ہے دیگر کتابوں میں معانی مقصود ہوتے ہیں الفاظ مقصود نہیں ہوتے مثلاً کافیہ کی کتاب ہے، اس میں مطلوب الفاظ نہیں بلکہ مقصود مسائل وقواعد نحو ہیں اگر ایک طالب علم کافیہ میں مذکور مسائل وقواعد یاد کرلے اور اس کو کافیہ کتاب کے الفاظ یاد نہ ہوں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ طالب علم نے کافیہ یاد کرلی ہے اسی طرح اگر کسی نے کافیہ کے مسائل کو فارسی یا کسی اور زبان میں بیان کردیا تو اس کو بھی کافیہ کہہ سکتے ہیں لیکن قرآن مجید ایسی کتاب نہیں بلکہ اس کے مفاہیم کے ساتھ اس کے مخصوص الفاظ بھی مقصود اور مراد ہیں اسی لئے علماء فرماتے ہیں هو اسم للنظم والمعنىٰ جميعا ''قرآن مجید الفاظ اور معنی دونوں کو کہتے ہیں'' ایک طرف اگر قرآن مجید کے معانی ومطالب بہترین زندگی گزارنے کے لئے بہتر راہنما ہیں، ان سے زندگی گزارنے کا اسلامی ڈھنگ معلوم ہوتا ہے تو دوسری

طرف قرآن مجید کے الفاظ کے ساتھ بہت سی عبادتیں متعلق ہیں نماز قرآن مجید کی تلاوت کے بغیر قابل قبول نہیں مثلاً روایت ہے لاصلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب "فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی" ارشاد باری ہے فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ "سو تو لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکو پڑھ لیا کرو"

تلاوت قرآن باعث اجر وثواب

حضور ﷺ نے ہمیں سکھلائی صلّو اکما رایتمونی اصلّی (بخاری: ح ۲۴۸) "میری نماز کی طرح نماز پڑھو" قرآن کے الفاظ کو بے وضو چھونا منع ہے جبکہ ترجمہ یا تفسیر ہو تو بے وضو ہاتھ لگا سکتے ہیں یہ فرق صرف قرآن مجید کے الفاظ کی وجہ سے ہے قرآن مجید کے الفاظ کی تلاوت پر اللہ تعالیٰ ثواب دیتا ہے ایک ایک حرف کے تلفظ پر دس دس نیکیاں عطا کرتا ہے خواہ پڑھنے والا معنی سمجھے یا نہ سمجھے حضور ﷺ نے الٓمّٓ میں مثال بیان فرمائی الف حرف، لام حرف، میم حرف مجموعہ پر تیس (۳۰) نیکیاں ملیں حروف مقطعات کی مثال دی حالانکہ ان کے معانی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی قطعی طور پر نہیں جانتا پھر بھی ان کے پڑھنے سے ثواب ملتا ہے دیگر آیات کے معنی مفسرین اللہ اور اس کے رسول کے بیان اور سمجھانے کی وجہ سے جانتے ہیں اسی طرح ان لوگوں کی غلطی اور غلط بیانی ظاہر ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بغیر فہم معانی تلاوت کا فائدہ نہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ جس میں ایک حصہ وہ آیتیں ہیں جو کہ اشتباہ مراد سے محفوظ ہیں اور یہی آیتیں اصلی ہیں، اس کتاب کے اور دوسری آیتیں ایسی ہیں جو کہ مشتبہ المراد ہیں۔

قرآن کے دو حصے ہیں ایک حصہ محکم اور ظاہر المراد ہے، اس سے احکام وعقائد کا استنباط ہوتا ہے متشابہات والا حصہ غیر ظاہر المراد ہے حضرت الاستاد علامہ مولانا

خان بہادر مارتونگیؒ متشابہات کے بارے میں فرماتے ہیں، مراد غیر ظاہر، ظاہر غیر مراد متشابہات کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں، ان آیات کا نزول آزمائش ہے۔

محکم ومتشابہ کی تفسیر

مفسرین میں سے مفوضہ مقطعات کا ترجمہ یوں کرتے ہیں اللہ کو ان حروف سے اپنی مراد خوب معلوم ہے حروف مقطعات میں عوام کی آزمائش یہ ہے کہ علم سیکھیں اور علماء کا امتحان یہ ہے کہ متشابہات کے جاننے کے درپے نہ ہوں، علماء کرام کی عادت ہے کہ ہر لفظ کا معنی اور مراد جاننا چاہتے ہیں ان کو تنبیہ کی گئی کہ گمراہ لوگ متشابہات کے درپے ہوتے ہیں حالانکہ ان کا علم صرف اللہ کو ہے الحاصل قرآن کے الفاظ بھی رحمتوں، برکتوں اور ثواب کے خزائن میں سے ہیں، لہٰذا آیات کا پڑھنا اور پڑھانا نبی علیہ السلام کی ایک مستقل ذمہ داری اور مقصد ہے جس طرح حضور ﷺ سے ان کا پڑھنا منقول ہے اسی طرح آیات کو پڑھنا ہوگا بہت کم لوگ ہیں جو اس منقول طریقے سے پڑھتے ہیں، اسی طرح آیات کا سیکھنا دین کا ایک مستقل شعبہ ہے، عرب اگرچہ اہل لسان تھے لیکن نفس زبان دانی قرآن کے آیات کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے کافی نہیں، زبان دانی کے ساتھ استاد ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ عرب کے عوام قرآن کو نہیں سمجھتے باقاعدہ اساتذہ سے اس کا علم حاصل کرتے ہیں۔

علم بذریعہ تعلیم

امام بخاریؒ بخاری شریف میں کتاب العلم کے تحت باب باندھتے ہیں انما العلم بالتعلم آسمانی علم زبان سیکھنے سے حاصل نہیں ہوتا اگر صرف زبان کی مہارت کافی ہوتی تو صحابہ کرام کو بعض مقامات پر اشتباہ پیدا نہیں ہوتا صحابہ کرام جیسے ماہر اہل لسان اور پاک طینت لوگوں نے اس کے سیکھنے کا ارادہ کیا اور آپ ﷺ نے ان کو پڑھایا اور سکھایا۔

رجال کار کی ضرورت

انسان کی رشد وہدایت کے لئے دو باتیں ضروری ہیں، ایک کتاب اللہ وسنت رسول، دوسرے نمبر پر رجال اللہ، یعنی ماہر اساتذہ یہ ایک مسلم الثبوت قانون ہے کہ تمام فنون اور ہنر کی کتابیں ملتی ہیں لیکن مطالعہ سے نہ کوئی ڈاکٹر بنتا ہے نہ انجینئر بلکہ علم وفن کے سیکھنے کے لئے ماہر استاد سے نظریاتی طور پر بھی سیکھنا پڑتا ہے اور عملی مشقوں کے لئے بھی مستقل شاگردی اختیار کرنا لازمی ہوتا ہے اس کے بعد ایک نظریاتی اور عملی ماہر فن بنتا ہے کسی فن کے نفس اصول سیکھنے سے بھی کام نہیں چلتا بلکہ فن کے ماہر استاد کے سامنے گھٹنے ٹیکنے ہوں گے رجال اللہ (ماہرین کتاب اللہ) اصل مراد کو ظاہر کرتے ہیں، ان رجال اللہ کی معیت کی وجہ سے تمام احکامات عملی شکل میں موجود ہیں، جو آدمی نماز کی عملی شکل سے ناواقف ہے وہ نمازی نہیں، سب نے سلسلہ وار اس کو اگلوں سے سیکھا ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں إنما بعثت معلماً "اللہ نے مجھے معلم اور مدرس بنا کر بھیجا ہے" آپ ﷺ پوری امت کے معلم تھے ساری امت کی حیثیت متعلمین کی ہیں اللہ کی کتاب اور حضور ﷺ کی سنت کے طالبین ہیں، دنیا کے طالبین نہیں ہمیں بھی چاہئے کہ اللہ اور اس کے رسول کے فرمودات کو سیکھ کر سکھائیں وَيُزَكِّيهِمْ میں اعمال کی مشق کی طرف اشارہ ہے۔

عملی مشقوں کی نگرانی

فن کی ڈگری کے حصول کے بعد ماہر فن کی نگرانی میں عملی مشقیں ضروری ہیں، عملی مشق کے ساتھ اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ وجود میں آئیں گے، جس سے تزکیہ نفس ہوگا اس لئے ایک مربی کی ضرورت ہوتی ہے سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ "ہمیں سیدھی راہ دکھلا اور اسی پر چلا" تو سورۂ فاتحہ کا خلاصہ صراط مستقیم ہے اس کی تعین اور مصداق کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ

الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ "راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے نہ راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ ان لوگوں کو جو راستہ سے گم ہوگئے" اب صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اس میں اشارہ ہے کہ قرآن وحدیث کے رجال کے دامن تھام لو اس میں قرآن وحدیث کا علم بھی آجائے گا اور ساتھ رجال بھی، تو علم وعمل دونوں نصیب ہوں گے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رجال اللہ کو چھوڑ کر فقط اسلامی قوانین واحکام جاننا کافی نہیں بعض لوگوں نے قوانین کو چھوڑ کر محض رجال کو اپنا قبلہ بنالیا ہے، جیسے بعض یہودیوں نے ایسا کیا تھا، دونوں فرقے گمراہ ہیں اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللهِ (التوبہ ۳۱) "انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ کو (باعتبار طاقت کے) رب بنا رکھا ہے"

اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کی اجازت نہ عام لوگوں کو ہے نہ خواص (علماء) کو ہے نافرمانی عوام سے ہو یا خواص سے، سب کی مخالفت ضروری ہے تو قرآن کی تعلیمات کے ساتھ استاد، مزکی، مربی کی بھی ضرورت ہے اس کے بعد ہدایت اور فلاح پیدا ہوگی حضور ﷺ اُمّی تھے، لیکن علم وعمل کے لحاظ سے یکتائے روزگار اور استادِ زمانہ تھے بڑی بڑی جامعات کے بڑے بڑے فضلاء، حضور ﷺ جیسے مربی نہیں بن سکتے آپ ﷺ کی بہترین تعلیم وتربیت کا اعلیٰ نمونہ صحابہ کرام کی وہ مقدس جماعت ہے جو امت کے لئے علم وعمل میں بہترین راہنما ہیں صحابہ کرام کی جماعت کی طرف دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کس پائے کے معلم اور مربی تھے قیامت تک جو علماء اور صوفیاء پیدا ہوتے رہیں گے، ان سب پر حضور ﷺ کی تعلیم وتربیت کے اثرات ہوں گے، معلوم ہوا کہ آپ کی تعلیم وتربیت کے اثرات ختم نہیں ہوئے، بلکہ برابر جاری ہیں اور بقیہ امت اس سے برابر مستفید ہو رہی ہے اس سے علماء وصوفیاء کی فضیلت بھی معلوم ہوگئی جو حضور ﷺ کی بعثت کے مقاصد اربعہ کو آگے بڑھا رہے ہیں اس کی وجہ سے یہ دنیا آباد ہے، اب دنیا دار لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ دنیا کی بقاء میں ان کا کتنا حصہ ہے؟ دنیا کی بقاء علماء کی وجہ سے ہے اور فائدہ عوام کو پہنچ رہا ہے۔

اللہ کے خاص بندوں کی صفات

الحمد للّٰہ وکفی والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی امابعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ وَالَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِّرُوۡا بِاٰیٰتِ رَبِّہِمۡ لَمۡ یَخِرُّوۡا عَلَیۡہَا صُمًّا وَّعُمۡیَانًا (الفرقان ۷۳)

"اور وہ ایسے لوگ ہیں جس وقت اللہ کے احکام کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو ان (احکام) پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے"

اللہ کے خاص بندے

اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی خاص صفات کا ذکر فرماتے ہیں جو بندے ان صفات سے متصف ہوں عبادالرحمٰن یعنی اللہ کے خاص بندے کہلاتے ہیں ان صفات میں ایک صفت یہ ہے کہ جب ان کے ہاں اللہ کی آیات اور آخرت کا تذکرہ ہوتا ہے تو یہ لوگ ان آیتوں پر بہروں اور گونگوں کی طرح نہیں گرتے۔

مطلب اور تشریح

آیت کی تشریح مفسرین نے یوں بیان کی ہے کہ جب آخرت کیطرف لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی آیات اور احکام بیان کئے جاتے ہیں تو نیک لوگ

بھی مرحلہ وار تین درجات طے کرتے ہیں پہلے درجہ میں یہ لوگ ان آیتوں کی طرف متوجہ ہو کر غفلت چھوڑ دیتے ہیں، عدم توجہ، بہراپن اور گونگا پن ہے دوسرا مرحلہ ان لوگوں کا یہ ہے کہ توجہ کے ساتھ ساتھ عمل بھی کرتے ہیں کبھی انسان آیات واحکام سن کر عمل نہیں کرتا یہ بھی بہراپن وگونگا پن ہے تیسرے مرحلہ میں نیک بندے توجہ اور عمل کے ساتھ ساتھ اپنی ذہن اور خواہش کے مطابق عمل نہیں کرتے بلکہ قرآن وحدیث اور سلف سے جس طرح منقول ہوا اسی کے مطابق عمل کرتے ہیں پہلے مرحلے میں اللہ تعالیٰ نے عدم توجہ کو کفار کی نشانی بتلائی ارشاد باری ہے:

وَلَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَہَنَّمَ کَثِیۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ لَہُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا یَفۡقَہُوۡنَ بِہَا وَلَہُمۡ اَعۡیُنٌ لَّا یُبۡصِرُوۡنَ بِہَا (الاعراف: ۱۷۹)

"اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے"

حضور ﷺ کو تسلی

ہر نبی اپنی قوم کو دعوت او تبلیغ کی محنت اور معجزات کے ذریعے دین حق کی طرف لاتا ہے مگر کم لوگ ایمان لے آتے ہیں ان کی انکار سے نبی کو تکلیف ہوتی تھی اس لئے کہ اس کے ذریعے یہ لوگ جہنم کے مستحق بن جاتے ہیں اور نبی یہ چاہتا کہ میری امت جہنم میں نہ جائے قوم کے ایمان لانے اور حق قبول کرنے سے ہر نبی خوش ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہیں کہ بعض ان میں ایسے ہیں جن سے ایمان اور ہدایت کی طمع نہ رکھیں اور اپنے آپ کو زیادہ غم میں نہ ڈالیں یہ لوگ جہنم کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آزمائش کے لئے بندہ کو اختیار دیا ہے اسی اختیار کی بناء پر ثواب

وعتاب کا مستحق ہوتا ہے ورنہ اللہ کو قدرت حاصل ہے کہ تمام لوگوں کو سیدھے راستے پر
لاکر نیک اورایک بنادیں۔

ایک اشکال اوراس کا جواب

اگرکوئی کہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد عبادت ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ
وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات:۵۶) ''اور میں نے جن اور انسان کواس واسطے پیدا کیا ہے کہ
میری عبادت کیا کرے'' اس آیات سے معلوم ہوا کہ انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا جب
کہ مذکورہ آیت وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ...... سے بہت سے
جنات اورانسانوں کا جہنم کے لئے پیدا ہونا معلوم ہوا۔

جواب: پیدائش کا اصل مقصد عبادت ہے لیکن تکذیب اورکفر پر مداومت اس پر دلالت
کرتا ہے کہ ان کو جہنم کے لئے پیدا کیا گیا ہے اوران کا انجام صرف جہنم ہے۔

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا
حق کو قصداً سمجھنا نہیں چاہتے ایک شخص جب اپنی اصلاح کا قصد کرلیتا ہے تو اللہ کی توفیق
اور مدداس کے ساتھ شامل حال ہوجاتی ہے اسی طرح کفار کی ظاہری آنکھیں تو ہیں لیکن
فکرواستدلال کی نظر سے کائنات میں نظر نہیں دوڑاتے کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کی
قدرت، وحدانیت اورعظمت پر دال ہے......

برگ درختان سبز درنظر ہوشیار
ہرورقے دفتریست معرفت کردگار

درخت کے ایک ایک پتے میں غور وفکر سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ایک بڑا
دفتر کھل جاتا ہے اسی طرح ایک قسم کی زمین اور پانی سے اللہ تعالیٰ مختلف قسم کی فصلیں اور
پھل اگاتا ہے جب کہ ہرایک میوے اورپھل کی لذت رنگ وبو الگ ہوتی ہے:

وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ (الرعد:۴)
''اور ہم ایک دوسرے پر پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں''

تو کائنات کی پیدائش اور منافع کے ساتھ ساتھ اصل مقصد اس میں غور وفکراور
اللہ کی وحدانیت کو جاننا اوراس پر ایمان لانا ہے تو اللہ کے نیک بندے اللہ کی آیتوں میں
اللہ کی وحدانیت کا اقرار اوراس پر پختہ یقین رکھتے ہیں جب کہ وہ لوگ جو سوچ وفکر اور
استدلال کی نظر سے نہیں دیکھتے اوران کے دل اور آنکھیں تو ہیں لیکن پھر بھی کورے ہیں۔

انسان چوپائے سے بدتر

چوپائے کھانے پینے میں مگن اور آخرت سے بے فکر رہتے ہیں کفار بھی اسی
طرح ہیں ان کا مقصد بھی کھانا اورنفسانی خواہشات کی اتباع وتکمیل ہے لیکن فرق یہ ہے
کہ چوپائے اس کے مکلّف نہیں کہ وہ آخرت کی طرف کیوں متوجہ نہ ہوئے اللہ تعالیٰ
نے ان کو جنت ودوزخ کے لئے پیدا نہیں کیا ہے انسان چونکہ مکلّف ہے اس کے باوجود
بھی توجہ نہیں دیتا اس لئے یہ انسان ان چوپائیوں سے بھی بدتر ہے۔

اللہ نے انسان کو یہ قوتیں دل ودماغ سمجھ اورفکر اس لئے عطا کی ہیں کہ وہ حق
کی کھوج لگائیں اور مان لیں اور اللہ کی توحید وصفات کو معلوم کریں قوت سامعہ دی ہے کہ
حق بات کو سنیں اورقوت بینائی دی ہے کہ حق کو دیکھیں دل دیا کہ حق کو سمجھیں ورنہ اللہ کیلئے
مشکل نہیں کہ یہ قوتیں انسان سے واپس لے لیں، جب یہ ان کا مستحق نہ ہو، مسلمان کے
لئے پہلا مرحلہ توجہ کا اور دوسرا مرحلہ عمل کا ہے ایسا نہ ہو کہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان
سے نکال دیں عمل نہ کرنا بھی کفار کی نشانی ہے مومنین کی صفت یہ بیان ہوئی تھی وَالَّذِيْنَ
اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا یہود کو اللہ نے تورات اور موسیٰ
جیسا عظیم الشان پیغمبر دیا تھا جب کہ نصاریٰ کو عیسیٰ اور انجیل دی تھی تورات اورانجیل میں

حضور ﷺ کی نشانیاں اور رسالت کا ذکر تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ان نشانیوں کے ساتھ مبعوث فرمایا وہی مخصوص نشانیاں حضور ﷺ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

تو یہودی ونصاریٰ اوران کے علماء نے انکار کیا علاء کو چونکہ علم اور فہم حاصل تھا لیکن اپنی سرداری اور مالی نقصان سے بچنے کے لئے قصداًانکار کیا ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (البقرة:۱۰۲)

"اور ضرور یہ (یہودی) بھی اتنا جانتے ہیں کہ جو شخص اس کو اختیار کرے ایسے شخص کا اخرت میں کوئی (حصہ) باقی نہیں"

باوجود علم کے اللہ تعالیٰ کے کلام کو پیچھے چھوڑ کر سحر اختیار کیا جوان کا برا انتخاب تھا۔

نکتہ

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لام ابتدائیہ تاکید یہ اور قد تحقیق سے ان کا محقق علم ثابت ہوتا ہے اس شراء کی مذمومیت پر لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ سے ان کا جہل ثابت ہوتا ہے کیونکہ يَعْلَمُوْنَ فعل متعدی ہے مفعول کا تقاضا کرتا ہے جوکہ مذمومية هذالشراء ہے اور لو شرطیہ ہے لو جزاء کا تقاضا کرتا ہے جوکہ لمافعلوه ہے اورلو انتفاء الثانی بوجه انتفاء الاول کے آتا ہے اور ثانی میں نفی ہے تو اثبات ہوجائے گا تو حاصل یہ ہوگا کہ ان کا علم نہیں ہے اس وجہ سے یہ کام کررہے ہیں اس کے لئے نکتہ یہ ہے کہ علم کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے ورنہ بے عمل اور جاہل دونوں برابر ہیں اس لئے اللہ نے ان کو جاہل فرمایا۔

روشن خیالی کا وہم

تیسرا مرحلہ انسان کے لئے یہ ہے کہ وہ ان آیتوں پر عمل اس طرح کریں جس طرح صحابہ، سلف صالحین اور آئمہ مجتہدین سے منقول ہے بعض روشن خیال کہتے ہیں کہ

صرف مطالعہ سے کام چل سکتا ہے لیکن یاد رہے کہ جس کو ماہر استاد کی رہنمائی حاصل نہ ہو وہ بھی اس آیت لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا اور وصف عباد الرحمان کی نفی کرتا ہے نفس مطالعہ سے کوئی بھی کسی بھی فن کا ماہر نہیں بن سکتا مثلا میڈیکل کے قوانین کے مطالعہ سے کوئی ڈاکٹر نہیں بن سکتا، جب تک پریکٹس اور دیگر سینئر ڈاکٹروں کے ساتھ عملی مشق نہ کرے تو جب دنیاوی فنون کا یہی حال ہے کہ اس میں بغیر رہنمائی کے کوئی ماہر نہیں بن سکتا تو اللہ کے کلام اور احکام میں ماہرین کے بغیر ایک انسان کس طرح مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔

دوسری صفت

عبادالرحمٰن کی ایک اور صفت اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہیں

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان:۷۴)

"اور ایسے ہیں کہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی (راحت) عطاء فرما اور ہم کو متقیوں کا امام بنادے"

یہ بندے ہمیشہ اپنی اصلاح وہدایت کی کوشش میں لگے رہتے ہیں عقیدہ ان کا درست ہوتا ہے لیکن ان کو اپنی اصلاح کے علاوہ اہل وعیال کی فکر بھی ہوتی ہے عملی اعتبار سے اور اللہ سے مانگنے کے ذریعے ان کی اچھی اخلاقی تربیت کرتے ہیں اہل وعیال سے آنکھوں کی ٹھنڈک اس وقت حاصل ہوتی ہے جب آپ گھر میں داخل ہوں اور بچوں کو عبادات میں مشغول پائیں اوران کا رہن سہن اوراخلاق سنت کے مطابق ہو۔

اشکال

عہدے کی طلب مومن کی شان نہیں، مومن کی صفت یہ بھی بیان کی گئی ہے

لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا (القصص:۸۳)

''جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتا ہے اور نہ فساد کرنا''

مومن دنیا میں برتری اور عہدے کا طالب اور اس کے پیچھے اندھا پن نہیں چاہتا جب کہ اس آیت وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا سے امامت کی طلب معلوم ہوتی ہے اور امامت بھی ایک عہدہ ہے۔

جواب: آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا! مجھے اتنا متقی اور اعلیٰ درجہ کا صالح بنا دے کہ لوگ میری عمل کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے اور میں لوگوں کے لئے نمونہ بن جاؤں۔

عہدے کی طلب

یہ بھی توجیہ ہوسکتی ہے کہ دنیا کا کوئی عہدہ اور اس کی طلب دنیا کے لئے مومن کی شان نہیں لیکن عہدے کی طلب آخرت کے لئے مومن کی شان سے بعید نہیں، حضرت سلیمانؑ نے اللہ سے درخواست کی تھی

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ (ص:۳۵)

''اے میرے رب! مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا (میرے زمانے میں) کسی کو میسر نہ ہو''

پیغمبر وقت کے دور میں جس چیز کا زیادہ چرچا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ پیغمبر کو اس کے مناسب معجزہ دیتا ہے تو سلیمانؑ کے وقت ہنرمندی زیادہ تھی حضرت سلیمانؑ نے مطالبہ کیا کہ کوئی ایسا ہنر دیں جو کسی اور کے پاس نہ ہو تو مطالبہ دنیا کی محبت میں نہ تھا بلکہ اس لئے تھا کہ لوگوں کو احکامات بتلاؤں اور اس کو معجزہ کے طور پر استعمال کرسکوں اللہ تعالیٰ نے انکا مطالبہ پورا کرکے ایک عظیم الشان سلطنت اور شاہی تخت عطا فرمایا تخت ہوا میں بغیر کسی

قوت ہنری کے کیسے اڑایا جارہا ہے اسی طرح سلیمانؑ کی حکومت انسانوں کے علاوہ پرند وچرند پر بھی تھی اور یہ سب مخلوق ان کے سپاہی تھے تو ایسے سلطنت کے مطالبے کا مطلب یہ تھا کہ لوگوں کے سامنے اللہ کے احکام بیان کردوں تو مومن کا وصف یہ ہونا چاہیے کہ ان کا عمل ایسا ہو جو دوسروں کے لئے نمونہ بن جائے۔

آخرت کا ثمرہ

اب جب یہ بندہ اس مذکورہ اوصاف سے متصف ہوجائے تو آخرت کے انعامات اللہ اس کو یوں دیں گے

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا (الفرقان:۷۵)

''ایسے لوگوں کو بالا خانے ملیں گے بوجہ ان کے ثابت قدم رہنے کے اور ان کو اس میں بقاء کی دعا اور سلام ملے گا''

روایت ہے کہ جنت میں ایسے خوبصورت بالا خانے ہوں گے جن کے داخلی حصے باہر سے نظر آئیں گا اور داخلی حصہ شفاف ہوگا صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ کن لوگوں کے لئے ہوں گے حضور ﷺ نے جواب دیا من لانت كلامهم وأطعم الطعام أفش السلام وصلى بالليل والناس نيام (الترغيب والترهيب:ح ۵۴۸) جن کی گفتگو نرم اور غریب مسکین کو کھانا کھلائے اور اسلامی اخوت کی بناء پر سلام عام کرے اور اپنی آرام کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دن رات نمازوں میں مشغول رہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو مومنین کی مذکورہ اوصاف سے متصف کریں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

حقیقی کامیابی

کامیابی کے حصول کیلئے سرتوڑ کوشش

بعداز خطبہ مسنونہ! دنیا میں ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ کامیاب ہوجائے جس کے لئے مختلف راستے تلاش کرتا ہے کسی کو عہدہ میں کامیابی نظر آتی ہے، تو اس کی کوشش اور تلاش شروع کرتا ہے کسی کو مال ودولت میں کامیابی نظر آتی ہے تو اس کے حصو ل کی سرتوڑ کوششیں شروع کردیتا ہے اللہ تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ یہ انسان کامیاب ہوجائے روئے زمین پر بسنے والے انسان اللہ کے عیال کی طرح ہیں جس طرح ایک انسان اپنے اہل عیال کی خیر خواہی کی نیت کرتا ہے اور ان کو کامیاب کرنا چاہتا ہے اس طرح اللہ بھی اپنے اس کنبہ کی خیرخواہی اور کامیابی چاہتا ہے اس خیرخواہی کی بناپر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کا سلسلہ شروع کیا۔

مثال

علامہ شاہ ولی اللہؒ مخلوق کی طرف رسول بھیجنے کی مثال بیان فرماتے ہیں جیسے کسی آقا کے غلام بیمار پڑجائیں آقا ان مریضوں پر اپنے کسی خاص بندے کو مقرر

کردیتا ہے کہ ان کو دوا پلائے اگر مریض غلام اس خاص بندے کی دوا کے استعمال میں اطاعت کریں، تو یہ آقا اور مولیٰ کی اطاعت ہوگی اور وہ آقا اپنے غلاموں سے راضی ہوجائے گا اور ان کو بہترین جزا بھی دے گا اور بیمار غلام مرض سے نجات بھی حاصل کرلیں گے اور اگر ان غلاموں نے آقا کے خاص بندے کی نافرمانی کی تو یہ آقا کی نافرمانی ہوگی اور اس کا غضب ان پر چھا جائے گا اور ان کو بری جزا بھی دے گا اور مرض کی وجہ سے ہلاک بھی ہوجائیں گے اور اس کی طرف حضور ﷺ کے اس قول میں اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کی مثال اس شخص کی ہے جو ایک گھر بنائے اور اس میں بہترین دعوت کا انتظام کرے اور پھر لوگوں کے پاس داعی بھیجے جو لوگوں کو دعوت کی طرف بلائے پس جو شخص اس داعی کی دعوت قبول کرلے تو گھر میں داخل بھی ہوجائے گا اور دعوت بھی کھالے گا اور جو داعی کی دعوت قبول نہ کرے نہ گھر میں داخل ہوگا نہ دعوت کا کھانا کھاسکے گا۔

کامیابی کی حقیقت

کامیابی یہ ہے کہ آپ جو چیز چاہتے ہیں وہ حاصل ہوجائے اور جس چیز سے بچنا چاہتے ہیں وہ دور ہوجائے مثلاً ایک شخص صحت، مال اور عہدہ چاہتا ہے اور پھر اس کو یہ چیزیں مل جائیں اور زوالِ مال، بیماری اور زوال عہدہ سے بچ جائے تو یہ کامیابی ہے کامیابی کا یہ مفہوم آیت اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے ارشاد باری ہے:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ (آل عمران:۱۸۵)

”تو جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کیا سو پورا کامیاب وہ ہوا“

جنت کے داخلے اور جہنم سے بچنے کو کامیابی قرار دیا گیا جنت سب جانتے ہیں کہ واقعی داخلے کی جگہ ہے اور جہنم بچنے کی جگہ ہے ہر قسم کی تکالیف پریشانیوں اور

رسوائیوں کی جگہ اور مرکز ہے روایات میں آتا ہے کہ سخت گرمی اور سخت سردی، دنیا میں جہنم کا اثر ہے ارشاد ہے

ان شدة الحرمن فیح جهنم (بخاری: ح ۲۸۵)

"حرارت اور گرمی کی شدت جہنم کی بخ اور ٹھنڈے زمہریر کا اثر ہے"

جہنم سال بھر میں دو مرتبہ سانس لیتی ہے ایک دفعہ اندر کی طرف اور ایک دفعہ باہر کی طرف تو سردی اور گرمی ان سانسوں کا اثر ہے سرد طبقے کا اثر سردیوں میں محسوس ہوتا ہے اور گرم طبقے کا اثر گرمیوں میں تو جہنم ہموم اور غموم کا گھر اور جنت خوشیوں کا گھر ہے جنت میں گرمی، سردی، بھوک، پیاس اور کوئی پریشانی نہیں ہے اور ایسا بھی نہیں کہ آپ جو چاہیں وہاں آپ کو نہ ملے بلکہ وہاں جو مانگو گے اور دل جو چاہے گا ضرور ملے گا

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ (حم سجدة: ۳۱)

''اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے''

ایک اور ارشاد ہے

وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا (الدهر: ۲۰)

''اور اے مخاطب! اگر تو اس جگہ کو دیکھے تجھ کو بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے''

حدیث قدسی ہے:

أعددت لعبادی الصالحین مالاعین رأت ولا أذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر (بخاری: ح ۱۹۴۹) اقرأوان شئتم فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (السجدة: ۱۷)

"میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کبھی

آنکھوں نے دیکھا ہے نہ کانوں سے ان کے بارے میں سنا گیا ہے اور نہ اس کے بارے میں کبھی کسی انسان کے دل میں خیال گذرا ہے اگر چاہو یہ آیت پڑھو سو کسی شخص کو خبر نہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لئے خزانہ غیب میں موجود ہے یہ ان کو ان کے اعمال کا صلہ ملا ہے"

عقیدہ

اس سے اہل سنت والجماعت کا ایک عقیدہ معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ فی الحال موجود ہیں الأن موجودتان جنت کی نعمتیں بڑی نفیس او رلازوال ہیں سونے اور چاندی کی اینٹوں کے بنگلے ہیں مشک وعنبر کا گارا ہے مسلم شریف کی روایت ہے عبداللہ بن مسعود حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ تم کو معلوم ہے آخر جنتی کون ہے؟ یہ وہ شخص ہے جب جہنم سے نکلے گا تو لڑکھڑاتا ہوا چلے گا اللہ کا بہت شکر ادا کرے گا کہ مجھے اس عذاب سے نجات مل گئی اس کا خیال ہوگا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے اس جیسا احسان اللہ تعالیٰ نے کسی اور پر نہیں کیا انسان کی فطرت ہے کہ جب کسی سخت مصیبت سے چھٹکارا پاتا ہے تو بہت زیادہ خوش ہوتا ہے اگرچہ فی الحال پوری نجات نہیں ملی مثلاً کسی قیدی کو جیل میں اطلاع مل جائے کہ آپ رہا ہو گئے تو اس کی خوشی کی انتہاء نہیں ہوتی اگرچہ کاغذی کاروائی کی وجہ سے اس کو مزید چند دن جیل کے اندر رہنا پڑے گا اب باوجود یہ کہ فی الحال جیل میں ہے لیکن وہ اپنے آپ کو مکمل آزاد خود مختار اور خوش حال سمجھتا اور پاتا ہے تو جہنم سے باہر آتے ہوئے اس کو فاصلہ پر خوب صورت درخت دکھایا جائے گا آہستہ آہستہ جنت اور اس درخت کے قریب ہوتا چلا جائے گا یہ بندہ عرض کرے گا، یا اللہ! اس درخت تک پہنچادے تا کہ اس کے سایہ سے لطف اندوز ہو سکوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا ٹھیک ہے، اس درخت تک پہنچادوں گا لیکن پھر کوئی ایسا سوال نہیں کرو گے بندہ عرض کرے گا ٹھیک ہے کچھ نہیں مانگوں گا اللہ تعالیٰ اس کو اس درخت تک

پہنچادے گا یہ وہاں آرام کرے گا، پانی پیئے گا اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو ایک خاص
مسافت پر ایک اور درخت دکھلائیں گے یہ اس پہلے درخت سے بھی زیادہ خوب صورت
ہوگا تو پھر بندہ یہی عرض کرے گا یا اللہ! اس خوب صورت درخت تک پہنچادو اس کا سایہ
اور بھی اچھا ہوگا، پانی بھی اعلیٰ ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آپ نے تو میرے ساتھ وعدہ
کیا تھا کہ اور کچھ نہیں مانگوں گا کیا آپ اپنا وعدہ بھول گئے؟ اللہ تعالیٰ اس کو معذور سمجھ کر
اس دوسرے درخت کے قریب پہنچائے گا وہاں کچھ استراحت کے بعد اس کو جنت کے
دروازے کے قریب ایک اور درخت کھائی دے گا کچھ دیر تو یہ خاموش رہے گا لیکن اس
درخت کی خوبصورتی اتنی زیادہ ہوگی کہ پھر اس سے رہا نہ جائے گا اور درخواست کرے گا
کہ وعدہ کرتا ہوں کہ پھر سوال نہیں کروں گا لیکن اس درخت تک پہنچادو اللہ تعالیٰ فرمائے
گا اے آدم کے بیٹے! تو بہت وعدہ خلاف ہے دو دفعہ وعدہ خلافی کی اللہ تعالیٰ پھر اس کو
وعدہ خلاف و معذور سمجھ کر اس درخت کے قریب پہنچادے گا، وہاں پہنچ کر جنت میں
جنتیوں کی بے انتہاء خوشیوں کی وجہ سے شور وغل سنائی دے گا پھر اس سے رہا نہ جائے گا
اور عرض کردیں گا یا اللہ! ایک قدم آگے بڑھا کر جنت میں داخل کرادو اللہ تعالیٰ اس کو
جنت میں داخل کردیں گے اور فرمائیں گے مانگ کیا مانگتا ہے یہ بہت اشیاء مانگنا شروع
کردے گا کئی اشیاء بھول جائے گا اللہ اس کو یاد دلائیں گے پھر اللہ تعالیٰ اس کو یہ سب
کچھ عطا کردیں گے اور فرمائیں گے اور اس کا دس گنا اور بھی لے لو ایک روایت میں ہے
کہ یہ ادنیٰ درجے کا جنتی ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو چاہتا ہے، کہ پوری دنیا کی
بادشاہت کی طرح بادشاہی تجھے عطا کردوں یہ عرض کرے گا یا اللہ! تو میرے ساتھ مذاق
اور دل لگی فرماتے ہیں آپ تو رب العالمین ہیں (میری بادشاہت کیسی ہوگی) اللہ تعالیٰ فرمائے گا رب
العالمین کسی کیساتھ مذاق نہیں کرتا، وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہو مانگو (مسلم ج۱ ص۱۰۵)

ادنیٰ مسلمان کو دنیا سے دس گنا زیادہ جنت

حالانکہ پوری دنیا پر بادشاہی دنیا میں کسی کو نہیں ملی بڑے بڑے خطوں پر
حکومت ملی ہے تو پوری دنیا سے دس گنا زیادہ بادشاہی ایک ادنیٰ جنتی کو مل جائے گی
تو اصل کامیابی جنت کا داخلہ ہے اور عذاب سے چھٹکارا ہے اور پھر جو زبان پر آئے ملے
گا دل کے خیالات بھی پورے ہوں گے یہ ہے کامیابی دار القرار کی جو صرف مومنوں کے
لئے ہے دنیا تو عارضی سکونت کی جگہ ہے عبداللہ بن مسعود حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں

كن في الدنيا كأنك غريب اوغابر سبيل (بخاری:ح ۲۴۵۳)

"دنیا میں خود کو اجنبی یا راہ چلتا ہوا مسافر سمجھ"

دنیا کی زندگی سفر کی زندگی ہے اس میں آخرت کے لئے کچھ کرنا چاہیے راہ
گذر، راستے میں جب کہیں قیام کرتا ہے تو اس کا مقصد آرام وراحت سے اپنی منزل
تک پہنچنا ہوتا ہے اس کا اس آرام کی جگہ کو مستقل قیام گاہ بنانا مقصود نہیں ہوتا انسان
جہاں بھی ہو، مقیم ہو، مسافر ہو، ساکن ہو، متحرک، گھر میں ہو یا دفتر میں، ہر حالت میں
عالم جاودانی کی طرف متحرک ہے وقت کی سوئیاں مسلسل چل رہی ہے ایک عربی شاعر نے
کیا خوب کہا ہے......

يسر المرء ماذهب الليالي
وكان ذهابهن له ذهابا

انسان تو خوش ہوتا ہے کہ عید آگئی، خوشی کا موقع قریب آگیا دوسری طرف
موت کے قریب ہورہا ہے نیک لوگ رمضان کے نیک گھڑیوں کے آنے کا انتظار کرتے
ہیں اور برے لوگ صرف خوشیوں کے مواقع کا انتظار کرتے ہیں وقت دونوں پر
گذر جاتا ہے عقل مند وہ ہے جس کی نظر دنیا کے بجائے آخرت پر ہو۔

کامیابی کا راستہ

یہ دنیا رہنے کی جگہ نہیں لیکن کام یابی کے عارضی اور مختصر نمونے اس میں موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ انسان کو دکھلاتا ہے مثلاً شادی بیاہ، صحت، مال وجوانی وغیرہ، اللہ تعالیٰ نے اصل کام یابی کے راستے اور اوصاف بتلادئے ان کامیابیوں کا تعلق مال، اولاد نسل، زبان یا کسی اور دنیاوی متاع کے ساتھ نہیں بلکہ اس کا تعلق انسان کے اندر کی معنوی صفات کے ساتھ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (ال عمران ۲۰)

”اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرواور مقابلہ کیلئے مستعد رہو
اوراللہ سے ڈرتے رہوتا کہ تم پورے کامیاب ہوجاؤ“

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں قرآن کا خطاب کبھی عمومی ہوتا ہے مثلاً يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ ، يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ کبھی خصوصی خطاب ہوتا ہے مثلاً يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا مسلمان اپنی اصلاح کیلئے سوچے کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا میں اللہ تعالیٰ مجھ سے خطاب کررہا ہے پھر سوچے کہ کتنی بلند وشان والی ذات مجھ کو مخاطب بنا کر يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا کے ساتھ خطاب کررہا ہے کیا میں اس کا اہل ہوں؟ انسان کی درستگی اور زندگی بدلنے کے لئے صرف سوچ کافی ہے کہ کیا میں اس قابل ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے پکاررہا ہے اور وہ بھی اتنے قابل قدر الفاظ کے ساتھ دنیا میں کوئی بڑا آدمی چھوٹے کو کسی بھی لفظ سے پکارتے تو اس کو ذرہ نوازی اور اصاغر نوازی سمجھا جاتا ہے بعض لوگ تو خان اورنواب کے منہ سے گالی کو بھی سن کر خوش ہوتے ہیں کہ کچھ بھی ہو کم ازکم خان اورنواب کے منہ سے تو سن رہا ہوں۔

کامیابی کے شرائط

پہلی شرط ایمان ہے اس کے بغیر کامیابی ممکن نہیں تمام اعمال کا دارومدار ایمان پر ہے خواہ نیک ہو یا برا کفار کے دنیا میں تمام اعمال لغو ہیں بلاایمان تمام اعمال بے فائدہ ہیں پشتو کی ایک کہاوت کا مفہوم ہے ’’ہندو چاہے جتنی نیکیاں اور ریاضتیں کرے اللہ پھر بھی ناراض ہوگا‘‘ لیکن صرف کلمہ پڑھنے سے دھوکہ میں نہیں پڑنا چاہئے اس لئے کہ جہنم سے پوری طرح بچنے کے لئے ایمان کے ساتھ صبر مصابرة مرابطة تقویٰ وغیرہ ضروری ہے لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ لَعَلَّ جب بادشاہ کی طرف سے ہوتو وعدہ ہوتا ہے مصابرہ دشمن کے مقابلہ میں صبر کو کہتے ہیں مرابطہ سے مراد اسلامی سرحدات کی حفاظت ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان کامل اور مذکورہ شرائط پر پورے طور پراترنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين

دنیا میں مؤمن زندہ کیوں اور کافر مردہ کیوں؟

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اَوَ مَنۡ كَانَ مَيۡتًا فَاَحۡيَيۡنٰهُ وَ جَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا يَّمۡشِىۡ بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَنۡ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ (الانعام: ۱۲۳)

’’بھلا ایک شخص جو کہ مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اس کو دی روشنی، کہ لئے پھرتا ہے اس کو لوگوں میں برابر ہو سکتا ہے اس کے، کہ جس کا حال یہ ہے پڑا ہے اندھیروں میں اور وہاں سے نکل نہیں سکتا اس طرح مزین کر دیئے کافروں کی نگاہ میں ان کے کام‘‘

دو فرقوں کی حالت اور ان کا انجام

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دو فرقوں کی حالت اور انجام کا ذکر کیا ہے ایک وہ فرقہ جس کا اللہ تعالیٰ، رسول اور قرآن پر ایمان ہے اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتا ہے اور انبیاء کرام کی رسالت اور خصوصا خاتم النبیین ﷺ کی رسالت کا عقیدہ رکھتا ہے اس طرح قرآن مجید سمیت تمام آسمانی کتابوں کو حق سمجھتا ہے دوسرا فرقہ جو مذکورہ باتوں کا

انکار کرتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے حالات اور خیالات بیان فرما رہے ہیں ایک فرقہ کا انجام اچھا ہے ایک کا برا اس کے علاوہ ایمان وکفر کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے ایک حسی مثال کا بیان بھی ہے آیت کی تشریح یہ ہے حالت کفر میں آدمی بمنزلہ مردہ کے ہوتا ہے ایمان کی روشنی کے ساتھ اس کو زندگی ملتی ہے ایمان وہدایت کی روشنی کے ساتھ لوگوں میں چلتا پھرتا نظر آتا ہے وہ روشنی لوگوں میں پھیلاتا ہے کیا یہ شخص جس کو روشنی عطا کی گئی ہے اس شخص کی طرح ہے، جو کفر کی اندھیروں میں پڑا ہے اور اس کا چلنا پھرنا اندھیرے میں ہے، جواب ظاہر ہے کہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے تاریکی میں چلنے پھرنے والے شخص کی ہر وقت ہلاکت کا خطرہ ہوتا ہے دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں مومن کا انجام اچھا ہوتا ہے اور منزل تک پہنچنے والا ہوتا ہے اور کافر کا انجام بہت برا ہوتا ہے ہلاکت میں گر کر نامراد بن جاتا ہے۔

مرد مومن ہی زندہ ہوتا ہے

الحاصل مومن کو اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا اور ایمان وہدایت کی دولت سے محروم کو مردہ فرمایا ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَ مَا يَسۡتَوِى الۡاَحۡيَآءُ وَ لَا الۡاَمۡوَاتُ (الفاطر: ۲۲) اور برابر نہیں زندہ اور نہ ہی مردے احیاء سے مومنین مراد ہیں اور اموات سے کفار صراحتاً ذکر فرمایا کہ مومن زندہ ہے اور کافر مردہ سوال پیدا ہوا کہ کافر کو مردہ کیسے کہا؟ حالانکہ وہ زمین پر چلتا پھرتا ہے، کھاتا پیتا ہے، زندوں کے افعال سرانجام دیتا ہے وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر شے مثلا انسان، حیوان، نباتات وغیرہ کو ایک خاص کام اور مصلحت کے لئے پیدا فرمایا ہے اور پھر ان چیزوں میں ان کے مناسب خدمت و مصلحت کی صلاحیت بھی رکھ دی ہے مثلا جسم میں پاؤں کے اندر چلنے کی صلاحیت رکھی ہے، پاؤں سے انسان اور حیوانات چلتے ہیں، ہاتھوں سے پکڑتے ہیں کسی چیز کو اپنی

گرفت میں لیتے ہیں، اس لئے کہ ہاتھوں میں گرفت کی صلاحیت رکھی ہے یہ صلاحیت کسی دوسرے عضو میں نہیں رکھی، اسی طرح آنکھ اور کان میں ان کی مناسب صلاحیت رکھی ہے اور صلاحیت کے مطابق اعضاء کام کررہے ہیں حیوانات کو دیکھیں، بیل میں ہل چلانے کی صلاحیت رکھی ہے، خچر اور گدھے کو بوجھ اٹھانے کے لئے پیدا فرمایا یہ جانور اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق مناسب کام احسن طریقے سے سرانجام دے رہے ہیں اسی طرح نباتات کو دیکھیں، سبزیوں کو کھانے کے لئے پیدا کیا بہت سی نباتات حیوانات کی خوراک ہے، پھلوں اوردالوں کو انسان کی خوراک کے لئے پیدا کیا غرض ہر چیز کو پیدا کرنے کے بعد ان میں اپنے مناسب کام اور خدمت کی صلاحیت بھی رکھ دی ارشاد باری تعالیٰ ہے **وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی** (الاعلیٰ: ۳) ''اور جس نے ٹھہرادیا اور راہ بتلائی''......

ہر یکے را بہر کارے ساختند
میل او را در دل انداختند

تخلیقات الٰہی کے مقاصد اور حکمتیں

ہر چیز کو ایک خاص مقصد اور حکمت کے تحت پیدا فرمایا ہماری آنکھوں کا مشاہدہ ہے کہ جو چیز اپنا مقصد، مصلحت اور حکمت کھو بیٹھے اس کو مردہ سمجھا جاتا ہے بے کار اور فضول آدمی کو لوگ عرف میں مردہ کہتے ہیں آگ کا کام حرارت اور جلانا ہے اور آگ میں حرارت اور جلانا نہ ہو تو کوئی بھی اس کو آگ نہیں کہتا، اپنا نام بھی کھو بیٹھتا ہے اسی طرح نباتات اور پانی وغیرہ اگر اپنا کام اور اثر چھوڑیں تو پھر اپنے اپنے ناموں سے پکارے جانے کے قابل نہیں اب انسان کی طرف آئیں اس کی حقیقت پر غور کریں اس کی پیدائش کی غرض وحکمت کیا ہے؟ یہ اتفاقی مسئلہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات والکائنات ہے ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ (الاسراء: ۷۰)

''اور ہم نے عزت دی ہے آدم کی اولاد کو''

حضرت آدمؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اچھا سلوک کیا جنت میں پالا اور رہائش دی، پھر زمین پر اتار کر اپنا خلیفہ بنایا، مسجود ملائکہ بنایا مخدوم کائنات بنایا ان تمام اعزازات وکرامات سے اللہ تعالیٰ نے ساری بنی نوع انسان کو نوازا، حالانکہ بدنی اعتبار سے انسان سے بڑے بڑے حیوانات موجود ہیں لیکن ان کو یہ شرف نہیں بخشی پوری کائنات انسان کی خدمت میں مصروف ہے سورج کی گرمی اور روشنی انسان کے لئے ہے بارشیں انسان کے لئے برستی ہیں ہوائیں انسان کی خاطر چلتی ہیں پانی کو انسان کے لئے پیدا کیا، زمین ہمارے فائدے کے لئے ہے تمام انسانی خوراکیں زمین سے اگتی ہیں آسمان کو مزین اور خوبصورت چھت بنایا۔

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (بقرہ: ۲۲)

''جس نے بنایا تمہارے واسطے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت اور اتارا آسمان سے پانی''

اگر زمین لوہے اور تانبے کی طرح سخت ہوتی یا پانی کی طرح نرم ہوتی تو انسان کی سکونت کے قابل نہ رہتی زمین اور کائنات کی ہر شے میں ایک خاص نوع کی حیات اور زندگی ہے

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (الاسراء: ۴۴)

''کوئی چیز نہیں جو نہیں پڑھتی خوبیاں اس کی، لیکن تم نہیں سمجھتے ان کا پڑھنا''

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَهْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ (البقرۃ: ۷۳)

''ان میں ایسے بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ کے ڈر سے''

ہم زمین پر چلتے ہیں اور ہل اور ٹریکٹر کے ذریعے اس کے سینہ کو چیرتے ہیں مگر زمین ہمیں کچھ نہیں کہہ سکتی انسان کے فائدے کے لئے زمین آسمان کا آپس میں تعلق جوڑ دیا آسمان سے پانی برستا ہے اور زمین پھل سبزیاں اور غلے اگاتی ہیں انسان اور چوپائے اسے کھاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ تمام سہولیات اور ضروریات ہمیں بلا ومعاوضہ عطا فرمائی ہیں۔

انسان ہی مخدوم الکائنات اور اشرف المخلوقات ہے

الحاصل انسان مخدوم الکائنات واشرف المخلوقات ہے اور یہ مسلم بات ہے کہ جس چیز کا مقصد بلند ہوتا ہے وہ اشرف ہوتا ہے وزراء کے عہدے بلند اور اونچے ہوتے ہیں ان کی ڈیوٹیاں بھی بڑی اہم ہوتی ہے تو عوام الناس ان کو بڑے مقام والا تصور کرتے ہیں ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کام کے مقصد کے لحاظ سے انبیاء کرام اور علماء کرام اس لئے سب سے زیادہ بلند اور مرتبے والے ہوتے ہیں اور دنیا میں بلکہ رہتی دنیا تک ان کی سب سے زیادہ عزت ہوتی ہے معلوم ہوا کہ شرافت، عزت، قدر، کرامت، کام اور مقصد کے اعتبار سے ہے اگر انسان اپنا مقصد اچھا کھانا، پینا اور خواہشات کو بنائے تو پھر اشرف المخلوقات نہیں ان کاموں میں تو بہت سے حیوانات انسان سے آگے ہیں حیوانات بھی جلب منفعت اور دفع مضرت کا ادراک رکھتے ہیں ان حیوانات میں ہمارے بہت سے منافع بھی موجود ہیں تو پھر حیوانات اشرف کیوں نہیں؟ ان میں خورد ونوش والا کام اعلیٰ درجہ میں موجود ہے اس سے معلوم ہوا کہ انسان صرف کھانے پینے والا حیوان نہیں، بلکہ انسان، ماضی، حال اور مستقبل کے اندر غور وفکر کرنے والا ہے ان زمانوں پر نظر رکھ کر اپنی دائمی منفعت اور راحت تلاش کرے گا اور عبرت حاصل کرے گا اس طرح کی سوچ سمجھ اللہ تعالیٰ نے صرف انسان کو دی ہے نہ کہ دوسرے حیوانات کو، اگر کوئی سبب ہلاکت کا باعث

بنتا ہے تو ہر انسان اس سے اپنی جان بچاتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان میں عقل ادراک پیدا کی ہے جس کی وجہ سے یہ حیوانات سے ممتاز ہے۔

شریعت کے بغیر عقل کی پسماندگی

لیکن یہ عقل شریعت کی روشنی کے بغیر نابالغ ہے جس طرح آنکھ کی روشنی، سورج کی روشنی یا خارج کی روشنی کے بغیر کام نہیں کرتی قدیم علم ہیئت والے کہتے ہیں کہ زمین ساکن ہے اور آسمان حرکت کرتا ہے جب کہ جدید علم ہیئت والے کہتے ہیں کہ آسمان کی طرح زمین بھی گردش کرتی ہے اسی طرح قدیم فلاسفہ کہتے تھے کہ اعراض کو بقاء نہیں اس لئے معتزلہ وزن اعمال کے قائل نہیں اور وزن اعمال کا انکار کرتے ہیں اور رؤیت باری تعالیٰ کے منکر ہیں لیکن اب یہ بات مسلم ہے کہ اعراض کے لئے بقا ہے ہمارے آوازوں حرکات وسکنات کا ریکارڈ موجود ہے حرارت اور برودت معلوم کی جاسکتی ہے ان اختلافات اور تضادات سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل مغلوب ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں مختلف حکم جاری کئے گئے ہیں ان حکموں میں اختلاف پایا جاتا ہے اور اس مغلوبیت کی وجہ سے عقل غلط فیصلے صادر کرتی ہیں حواس بھی غلطی کرتے ہیں ہر قسم کی غلطیوں سے پاک وحی الٰہی ہے:

لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ (حم سجدة: ٤٢)

"اس پر جھوٹ کا دخل نہیں آگے سے اور نہ پیچھے سے"

اگر عقل کے ساتھ وحی کی روشنی ہو تو صحیح کام کرے گی، جس طرح سورج کی روشنی صحیح طور پر کام کرتی ہے اور بات سمجھ میں آتی ہے انسان پھر بھی اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تحت گذارتا ہے انسان کے اعمال واخلاق وحی کے مطابق بنتے ہیں اس طرح انسان زندہ کہلاتا ہے اور زندہ رہتا ہے اور اگر وحی الٰہی کے تابع نہ بنے اور عقل کو آزاد چھوڑے تو جس طرح آنکھ خارجی روشنی کے بغیر اندھی ہوتی ہے اس طرح

انسان وحی کی روشنی کے بغیر مردہ کہلائے گا جس کی عقل وحی کے تابع ہوتو اس نے مقصد حاصل کرلیا دائمی عزت، راحت، منفعت، احکامات کے جاننے اور عمل کرنے میں ہے یہ انسان زندہ ہے اور زندہ کہلانے کا حقدار ہے ورنہ مردہ ہے......

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

زندگی کا مقصد اعلیٰ احکامات خداوندی کی پیروی ہے ورنہ صرف رسوائی ہی ہوگی اور حیوانات سے بھی بدتر ہوجائے۔

أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ (الاعراف:۱۷۹)

"اور وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ اس سے بھی بے راہ"

انسان کی انسانیت اس وقت باقی رہے گی جب اللہ تعالیٰ کے احکامات مان کر چلے ورنہ انسان سے حیوان بلکہ بدتر از حیوان بن جائے گا اگرچہ بظاہر خوبصورت انسان نظر آتا ہو خوبصورت یہود ونصاریٰ حقیقت میں حیوانات سے بدتر ہیں او رافریقہ کا مسلمان حبشی حقیقی خوب صورت انسان ہے۔

قیمتی سرمایہ ''وقت'' کا صحیح استعمال

عمر بہترین اور قیمتی سرمایہ

عمر انسان کا بہترین اور قیمتی سرمایہ ہے اگر اس کو اچھے افعال اور اعمال میں صرف کیا تو نفع ملے گا ورنہ نقصان اور خسارہ ہی ہوگا لیکن یہ ایسا سیال (بہنے والا) سرمایہ ہے کہ اگر کسی عمل میں صرف کردیا تو ٹھیک ہے، ورنہ ویسے ہی برف کی طرح پگھل جائے گا گھنٹے، منٹ اور سیکنڈ وقت کے اجزاء ہیں ہم آنکھوں سے مشاہدہ کررہے ہیں کہ یہ اجزاء یکے بعد دیگرے ختم ہورہے ہیں گھڑی کے اندر تین قسم کی سوئیوں کو دیکھو سیکنڈ والی سوئی آنکھوں سے چلتی ہوئی نظر آئی گی، منٹوں اور گھنٹوں والی سوئیاں بھی چکر کاٹ رہی ہیں لیکن ان کا چلنا آنکھوں سے نظر نہیں آتا البتہ وقتاً فوقتاً آپ دیکھیں تو کچھ نہ کچھ فاصلہ طے کئے ہوتا ہے یہ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا دنیوی سرمایہ سے فائدہ اٹھایا تو نفع ملے گا اگر سرمایہ کو کہیں خرچ نہ کیا تو پھر بھی اپنی جگہ قائم رہے گا وقت کے اس قیمتی سرمایہ کو اللہ کی رضا اور آخرت کے بلند درجات کے حصول کے لئے لگانا چاہیے۔

قیمتی سرمایہ کے استعمال میں رکاوٹ

لیکن اس مقصد عظیم میں رکاوٹ حب دنیا اور انہماك فی الدنیا ہے اسی

طرح دنیاوی خواہشات میں گھسنا، انسان میں جب یہ امراض پیدا ہوتے ہیں تو سرمایہ کی تجارت میں صرف نقصان اٹھانا پڑتا ہے پھر انسان صحیح اور سیدھے راستے سے ہٹ جاتا ہے انسان کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے زندگی گذارنے کا راستہ بتلادیا ہے جس پر چل کر انسان اپنے عظیم مقصد (آخرت کی کامیابی) کو پاسکتا ہے پورے بدن کو شریعت کے مطابق استعمال کرنے سے اللہ کو خوش کر کے آخرت کی بہترین اور لازوال نعمتوں کو پاسکتا ہے۔

دنیا کی ظاہری کشش

دنیا میں ایک ظاہری اور عارضی کشش ہے جو انسان کو اپنی طرف مائل کرتی ہے ایک پرندہ ہے چاند کا عاشق ہے چاندنی رات میں چاند تک تو نہیں پہنچ سکتا لیکن نیچے فضاء میں خوشی سے اچھلتا اور کودتا ہے دنیا کی اس ظاہری اور خوبصورتی میں کشش ہے۔

مسلمانوں کی فضیلت اور مدح

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدح اور فضیلت جب بیان کرتا ہے، تو کفار کہتے ہیں کہ عجیب بات ہے مسلمان غریب ہیں نہ ان کے پاس عمدہ لباس ہے اور نہ مکان ہے، جب کہ ہماری زندگی دنیا میں ہر لحاظ سے عمدہ ہے پھر بھی تعریف مسلمانوں کی ہورہی ہے ارشاد باری ہے :

اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِیًّا (مریم:۷۳)

"دونوں فریقوں میں مکان کس کا زیادہ اچھا ہے اور محفل کس کی اچھی ہے"

کفار کو جواب ملا کہ اس ظاہری حسن وکشش سے دھوکے میں نہ پڑو ہم نے بہت سے ایسے لوگوں کو ہلاک کیا ہے جو ظاہری بناوٹ، خوبصورتی اور مالداری میں آپ سے بہت زیادہ تھے اس لئے کہ ان میں اللہ کے احکامات کی نافرمانی تھی دنیا میں ہلاکت

ان کی مقدر ہوئی اور آخرت کی سزا الگ ہے دنیا کی ظاہری کشش تو آزمائش ہے نادان لوگ ان کی طرف تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں دنیا کی طرح مالداری کے اسباب مثلاً عہدہ وغیرہ انسان کو اپنی طرف کھینچتا ہے اس کا بھی اللہ تعالیٰ نے سدباب فرمادیا

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (التکاثر:۱-۲)

"دنیاوی ساز وسامان پر فخر کرنا تم کو آخرت سے غافل کئے رکھتا ہے یہاں تک کہ تم قبرستان پہنچ جاؤ"

تکاثر کیا ہے؟

تکاثر کا معنی ہے کثرت مال میں ایک دوسرے سے بڑھنا بعض نے اس کا ترجمہ تفاخر سے کیا ہے حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر مال جمع کرنا موجب غفلت ہے اسی طرح مال ودولت اور افرادی قوت کے اضافہ پر فخر کرنا بھی موجب غفلت ہے اس لئے کہ یہ چیزیں نہ قابل تفاخر ہیں اور نہ مقصد زندگی، تکاثر اور تفاخر کی بیماری اتنی خطرناک ہے موت ہر ایک انسان کے ساتھ قائم رہتی ہے انسان آخرت کو بھول جاتا ہے حالانکہ آخرت قابل غفلت نہیں موت کے وقت انسان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں کہ کس لئے آئے تھے اور کیا کر کے گئے عمل وفادار ساتھی ہے صحیح روایت کا مفہوم ہے کہ آدمی قبر تک اپنے ساتھ تین چیزیں لے جاتا ہے (۱) رشتہ دار (۲) مال (۳) عمل

رشتہ دار اور مال تو قبر سے واپس ہوجاتے ہیں جب کہ صرف عمل اس کے ساتھ باقی رہ جاتا ہے حالانکہ یہی اقارب اور رشتہ دار تھے جن کے لئے یہ انسان جائز اور ناجائز کی پرواہ کئے بغیر سب کچھ گذرتا ہے اسی طرح مال کے حصول میں بھی شریعت کی پابندیوں کی رعایت نہ کی تھی دونوں بے وفا بن کر مردہ کے ساتھ چھوڑ گئے کفن کی مقدار مال صرف اس کے ساتھ ہوتا ہے وہ بھی صرف ستر ڈھانپنے کے لئے ہوتا ہے صرف اعمال اس کے ساتھ وفا

دار بن کر رہ جاتے ہیں دنیا موت کے ساتھ ختم ہوگئی اقارب اور مال نے قبر تک ساتھ دیا
صرف ایک وفادار ساتھی عمل اس کا ساتھ نہیں چھوڑ رہا كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ ثُمَّ كَلَّا
سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ یہ تکرار تاکید کے لئے ہیں موت اور قبر میں پتہ چل جائے گا کہ وفادار ساتھی
کون تھا قبر کا عذاب اور اس کی نعمتیں حق ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے قبر کا اول پرچہ تین سوالات پر مشتمل ہے تیرا رب کون ہے؟
تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ اگر دنیا میں نیک اعمال کر کے اعمال کے وفادار ساتھی
کو ساتھ لیا ہو تو ان سوالات کے جوابات کو اللہ تعالیٰ بہت آسان فرما دیں گے انسان کا
عقیدہ صحیح ہو تو اللہ قبر میں مدد فرمائیں گے ارشاد باری ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي
الْاٰخِرَةِ (ابراهيم:۲۷)

" اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات کلمہ طیبہ کی برکت سے دنیا اور آخرت
میں مضبوط رکھتا ہے"

وَ فِي الْاٰخِرَةِ سے قبر کے اندر سوال وجواب مراد ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ
مومن کو ثابت قدمی نصیب فرمائیں گے مومن جواب دے گا میرا رب اللہ ہے اور میں
اس کا غلام ہوں بشرطیکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی غلامی کی ہو اغیار کی غلامی کرنے والے
جواب کیسے دے گا اور اگر دنیا میں کسی اور کی غلامی کی تھی شریعت کو چھوڑ کر کفار اور اغیار
کے راستہ پر چل پڑا تھا تو ایسا شخص من ربك کا کیا جواب دے گا؟ سوال وجواب کا یہ
مرحلہ ہر ایک پر آنے والا ہے حاکم ہو، یا محکوم بڑے عہدیدار ہو یا چھوٹا عہدیدار،
ہمارے حکمران جو امریکہ کو خوش کرنے کیلئے ان کے اشارہ پر خود اپنے مسلمان بھائیوں
اور اسلام کے خلاف ان کے اتحادی بنے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے قبر

میں فرشتوں کے سامنے تو جھوٹ بھی نہیں بول سکیں گے صاف اقرار دیں گے، ہائے
افسوس! ہمیں رب، دین اور نبی ﷺ کے بارے میں کوئی علم نہیں، ہاں قیامت کے دن
کفار بعض مواقع میں اللہ کے سامنے جھوٹ بولیں گے۔

قبر کے سوالات کی تیاری کرنی چاہئے

تو قبر کے ان سوالات کی تیاری ہر مسلمان کا فریضہ ہے صحیح روایت میں ہے کہ
قبر کے سوال وجواب کی ناکامی کے بعد مردے پر قبر اتنی تنگ کر دی جاتی ہے کہ اس کی
پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی اور جہنم کی طرف سے ایک کھڑکی کھل جائے گی
قبر و آخرت کی کامیابی کے لئے ہمیں چاہئے کہ کفار واعیار کے طریقوں کو چھوڑ دیں ان
کی اتباع ترک کر دیں اور شریعت کی مکمل زندگی عقائد وعبادات کے علاوہ مکمل اسلامی
تہذیب اپنائیں تو قبر میں اس قابل ہوں گے کہ جواب میں یہ کہیں کہ میرا دین اسلام ہے
ہر شعبہ زندگی میں کفار واغیار کے راستوں پر دن رات خوب دھڑلے سے چلنے والے قبر
میں یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میرا دین اسلام ہے۔

اسلام کیا ہے؟

اسلام تو انقیاد اور اطاعت کا نام ہے ہم تو اہل مغرب کے مکمل منقاد اور تابعدار
بن گئے ہیں اس سوال کا جواب تو حضور ﷺ کی مکمل اطاعت میں ہے عقائد میں عبادات
میں اور مکمل اسلامی معاشرت اور تہذیب میں اگر کسی نے حضور ﷺ کی مکمل اطاعت کی ہو تو
قبر میں کہہ سکے گا میرا نبی حضرت محمد ﷺ ہیں کفار کی صورت وسیرت میں پیروی کرنے
والا قبر میں کیسے کہہ سکے گا کہ میرا نبی حضرت محمد ﷺ ہیں ان سوالات کے جوابات کی
تیاری وقت کے قیمتی سرمایہ کے صحیح استعمال سے ہوگی اگر خدانخواستہ یہ سرمایہ ضائع ہوگیا
تو پھر آخرت کی ہولناکیاں ہوں گی جو قبر اور آخرت میں ہوں گی اس لئے کہ دنیا کے

علاوہ برزخ آخرت مستقل عالم ہیں زندگی کے اس قیمتی سرمایہ کو مکمل طور پر اللہ کی اطاعت میں خرچ کرنا چاہیے ارشاد باری ہے:

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الملک:۲)

''تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے''

اس قیمتی سرمایہ کو صحیح مصرف میں لانے کے لئے نفس اور شیطان جیسے موذی دشمنوں سے بچنا ضروری ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ظاہری اور باطنی دشمنوں سے بچائے اور آخرت کی فکر نصیب فرمائے۔

وقت کو قیمتی بنانے کا طریقہ

الحمد للّٰہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (العصر)

''قسم ہے زمانے کی کہ انسان بوجہ تضیع عمر کے بڑے خسارے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کی اعتقاد حق پر قائم رہنے کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو اعمال کی پابندی کی نصیحت کرتے رہے''

قیمتی سرمایہ قیمتی نعمت کا صحیح استعمال

اللہ تعالیٰ نے انسان پر ظاہراً و باطناً احسانات فرمائے ہیں جو بہت بڑی دولت اور سرمایہ ہے ہر نعمت اپنی جگہ بہت بڑی اور عظیم الشان ہے آنکھوں کا دیکھنا، کانوں کا سننا، قوت گویائی، عقل وفہم وغیرہ اسی طرح ظاہری اور باطنی قوتیں عطا کی ہیں ان نعمتوں میں ایک نعمت عمر ہے جو انسان کا قیمتی سرمایہ ہے اسی قیمتی نعمت کے صحیح استعمال سے انسان قیمتی بنتا ہے اس نعمت کی ناقدری اور ضیاع بہت بڑا خسارہ ہے اکثر لوگ اس قیمتی نعمت کی قدر سے غافل اور ناواقف ہیں روایات میں آتا ہے کہ انسان ایک مرتبہ

سبحان اللّٰہ کہتا ہے تو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں ایک درخت اگا دیتے ہیں جسکے سایہ کے نیچے تیز رفتار گھوڑا پانچ سوسال تک دوڑتا ہے ایک اور روایت میں ہے کہ سبحان اللہ والحمد للہ تملان مابین السماء والارض (بخاری:ح۳۹۵۷) یعنی سبحان اللہ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا ثواب اگر مجسم ہوجائے تو زمین اور آسمان کی ساری کھلی فضاء کو پر کردے گا حالانکہ یہ پانچ سوسال کے بقدر مسافت ہے اتنے چھوٹے اور مختصر سیکنڈوں والے عمل پر اتنا عظیم ثواب ملتا ہے اب اندازہ لگائیں کہ ہر انسان کا ایک سیکنڈ کتنا قیمتی ہے چند سیکنڈوں (ثانیوں) میں جنت کی وسیع قیمتی سایہ دار زمین کمالی جنت کی زمین کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

ولموضع سوط احدکم خیر من الدنیا ومافیها (ترمذی:ح۱٦٦٤)

"جنت کی کوڑا برابر زمین دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سے بہتر ہے"

دنیا میں بھی زمین کے ٹکڑوں کی قیمتیں مختلف ہیں بعض علاقوں کی زمین کے خریدنے کی قوت کسی کے پاس نہیں ہوتی۔

ضیاع وقت باعث ہلاکت

ذکرواذکار کی طرح عبادت پر بھی اللہ تعالیٰ ثواب عطافرماتے ہیں جس تک انسانی عقل کی رسائی ممکن نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حیات مستعار کی ہر گھڑی اور ہر لحہ اس وقت قیمتی بنے گا جب اس کو ذکر وعبادت اور نیک کاموں میں صرف کیا جائے اگران قیمتی لحات کو ضائع کردیا تو ہلاکت ہے ان آیات مبارکہ میں زمانہ کو اس بات پر گواہ بنادیا کہ انسان خسارہ میں ہے یعنی اس کی عمر اور زندگی نقصان میں ہے علماء کرام اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں کہ زندگی انسان کا قیمتی سرمایہ ہے دوسرا سرمایہ وہ مال ہے جس کو تجارت وغیرہ کے لئے خرچ کر کے مزید مال کمایا جائے انسان کو اللہ تعالیٰ نے

یہ زندگی تجارت کے لئے دی ہے اور سرمایہ زندگی عطا کردیا اس عمر کو نیک اعمال میں خرچ کرنا تجارت ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو تجارت وسودا کہا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ . تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ (الصف: ۱۱)

"اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے وہ یہ ہے کہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے جان ومال سے جہاد کرو"

اگر یہ نیک اعمال ان اوقات یعنی زندگی میں کیئے تو اس کے عوض جنت ملے گی یہ ایسا ہے جیسے کسی کو مبیع دینا اور اس کا ثمن وصول کرنا اگر اس "رأس المال" (زندگی) کو صحیح خرچ نہ کیا جائے تو آخرت میں خسارہ ہے جو اصل خسارہ ہے انسان زندگی کے چند لمحات میں جنت اور اس کے بلند وبالا درجات حاصل کرسکتا ہے اگر ہم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قیمتی نعمتوں کو صحیح طور پر استعمال کریں تو آخرت کی لازوال قیمتی نعمتیں ملیں گی مسلم شریف کی ایک طویل روایت کا آخری ٹکڑا ہے وکل الناس یغدوا فبائع نفسه فمعتقها اوموبقها (مسلم: ح۳۵۱۷) تم میں سے ہر ایک صبح میں داخل ہوتا ہے تو خود کو ضرور کسی نہ کسی کام میں مشغول کردیتا ہے پھر اپنے اس عمل کی وجہ سے یا خود کو ہلاک کردیتا ہے یا نجات دہندہ بن جاتا ہے یعنی یہ زندگی انسان کی رنج یا خوشی کا سبب بن جاتی ہے یہ بات بھی یاد رہے کہ زندگی کا سرمایہ دنیاوی سرمایوں جیسا نہیں مثلاً زمین ایک سرمایہ ہے، جس کے منافع بہت ہیں لیکن سب منافع فانی ہیں اگر مالک زمین اپنی زمین سے نہ خود فائدہ لے نہ کسی اور کو فائدہ اٹھانے دے تو سرمایہ اپنی جگہ قائم رہتا ہے جب

کہ زندگی کے سرمایہ کا نفع لازوال اور قیمتی ہے لیکن اگر اس کو ضائع کر دیا اور استعمال میں نہ لایا تو کسی اور کے کام نہیں آ سکتا بلکہ ختم ہو جاتا ہے ہر آن اور گھڑی یہ سرمایہ ختم ہو رہا ہے برف کی طرح پگھل رہا ہے، اس کی ساعات (گھڑی) جمع نہیں ہوتے دنیاوی سرمایہ کا نفع عارضی اور محدود ہے پھر بھی اس کے ضیاع پر انسان افسوس کرتا ہے جب کہ زندگی کے اصلی سرمایہ کا ضیاع اس کو نظر نہیں آتا جس کا نقصان وخسارہ ابدی ہے انسان اپنی اس پر تعیش زندگی سے قبر جیسی تاریکی والے گھر کی طرف جا رہا ہے اگر ایمان و نیک عمل کی روشنی نہ ہو تو قبر میں کسی قسم کی روشنی میسر نہ ہو گی اگر انسان زیادہ جحیم اور شحیم (ہٹا کٹا) ہو تو حشرات الارض زیادہ مزے لیں گے اسلئے کہ قبر تاریکی کیساتھ کیڑے مکوڑوں اور سانپ بچھوؤں کا گھر ہے اندھیرے میں موذی چیزیں اور بھی خطرناک ہو جاتی ہیں۔

عیش وعشرت کی طرف رغبت اور اسکی اخروی نقصانات

مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ لوگوں کی دنیاوی ہوس بڑھ رہی ہے اخراجات میں اضافہ ہو رہا ہے دنیاوی ساز وسامان کی طرف رغبتیں بڑھ رہی ہیں حالانکہ یہ سب کچھ خسارہ کا باعث ہے ناجائز تو چھوڑئیے! کثرت مباحات کی وجہ سے انسان اسراف میں مبتلا ہو جاتا ہے مال کماتا ہے، زکوٰۃ ادا نہیں کرتا ایسا مال یقیناً وبال بن جائے گا ارشاد باری ہے: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

’’اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی فضل سے دی ہے کہ یہ بات کچھ ان کے لئے اچھی ہوگی بلکہ یہ بات ان کیلئے بہت بری ہے وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنادئے جائیں گے اس کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا‘‘ (ال عمران : ۱۸۰)

اگر قلت مال کے خوف کی وجہ سے زکواۃ ادا نہ کرے تو یہ مال زیادتی کا ذریعہ نہیں بن سکتا یہ بخل اس کے لئے شر بن جائے گا قیامت کے دن یہی مال گلے کا طوق بن جائے گا اس کی تفصیل صحیح حدیث میں آئی ہے کہ ایک شخص اپنے مال سے زکواۃ ادا نہ کرے تو اس مال سے اللہ تعالیٰ ایک زہریلا سانپ بنا دیں گے زہر کی کثرت کی وجہ سے اس کے سر کے بال نہ ہوں گے وہ سانپ اس شخص کی گردن پر سوار ہو کر اس کے جبڑوں گرفت میں لے کر کہے گا أنا كنزك أنا مالك ’’میں تیرا خزانہ ہوں میں تیرا مال ہوں‘‘ ایک روایت میں ہے یہ شخص اس اژدھے سے بھاگے گا اور اژدھا اس کا پیچھا کرے گا یہ شخص اپنے ہاتھوں کو اس کے منہ میں ڈال دے گا۔

باطنی نور کے اثرات ظاہری اعضاء پر نمایاں ہونے چاہیے

تو زندگی کو صحیح عقیدہ کی تبلیغ اور اشاعت دین میں صرف کر دینا چاہئے اور اپنا عقیدہ اور عمل درست کر کے دوسروں کے عقیدے وعمل کو بھی درست کرو زندگی اگر اپنے نفس کی تکمیل اور تکمیل غیر میں صرف ہو تو اچھا سرمایہ ہے اب خسارہ نہیں بلکہ نفع اور خیر ملے گا سب سے پہلے اور لازمی چیز عقیدہ کی درستگی ہے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کے تمام فیصلے خوشی، غمی، صحت، مال کی کمی یا زیادتی وغیرہ سب اللہ کی طرف سے ہیں جس کو ایمان بالقدر کہتے ہیں عقیدہ کی درستگی کے بعد اعمال صالحہ ہیں وہ اعمال جو شریعت کے مطابق ہوں اس لئے کہ انسان کو پیدا کرنے کے بعد آزاد نہیں چھوڑا گیا اس کے تمام اعضاء مل کر دماغ، آنکھ، کان، ہاتھ وغیرہ کے لئے احکامات دیئے گویا اس کے تمام اعضاء پابند ہیں ان اعضاء کو اپنے اپنے عطا کردہ حکم میں لگانا ہو گا پہلے قلبی صفائی کر کے ایمان کی روشنی کے ساتھ اس کو منور کرنا ہو گا بعد میں یہ قلبی روشنی ظاہری اعضاء کی طرف سرایت کرے گی جس کی وجہ سے اعضاء سے نکلنے والے اعمال نورانی اور منور ہوں گے اب ان

لوگوں کی غلطی واضح ہوگئی جو برے اعمال کرتے رہتے ہیں ان کی صورت اور سیرت اسلام کے مطابق نہیں ہوتی اور کہتے کہ دل صاف ہونا چاہئے دل اگر صاف اور نور ایمان سے مکمل طور پر منور ہو، تو اس کے اثرات وثمرات ظاہری اعضاء پر ضرور نمایاں ہوں گے اپنے قلب کو ایمان کی روشنی کے ساتھ منور کر کے دوسروں کے دلوں کو روشن کرنا ہوگا وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ یہی مطلب ہے یعنی جو شخص تکمیل نفس کے بعد دوسروں کی تکمیل کے پیچھے لگے تو آخرت کے خسارے سے بچ جائے گا اس شخص کے لئے دائمی عزت وراحت ہے وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا جس طرح لوگ ایک دوسرے کا انتظار کرتے ہیں اور نہ وقت کے اجزاء کو اپنے لئے ذخیرہ کر سکتے ہیں قیامت کے دن حسرت کے علاوہ کچھ بھی ہاتھ نہیں لگے گا قیامت کے دن کا ایک نام یَوْمَ الْحَسْرَة ہے

وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ (مریم:۳۹)

''اور آپ ان لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیے جب کہ جنت ودوزخ کا اخیر فیصلہ کر دیا جائے''

قیامت کے دن فساق وفجار اپنے بداعمال کی وجہ سے افسوس کریں گے لیکن بے سود ہوگا اور دنیا کی طرف واپسی بھی نہیں ہوگی دوسرا موقع بھی نہ دیا جائے گا یہ ایک موقع ہے نیک لوگ اس وقت پر افسوس کریں گے جو دنیا میں اللہ کی یاد کے بغیر گذرا ہو کفار افسوس کے ساتھ کہیں گے

يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا (الفرقان :۲۷)

''کیا اچھا ہوتا کہ میں رسول کے ساتھ دین کی راہ میں لگا لیتا''

يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا (الفرقان۲۸)

''کیا اچھا ہوتا کہ فلاں شخص کو دوست نہ بناتا''

لیکن یہ افسوس اور واویلا کچھ کام نہ دے گا زندگی کو موت سے قبل غنیمت سمجھو شریعت کے مطابق زندگی بسر کرو اور عقل صحیح کا بھی یہی تقاضا ہے دنیا کی ہر چیز کسی نہ کسی کام کے لئے پیدا ہوئی ہے اور اس میں خواہی نہ خواہی صرف ہو رہی ہے تو انسان کس مرض کی دوا ہے اور یہ سب سے اشرف تو بلا مقصد ہو نہیں سکتا اس لئے اپنے مقصد کو شریعت کی روشنی میں تلاش کرنا اور عمل ضروری ہے تا کہ کائنات کی دیگر چیزوں سے پیچھے نہ رہیں کتنا افسوس ہے کہ کائنات کے حقیر انسان سے ہر لحاظ سے کم تر چیزیں اپنے مقاصد میں کھپ رہی ہیں اور انسان غفلت اور جہالت کے اندھیروں میں پڑا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔

طلبۂ علوم دینیہ کیلئے لازمی شرائط

شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ دامت برکاتہم دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث اور روح رواں ہیں موصوف ایک جامع المعقول والمنقول شخصیت ہیں تدریسی زندگی کا اکثر حصہ انہوں نے منتہی کتابوں کی پڑھائی میں گزارا اللہ تعالیٰ نے ان کو بلا کا حافظہ دیا ہے ان کی تحقیقی تدریس سے ان کی علمیت اور ان کی نورانی چہرے سے ان کی تقوی اور پرہیزگاری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے تعلیمی سال کے آغاز پر اساتذہ کرام کا یہ معمول ہوتا ہے کہ وہ طلبہ کو خصوصی ہدایات بیان فرماتے ہیں شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفوراللہ مدظلہ نے تعلیمی سال کی ابتداء میں جو گراں قدر زرین ارشادات بیان فرمائے انہیں شامل خطبات کیا جارہا ہے۔

طالب علم کیلئے چند باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے

تصحیح نیت

علم کے لئے تصحیح نیت ضروری ہے بغیر صحیح نیت کے علم ہلاکت وبربادی ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص ایسا ہوگا جس نے علم حاصل کیا اور سکھایا اور قرآن کو پڑھا پس اس کو خدا کے حضور میں لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو

اپنی نعمتیں یاد دلائے گا وہ ان کو یاد کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا تو نے ان نعمتوں کا شکر یہ کس طرح ادا کیا وہ کہے گا میں نے علم کو سیکھا دوسروں کو سکھایا اور تیرے ہی لئے قرآن پڑھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے تو علم اس لئے سیکھا کہ لوگ تجھے عالم کہے اور قرآن کو اس لئے پڑھا کہ لوگ تجھے کو قاری کہے، چنانچہ تجھے عالم اور قاری کہا گیا پھر حکم دیا جائے گا اس کو منہ کے بل کھینچا جائے گا پھر وہ آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

جب کسی عالم، حافظ یا قاری کا مقصد شہرت ہو تو اس کے لئے مندرجہ بالا حدیث میں وعید بیان کی گئی ہے تصحیح نیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رضا کے لئے ہو، یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری کی ابتداء میں إنما الأعمال بالنیات ذکر کیا ہے تاکہ طالب علم ابتداء سے نیت کی تصحیح کرے نیت اندر کی چیز ہے اور اعمال باہر ہیں جب اندروں یعنی نیت صحیح ہو تو پھر بیرون یعنی اعمال بھی صحیح ہوں گے جب نیت صحیح نہ ہو تو پھر اعمال صحیح نہیں ہوں گے یہی وجہ ہے کہ اعمال کی تصحیح کے لئے نیت کی تصحیح ضروری ہے۔

تقویٰ

تقویٰ مرد مومن کا اصل جوہر ہے طالب علم کا تقویٰ یہ ہے کہ کتاب کا مطالعہ کرے اور تکرار کرے درس میں پابندی سے حاضری کردے درس کے دوران بعض طلباء کو استاد کی بات کی سمجھ نہیں آتی ہے تو تکرار میں وہی بات یاد ہوگی تکرار سے غبی طالب کے ذہن میں بھی کچھ نہ کچھ آئے گا مشہور مقولہ ہے اذا تکرر تقرر فی القلب طالب علم کے لئے بڑی بزرگی یہ ہے کہ وہ فرائض اور واجبات ادا کرے اور محارم سے بچے طالب علموں کے لئے بڑی عبادت یہ ہے کہ طالب علم محنت ومشقت سے کام لے فرائض وواجبات کے بعد دیگر عبادتوں سے یہ عبادت افضل ہے۔

ادب

کوئی فعل یا قول جو وقت اور حالات کے مناسب ہو اسے ادب کہتے ہیں یا ادب ایسا ملکہ راسخہ ہے جو مناسب وقت میں مناسب فعل کر کے الزام سے اپنے آپ کو بچائے علم کا ادب یہ ہے کہ استاد کی تحقیر نہ کی جائے کتاب اور مدرسہ کی تحقیر نہ ہو جو طالب علم باادب ہے خواہ وہ کند ذہن کیوں نہ ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ اس سے دین کا کام لیتا ہے اور جو طالب ذہین ہو لیکن بے ادب ہو اس سے اللہ تعالیٰ دین کی اشاعت کا کام نہیں لیتا۔

اسی طرح کمرے میں جو ساتھی ہو درسگاہ میں جو ساتھی ہو ان کا بھی ادب کرنا چاہیے، امام مالک رحمہ اللہ ایک دفعہ دریا کے کنارے وضوء کر رہے تھے جس طرف سے پانی آرہا تھا اسی طرف ایک زمیندار آدمی وضوء کر رہا تھا جب اس نے دیکھا کہ امام مالک رحمہ اللہ بہاؤ کی طرف ہے تو اس کے دل میں یہ بات آئی کہ یہ بے ادبی ہے چنانچہ جا کر دریا کے دوسرے کنارے بیٹھ گیا یہ بے ادبی نہ تھی لیکن اس کے دل میں بے ادبی محسوس ہوئی تھی جب وہ شخص فوت ہوا، ایک دوست نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا اس نے جواب دیا کہ معاملہ بہت مشکل تھا لیکن امام مالک رحمہ اللہ کے ادب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔

محنت ومشقت

طلباء کو محنت ومشقت برداشت کرنا چاہیے نبوت اللہ کی طرف سے نامزدگی ہے ولایت اور علم کا اونچا درجہ محنت ومشقت سے ہے شاعر کہتا ہے......

بقدر الکد تکتسب المعالی   ومن طلب العلیٰ سھر اللیالی

مشقت کے بقدر بلند رتبے حاصل کئے جاسکتے ہیں جو بلند مراتب کا طالب ہو وہ راتیں بے خواب گذارتا ہے۔

صبر وتحمل

طلباء کو علم کے راستے میں صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیے اگر روٹی کم ہو دارالاقامہ میں جگہ نہ پائے یا پیسے کم ہوں مشکلات اور مصائب ہوں تو صبر کرنا چاہیے ان العطایا علی متن البلایا غرض یہ ہے کہ مصائب اور مشکلات پر صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنے انعامات کے دروازے کھولتا ہے علم عزت ہے لیکن ذلت سے حاصل ہوتا ہے العلم عز یحصل بذل لہٰذا طلب علم کیلئے اپنے علاقے اور اپنے گھر سے سفر کرنا ہوگا، اپنے والدین رشتہ داروں اور دوستوں کو چھوڑنا ہوگا ان تمام مسائل میں طالب علم صبر واستقامت اور تحمل وبردباری سے کام لیتا ہے۔

یکسوئی

علم کے لئے یکسوئی ضروری ہے نہایت توجہ کے ساتھ درس میں بیٹھنا چاہیے پھر نہایت توجہ کے ساتھ تکرار اور مطالعہ کرنا چاہیے مشہور مقولہ ہے العلم لایعطیك بعضه حتی تعطیك كله

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا حضرت العلامہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ طلباء ہیں کیونکہ یہ لوگ پابند ہوتے ہیں دوسرے مشاغل سے اس بات سے یہ معلوم ہوا کہ طالب علم کا کام صرف علم حاصل کرنا ہوتا ہے، طالب علم نہ تجارت کرتا ہے اور نہ دکانداری اور نہ دوسرے کام بلکہ اس کا کام دن رات کتابوں کی ورق گردانی ہوگا۔

کمال طہارت

علم بمنزلہ بادشاہ کے ہے اور بادشاہ پاک جگہ پر بیٹھتا ہے طالب علم چونکہ علم

حاصل کرنے کے لئے نکلا ہوتا ہے اس لئے اس کے لئے ضروری ہے کہ پاک ہو ظاہری طہارت کے لئے وضو یا غسل کرنا چاہیے اور باطنی طہارت کے لئے گناہوں محارمات اور منہیات سے بچنا چاہیے۔

عمل کرنا

علم کے ساتھ عمل کرنا چاہیے بغیر عمل کے علم صرف معلومات ہیں وہ علم نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَ لَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ (البقرۃ:۱۰۲) یہودی علماء کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آیت کی ابتداء میں علم کا اثبات کیا اور آیت کے آخر میں نفی کی اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے نفی کی کہ وہ عالم تھے لیکن عامل نہ تھے پس جو عالم ہو اور عامل نہ ہو قرآن اس کو عالم نہیں کہتا، لہٰذا علم کے ساتھ عمل کی انتہائی ضرورت ہے ورنہ بغیر عمل کے علم ہلاکت کا سبب اور قیامت کے دن انسان پر ایک حجت ہے۔

حصول علم کا مقصد جاننا

طالب علم کے لئے یہ بات لازمی ہے کہ اس کو حصول علم کا مقصد معلوم ہو بعض ایسے طلباء ہوتے ہیں جو علم حاصل کرتے ہیں اور ان کو حصول علم کا مقصد معلوم نہیں ہوتا علم کا مقصد ہمیں ایک حدیث مرسل سے معلوم ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص طلب علم کے لئے نکل گیا تاکہ علم حاصل کرنے سے اسلام زندہ کرے اور وہ اسی راہ میں مرگیا تو وہ شہید ہے تو اس حدیث سے علم کا مقصد واضح ہوا لیحیی بہ الإسلام لہٰذا طلباء کو چاہیے کہ اسلام کی سربلندی اور دن رات اسلام کی اشاعت کو علم کا مقصد بنا کر باری تعالیٰ کی رضا حاصل کرے۔

اخلاص

طلباء اپنے اندر اخلاص پیدا کریں، اخلاص کیا ہے؟ ہر عمل کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرنا جس میں کسی دوسری چیز کا اختلاط نہ ہو اس کو اخلاص کہتے ہیں ریاکاری اور تکبر کو چھوڑ کر اخلاص اختیار کرنا چاہیے۔

آزادانہ زندگی سے پرہیز کرنا

طلباء کے لئے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منہیات سے جان بچا کر اوامر پر عمل کریں اور محارم سے اپنے آپ کو بچائیں آزادی سے گریز کریں کسی طالب علم پر طالب علمی کے دوران جو رنگ چڑھ جائے تو فراغت کے بعد بھی اس پر یہی رنگ ہوگا، مثلاً کوئی طالب علم آزادی سے زندگی گزارتا ہے تو تمام زندگی اس طرح آزاد گزارے گا، اگر کوئی طالب علم طالب علمی کے دوران میں آزادی سے اپنے آپ کو بچاتا ہے تو تمام زندگی اللہ تعالیٰ اس کو برے ماحول اور آزاد زندگی سے بچائے گا۔

علم منطق کی اہمیت وضرورت

منطق کے لغوی اور علمی معانی

منطق کا ایک لغوی معنی ہے اور ایک ''علمی'' سیبویہ فرماتے ہیں الأعلام کلها منقولات تمام نام اور اسماء منقول ہیں اس لئے دونوں معنی میں مناسبت بھی ضروری ہے' ہر علم کا ایک واضع ہوتا ہے' جس طرح ہر کتاب کا مصنف ہوتا ہے' اسی طرح جنس علم کا تذکرہ رؤس ثمانیہ میں بھی ہوتا ہے یہ مذکورہ مباحث کتاب کی ابتداء میں مقدمہ کے طور پر علماء بیان کرتے ہیں۔

ہمارے زمانے میں کسی کتاب کے درس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ نفس فن اور کتاب کا سیکھنا ضروری ہوتا تھا مصنف کے احوال وغیرہ کے تذکرے نہیں ہوتے تھے' یہ تذکرے صرف احادیث کے کتابوں میں ہوتے تھے، استاد اور طالب علم نفس فن کو اچھی طرح جاننے کی کوشش کرتے تھے۔

منطق مصدر میمی یا ظرف کا صیغہ ہے منطق نطق سے ہے نطق ظاہری بھی اور نطق باطنی بھی نطق ظاہری و باطنی کو تقویت کا ذریعہ ہے اب یہ ایک فن کا نام پڑ گیا ہے

جس کی تعریف یہ ہے الة قانونية تعصم مراعاتها الذهن عن الخطاء فی الفکر

''یہ ایک ایسا آلہ ہے جس کی وجہ سے انسان فکری خطا سے محفوظ رہتا ہے''

یعنی آلہ عقلیہ ہے منطق کے قوانین کی رعایت سے مجہولات کے حصول کے لئے جو فکری وعقلی ترتیب ہوتی ہے اس میں غلطی سے بچنا ہوتا ہے' جس طرح علم النحو کی وجہ سے اعرابی غلطی سے بچاؤ ہوتا ہے۔

علم منطق کا واضع اور موجد

مورخین کے نزدیک علم منطق کا واضع حضرت ادریس علیہ السلام' البتہ معلم اول ارسطو ہے کہ اس نے قواعد منطقیہ مرتب کئے ہیں لیکن ان کے عقائد درست نہیں تھے مثلاً حشر کے منکر تھے معلم ثانی خلفاء عباسیہ کے زمانے کے فارابی تھے اسلامی مملکتوں میں جب وسعت ہوئی تو ساتھ ساتھ منطق وفلسفہ کے قوانین بھی عربی زبان کی طرف منتقل ہوئے بڑے بڑے محققین اور مدققین نے بھی ان علوم میں حصہ لیا بعض نے تو ان علوم میں انتہائی انہاک سے کام لیا جس کی وجہ سے فساد ظاہر ہوا۔

علم منطق کے فوائد اور نقصانات

یہ بات بالکل واضح ہے کہ بعض فنون میں فوائد کے ساتھ نقصانات اور فساد کے پہلو بھی ہوتے ہیں اگر اعتدال سے کام لیا جائے اور نقصان سے بچنے کی کوشش ہو تو فائدہ حاصل ہوسکتا ہے اگر اعتدال چھوڑ کر افراط تفریط سے کام لیا جائے تو پھر فائدے کی بجائے نقصان ہوگا حسن بصریؒ کے زمانے میں معتزلہ کا رئیس واصل بن عطا تھا ان کے پیروکاروں نے فلاسفہ کا دامن پکڑا جس کی وجہ سے اخبار احاد کے منکر ہوگئے خبر واحد کی ایسی روایتیں جن میں حشر ونشر اور رؤیت باری کا ذکر تھا ان کا انکار کردیا اور اپنی عقل کی مخالف باتوں کا

انکار کیا اس زمانے میں خبر واحد کی حجیت کا انکار شروع ہوا تو علماء کرام نے بھرپور تردید کے
ساتھ دفاع کیا اسی طرح تیسرے مرحلہ میں ابن سینا نے منطق کے قواعد کی از سر نو تجدید کی
تو اس فن کے مجدد قرار پائے اور معلم ثالث کے لقب سے مشہور ہوئے۔

قوانین منطق اور قوانین فلسفہ میں فرق

منطق اور فلسفہ کے قوانین میں فرق ہے' منطق کے قوانین میں خلاف شریعت
کوئی نہیں بلکہ شرعی احکام کی تحقیق و تدقیق میں منطق ایک بڑا مؤثر معقولی آلہ اور وسیلہ ہے
دوسرا یہ کہ علم حکمت کا موضوع موجودات عینیہ ہے اور منطق کا موضوع معقولات ہیں مناطقہ
مطلق معقولات یا معقولات ثانویہ سے بحث کرتے ہیں مجہول تصوری یا مجہول تصدیقی تک
پہنچنے کے لئے تعریف اور حجت کے راستے اور قوانین بنائے مثلاً تعریف یوں ہوگی جنس اور
فصل کو یکجا کرنے سے دلیل اس طرح قائم ہوگی مثلاً صغریٰ کبریٰ کے ذریعہ دلیل کی اقساط
بتلادیں اس لئے یہ بات شہرت پکڑ گئی کہ علم منطق تمام علوم کے لئے آلہ ہے متقدمین نے
تو علم منطق کو صرف علم حکمت کے لئے آلہ قرار دیا تھا' وجہ یہ تھی کہ حکمت وفلسفہ کے تمام
مسائل عقلی ہیں اس طرح فلاسفہ اور حکماء اپنے تمام مسائل عقلی دلائل سے ثابت کرتے تھے
لیکن متاخرین علماء نے علم منطق کو تمام علوم کے لئے مقدمہ قرار دیا اس لئے کہ یہ بات مسلّم
ہے کہ علوم کے مسائل نظری ہوتے ہیں کیونکہ کوئی بھی مصنف بدیہیات کی تدوین نہیں کرتا
تمام نظری چیزیں اپنے وجود اور ثبوت علمی میں دلیل کی طرف محتاج ہوتی ہیں اگر دلیل صحیح ہوگی
تو نتیجہ بھی صحیح ہوگا دلیل کی صحت و عدم صحت کی ذمہ داری علم منطق نے لی ہے اس لئے ایک
اعتبار سے تمام علوم کے نظری مسائل دلیل کی طرف محتاج ہوئے اور دلیل کی صحت اور فساد علم
منطق کے ذریعہ معلوم ہوتی ہے اس لئے بعض حضرات نے علم منطق کو رئیس العلوم قرار

دیا کسی نے خادم العلوم ایسی صورتحال میں ایسے علم کی شرافت میں کیا شک ہوسکتا ہے ہاں کبھی
ملحدین صرف عقلیات کا اتباع کرتے ہیں قرآن وحدیث کی نصوص سے ان کو اطمینان حاصل
نہیں ہوتا صرف عقلی بات اور دلیل سے مطمئن ہوتے ہیں ان ملحدین کی تردید وہی لوگ کریں
گے جن کی عقلی تربیت ہو چکی ہو' ان کی عقل منجمد نہ ہو۔

ایک نیچری کا قرآن میں غلامی کا ذکر نہ ہونے کا دعویٰ اور منطق سے ابطال

ایک نیچری نے اعتراض کیا کہ قرآن مجید میں غلامی کا ذکر نہیں ہے آیت میں
ہے فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً تردیدی حکم ہے صرف خلاصی اور آزادی کا
حکم ہے غلامی کا ذکر نہیں ہے اسلئے غلامی کے تمام احکام فضول اور بیکار ہیں یہ آپ لوگوں
نے اپنی طرف سے گھڑ لئے ہیں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جواب دیا یہ حصری
تردید جہاں آئی ہے یہ کون سا قضیہ ہے' شرطیہ ہے یا حملیہ اور شرطیہ میں منفصلہ ہے یا
متصلہ اور منفصلہ میں مانعة الجمع ہے یا مانعة الخلو یا منفصلہ حقیقیة ہے پھر اس
معترض کے پاس کوئی جواب نہیں تھا ظاہر ہے یہ قضیہ منفصلہ مانعة الجمع ہے جیسا
کہ یہ قول ہے هذا الشئ إما حجر أو انسان اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا جمع ممکن
نہیں یہ مطلب نہیں کہ خلو نہیں آ سکتا ہے کہ ایک چیز نہ حجر (پتھر) ہوگی اور نہ انسان بلکہ
ہوسکتا ہے کہ نہ حجر ہو اور نہ انسان بلکہ گھوڑا یا کوئی اور چیز ہو تو مذکورہ آیت میں جمع منع
ہے خلو منع نہیں اب اگر منطق کے قواعد ہمیں معلوم نہ ہوتے تو اس نیچری کو کون اور کیا
جواب دیتا؟

علامہ مارتو نگؒ کا ایک ہندو کو منطق سے مسکت جواب

استاد محترم حضرت العلامہ مولانا خان بہادرؒ المعروف بہ مارتو نگ بابا کی

ہندوستان میں طالب علمی کے زمانہ کی بات ہے ایک طالب علم سے کسی ہندو فلسفی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات علت تام ہے یا علت ناقص طالب علم نے کہا کہ علت تام اس ہندو نے کہا پھر تو عالم قدیم ہوا کیونکہ علت تام کے وجود کے وقت معلول کا موجود ہونا ضروری ہے ورنہ علت سے معلول کا تخلف آئیگا اور یہ تخلف معلول جائز نہیں طالبعلم بہت گھبرایا حیران پریشان بن کر حضرت الاستاد (جو اس وقت طالبعلم تھے) کے پاس آیا اور کہا کہ ایک ہندو نے لاجواب کر دیا ہے' حضرت الاستاد اس طالب علم کو لے کر ہندو کے پاس گئے اس ہندو نے وہی سوال دہرایا تو حضرت الاستادؒ نے فرمایا نہ علت تام ہے نہ علت ناقص بلکہ فاعل مختار اور فاعل بالارادہ ہے فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے جس وقت جو کام چاہے کرتا ہے اور کر سکتا ہے چنانچہ اس دفعہ وہ ہندو لاجواب ہو گیا۔

منطق و دیگر علوم کے اصطلاحات کی حقیقتیں قرآن میں

یہ سب معقولات کی برکت ہے' علم منطق کے قواعد کے اصطلاحات جدید ہیں لیکن انکا استعمال قرآن وحدیث میں موجود ہے' یہ صرف علم منطق کا معاملہ نہیں بلکہ دیگر علوم مثلاً فقہ اور اصول فقہ اور اصول حدیث وغیرہ کے اصطلاحات جدید اور بندوں کی ایجاد ہیں' لیکن ان کی حقیقتیں قدیم اور قرآن وحدیث میں موجود ہیں' فقہ اور اصول فقہ اور اصول حدیث جیسے مفید اور ضروری علوم پر کسی کو اعتراض نہیں لیکن علم منطق اور معقولات پر بعض حضرات اشکالات پیش کرتے ہیں۔

منطقی حقائق اور قرآن مجید واحادیث مبارکہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا برہان تمانع ہے، صاحب شرح عقائد فرماتے ہیں کہ یہ حجت اقناعی ہے اس میں برہان کی طرف اشارہ

ہے برہان مقدمات یقینیہ سے مرکب ہوتا ہے' حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بڑے آسان طریقہ سے اس کا ذکر کیا ہے' یہ قیاس استثنائی رفعی ہے اس میں نقیض مدعا مقدم ہوتا ہے' اس کے ساتھ ایک تالی محال لازم ہوتا ہے اور ملزوم محال محال ہوتا ہے تو نقیض دعویٰ محال ہوا اور احد النقیضین جب محال ہوتا ہے تو دوسرا واجب ہوتا ہے تو عین مدعی واجب اور ثابت ہوا معنی یہ ہوگا الہ ایک ہے اگر ایک نہ ہو اور متعدد ہوں تو یہ نقیض مدعی ہے اب جب دوسرا الہ واجب اور قادر علی الکمال ہے یہ پہلے الہ کے کسی فعل کی ضد کے ساتھ اپنا ارادہ معلق کر سکتا ہے یا نہیں اگر نہیں کر سکتا تو عجز لازم آیا اور عاجز خدا نہیں بن سکتا ہے اگر کر سکتا ہے تو کیا اس ارادہ کی وجہ سے اپنی مراد حاصل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کر سکتا ہے تو پھر عجز لازم آیا اگر مراد حاصل کر سکتا ہے' تو اجتماع ضدیں لازم آیا اور یہ محال ہے۔

منطق کے بعض مسلمہ قواعد

منطق کے بعض قواعد بالکل مسلمات میں سے ہیں ان پر سب کا اجماع ہے مثلاً اجتماع ضدین ، اجتماع نقیضین ، ارتفاع نقیضین اور تداخل جواہر متحیزہ وغیرہ ممنوع ہیں برہان تمانع میں یہ قاعدہ سامنے آیا کہ اجتماع نقیضین محال ہے لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا لازم باطل ہے تو ملزوم اس کے مثل ہوگا یعنی باطل ہوگا۔

لَوْ کی اقسام

یہاں لو استدلالیہ ہے' لو کی کئی قسمیں ہیں لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ میں لو امتناعیہ ہے' کبھی لو مصدر یہ آتا ہے' کبھی تمنائیہ اور کبھی شرطیہ آتا ہے یہی لو شرطیہ کبھی امتناعیہ اور کبھی استدلالیہ آتا ہے لو امتناعیہ کی مثال یہ ہے لو جئتنی لاکرمتك اس میں

انتفاء اول انتفاء ثانی کے لئے سبب ہے اور اس لو امتناعی میں انتفائیں دونوں معلوم ہوتے ہیں صرف انتفاء ثانی فی الواقع کے لئے معلوم نہیں تو امتناعی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انتفاء ثانی کے لئے سبب فی الواقع انتفاء اول ہے لو استدلالی میں انتفاء ثانی دلیل ہوتی ہے انتفاء اول پر اور وہ لازم ہے اور انتفاء لازم سے انتفاء ملزوم آتا ہے لو استدلالی میں ایک انتفاء معلوم دوسرا مجہول ہوتا ہے تو مجہول معلوم کے ذریعے مجہول حاصل کیا جاتا ہے امتناعی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انتفاء ثانی کے سبب فی الواقع انتفاء اول ہے۔

منطقی قواعد سے معترضین قرآن کی تردید کی چند مثالیں

قیاس استثنائی میں چار صورتیں آتی ہیں دو منتج اور دو عظیم تو لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ کا حاصل یہ ہے کہ فساد نہیں تو متعدد الٰہ نہیں یہی منطق کا ایک قاعدہ اور دلیل کی ایک قسم ہے۔

حدیث میں آتا ہے فان خیرالھدی ھدی محمد وشر الأمور محدثاتھا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار یہ قیاس اقترانی اور شکل اول ہے۔

مسلم شریف کی روایت ہے حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں لاتدخلون الجنۃ حتی تؤمنوا ولا تؤمنوحتی تحابوا نتیجہ نکلا کہ جب تک آپ میں محبت نہ ہو جنت میں داخل نہیں ہوسکتے پھر حضور ﷺ نے آپس میں محبت بڑھانے کا نسخہ بتلایا کہ أفشوا السلام بینکم (ترمذی:ح ۲۵۱۰) سلام کو عام کرو سلام کو پھیلاؤ یہ زبانی خیر رسانی اور محبت کا ذریعہ ہے الإنسان عبدلاحسان انسان تو احسان کا بندہ ہے ایک آدمی آپ کو زبانی یا عملی طور پر خیر پہنچائے تو آپ کو اس کے ساتھ محبت پیدا ہوجائے گی خیر رسانی محبت کے اسباب میں سے ایک ہے' یہی حدیث بعینہ شکل اول کا مادہ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مخاطب کرکے فرمائیں گے ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ یہ سوال جواب بعینہ اس طرح ہے جس طرح ابراہیم علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے مابین سوال جواب ہوا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ حضرت ابراہیمؑ کا مقصد اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا لیکن پھر بھی حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ اس سوال جواب کی کیا ضرورت پیش آئی جو ضرورت حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ میں ہے وہی ضرورت حضرت عیسیٰؑ کے واقعہ میں ہے اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تالی باطل ہے اور مقدم اس کے مثل ہے ملازمہ اس کے مثل ہے ملازمہ یہ ہے تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ یہ بھی قیاس استثنائی ہے۔

منافقین کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ مسئلہ یہ ہے کہ رد مردود کے ساتھ لفظاً ومعناً موافق ہوتا ہے منافقین نے کہا اٰمَنَّا یہ جملہ فعلیہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جملہ کی تردید جملہ اسمیہ اور باء زائد کے ساتھ کی ہے یعنی وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ تو اٰمَنَّا کا رد وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ کے ساتھ کرنا دونوں میں موافقت نہیں کیونکہ ایک جملہ فعلیہ ہے اور دوسرا جملہ اسمیہ ہے جواب یہ ہے کہ یہ رد اور مردود ایک دوسرے کے موافق ہیں منافقین کا جملہ اٰمَنَّا موجبہ مطلقہ عامہ ہے یعنی ہمارا ایمان بالفعل موجود ہے منافقین نے انا اٰمَنَّا کا دعوی نہیں کیا' موجبہ موجہہ مطلقہ عامہ کی نقیض جہت کے اعتبار سے سالبہ دائمہ ہوتا ہے' اور وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ سالبہ دائمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو حکم فرما رہے ہیں بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ

تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ بَلِّغْ امر اور حکم ہے وَاِنْ لَّمْ شرط ہے فَمَا بَلَّغْتَ جزا ہے دونوں میں اتحاد ہے' اسلئے کہ بظاہر دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے حالانکہ شرط اور جزا کا مفہوم الگ الگ ہونا چاہیے اس کے حل اور جواب کے لئے منطق کی طرف رجوع کرنا ہوگا بَلِّغْ مَآ میں کلمہ ما کا مفہوم عام ہے اس کا مفہوم موجبہ کلیہ بنتا ہے یعنی جو کچھ نازل کیا ہے وہ سب پہنچائیں گے موجبہ کلیہ کا نقیض سالبہ جزئیہ آتا ہے۔

وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ سالبہ جزئیہ ہے اگر دین کا بعض حصہ نہ پہنچایا تو سلب جزی ہوگا' لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی سلب کلی ہے اس لئے فرمایا فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ یعنی آپ نے سرے سے کچھ پہنچایا ہی نہیں منطق کے قاعدہ کے مطابق سلب جزی کبھی سلب کلی کے ضمن میں آتا ہے اور کبھی ایجاب جزی کے ضمن میں۔

اب شرط اور جزا میں مغائرت آجائے گی تو وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ سالبہ جزئیہ ہے ایجاب جزئین کے ساتھ اور فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ سالبہ کلیہ ہے لہٰذا شرط اور جزا میں مغائرت پائی گئی منطقی قواعد کی رو سے قرآن مجید پر واقع ہونے والا اعتراض ختم ہوگیا۔

حدیث ذوالیدین کے بارے میں آپ کو علم ہے بنابر اختلاف روایات ظہر یا عصر کی نماز سہواً حضور ﷺ نے پوری نہیں پڑھی دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا حضور ﷺ کے انتہائی رعب کی وجہ سے پوچھنے کی جرأت بھی مشکل تھی ایک صحابی جو ہاتھوں کی درازی کی وجہ سے ذوالیدین کے ساتھ مشہور تھے جیسے حضرت اسامہ ذوالبطین کے ساتھ مشہور تھے' ان کی توند قدرے بڑی تھی تو ذولیدین نے حضور ﷺ سے پوچھا أقصرت الصلوة أم نسیت یارسول اللّٰہ فقال کل ذلك لم یکن لم انس ولم أقصر(بخاری: ح ۲۱۳)
حضور ﷺ نے سالبہ کلیہ ذکر کیا نہ بھول ہوئی اور نہ نماز میں کمی آئی ہے حضرت ذولیدین

نے پھر فرمایا بعض ذالك قد کان یعنی کچھ تو ہوا ہے سالبہ کلیہ کا نقیض موجبہ جزئیہ آتا ہے اس لئے ذولیدین نے سالبہ جزئیہ ذکر کیا یعنی سہواً ایسا ہوا ہے۔

کفار کا عقیدہ تھا کہ رسالت بشریت کے منافی ہے بشر رسول نہیں ہوسکتا کہتے تھے مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ یہ سالبہ کلیہ ہے یعنی کسی بشر پر اللہ نے کوئی چیز نازل ہی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى یہ موجبہ جزئیہ ہے اور سالبہ کلیہ کا نقیض ہے یعنی کفار کی بات غلط ہے۔

منطق بدعت نہیں حافظ ابن تیمیہ کے اعتراض کا جواب

ان منطقی قواعد کی حقیقتیں قرآن و حدیث میں موجود ہیں لیکن ان کے اطلاقات حادث ہیں اب اگر کوئی منطق کو بدعت اور منطقی کو بدعتی کہے' تو صحیح نہیں' پھر تو اصول حدیث' اصول فقہ اور فقہ بھی بدعت ہوگی اور محدثین اور فقہا بدعتی ہوں گے (العیاذ باللہ) حافظ ابن تیمیہؒ نے محدثین، متکلمین ماتریدیہ پر اعتراض کیا ہے کہ ایمان کے بارے میں ان کا مسلک صحیح اور درست ہے' لیکن ان کے اطلاقات حادث اور بدعتی ہیں حضرت العلامہ مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ نے جواب دیا ہے کہ یہ ابن تیمیہ کا خدشہ ہے' یہ بدعتی اقوال نہیں بلکہ جدید اصطلاحات ہیں لکل مصطلح ان یصطلح ماشاء یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے فقہا کرام نے نماز کے تمام اجزاء کا تجزیہ کر کے کہہ دیا کہ فلاں جز فرض ہے فلاں واجب اور فلاں سنت ہے یہ تجزیہ اس لئے کیا کہ نماز کے ہر جز کا الگ الگ حکم معلوم ہوجائے ایسا کرنا بدعت نہیں۔

قرآن وحدیث کے علوم آلیہ سے عقلی قوتیں بڑھتی ہیں

نماز کا تجزیہ گھڑی کے اجزاء کی تجزیہ کی طرح ہے جس طرح گھڑی میں بعض

پرزے اہم اور بعض اجزاء تزئین وتکمیل کے لئے ہوتے ہیں' اس طرح نماز کے بعض اجزاء اہم یعنی فرض واجب اور بعض اجزاء تکمیل وتزئین کے لئے ہوتے ہیں۔

پس اصل تو قرآن وحدیث ہے اس میں بے شمار مخفی قواعد ہیں ان میں بے شمار جزیات پڑے ہوئے ہیں۔ فقہ، اصول فقہ،اصول حدیث، صرف، نحو، منطق، معانی وغیرہ مفید اور معاون علوم نے قرآن وحدیث کے تمام مخفی قواعد اور جزئیات آشکارا کردیئے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اس لئے کہ قرآن وحدیث کے عجائبات ختم نہیں ہوتے وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کا سرچشمہ ذات باری ہے' اس کی ہر صفت لامحدود ہے تو اس کی صفت علم اور کلام کے بے کراں وسعتوں کا احاطہ کون کرسکتا ہے؟ قرآن وحدیث کے ان تمام معاون علوم میں جان ومال اور وقت کھپانے سے اجتہادی استعداد بڑھتی ہے عقلی قوتیں بڑھتی ہیں ان تمام علوم وفنون کی تمام اصطلاحات کو اگر لغوی معنی سے بدعت کہہ دیا جائے تو ٹھیک ہے جس طرح حضرت عمرؓ نے بیس رکعت تراویح کے بارے میں فرمایا تھا نعمة البدعة هذه حضرت شیخ سلیم اللہ خان صاحب فرماتے ہیں جس طرح انسان میں قوت عاملہ ہے جس کے عدم استعمال سے وہ قوت منجمد ہوجاتی ہے، پھر انسان پر فالج وغیرہ، بیماریاں حملہ کرتی ہیں' اس طرح انسان میں قوت مدرکہ عاقلہ بھی ہے اس کے عدم استعمال سے اس قوت کو نقصان پہنچتا ہے۔

صرف دنیوی امور میں عقل کھپانے سے دین تک رسائی مشکل

عقل عالم واقع کے لئے سلطان ہے محسوسات کے لئے عقل ہے' اگر اس کا استعمال نہ ہو تو بالکل واضح بات بھی سمجھ میں نہیں آتی' بڑی عمر کے دیہاتی ان پڑھ لوگوں کو دیکھ لیں ان کی عقل بڑی موٹی ہوتی ہے علمی اور معقولاتی باتیں تو درکنار کبھی عام باتیں

بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتیں وجہ یہ ہے کہ ان بے چاروں کی عقل کبھی استعمال ہوئی ہی نہیں ہے دنیاوی امور میں عقل خوب استعمال کی ہوئی ہے لیکن دینی اور علمی باتوں تک ان کی رسائی مشکل ہوتی ہے' علوم وفنون کا تعلق تو عقل کے ساتھ ہے اور ان کی عقل اس باب میں منجمد ہوچکی ہوتی ہے۔

کفار کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ یعنی ان کی تمام استعدادیں اور قوتیں دین کے بارے میں عدم استعمال کی وجہ سے ختم ہوچکی ہیں قوت عاقلہ کا استعمال منطق میں خوب ہوتا ہے' کیونکہ معقولات کی بحثیں ہیں' غبی طلبہ کی غباوت کا علاج بھی ہے کیونکہ اس سے تشحیذ الاذهان ہوتا ہے' تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ منطقی حضرات اکثر بزرگ قسم کے لوگ ہوتے ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تنزیہ وتقدیس کی ابحاث کرتے رہتے ہیں لیکن کبھی ان میں غرور بھی آجاتا ہے۔

بعض منطقی تکبر اور غرور میں مبتلا ہوجاتے ہیں

ایک طالب علم نے سلم العلوم کی شرح ''بوستہ'' زبانی یاد کی تھی، اتفاقاً ایک مرتبہ بازار میں کسی شخص کو شرٹ پتلون میں ملبوس دیکھا تو اس کے ساتھ الجھ پڑا کہ بوستہ میں نے یاد کی ہے' اور سوٹڈ بوٹڈ آپ پھرتے ہیں' لیکن اگر اس نشہ علمی کے ساتھ دینی تہذیب جمع ہوجائے تو آدمی کی اصلاح ہوجاتی ہے اور پھر ایک قابل جوہر بن جاتا ہے' طلباء کا بھی ایک مزاج ہوتا ہے' کہتے ہیں کہ جس نے منطق نہ پڑھی ہو اس کو لابد کا ترجمہ بھی نہیں آتا ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے کہ ایک ایک کتاب کا ماہر عالم ہوتا تھا' ہمارے علاقہ میں ایک عالم کی کافیہ دانی میں بڑی شہرت تھی' جبکہ شرح جامی میں یہ کیفیت نہ تھی ایک عالم نے ایک طالب علم کے سامنے لابدّ کا پورا ترجمہ کردیا اور کہا کہ یہ لا کا معنی ہے

طالب علم نے کہا کہ بدّ کا کیا معنی ہے؟ تو استاد نے کہا: کہ یہ منطقی لفظ ہے تو طلباء نے مشہور کردیا کہ جس نے منطق نہ پڑھی ہو تو لابد کا ترجمہ بھی نہیں کرسکتا۔

اکابر اور علم منطق

ہمارے اکابر علوم کے سمندر تھے ہر فتنے کا جواب' تعاقب اور رد کیا ہر ملحد کو دندان شکن جواب دیا' یہ اکابر علم منطق کے ماہر تھے' شاہ ولیؒ اللہ اور اس کے خاندان والے اس فن میں بڑے ماہر تھے، حجۃ اللہ البالغہ، تفسیر بیضاوی، تفسیر کبیر، توضیح تلویح، مسلم الثبوت، مطول اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کی کتاب ''آب حیات'' وغیرہ منطق کے بغیر سمجھ میں نہیں آتی ان قیمتی اور علمی جواہر پاروں سے استفادہ علم منطق میں مہارت کے بغیر مشکل ہے۔

عمر بھر کا انہماک صحیح نہیں

اس فن کی اہمیت میں شک تو نہیں لیکن زیادہ انہماک بھی صحیح نہیں بعض لوگوں نے صرف اسی فن میں عمریں کھپادیں حالانکہ یہ تو دیگر علوم آلیہ کی طرح ایک آلہ ہے ساری عمر آلہ کے ساتھ بسر کرنا اور مقاصد سے محروم رہنا سعادت مندی نہیں حضرت مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ کسی بڑی شخصیت کا قول نقل کرتے ہیں کہ منطق فی نفسہ تو بے کار ہے' لیکن کار آمد چیز اس کے ذریعے حاصل ہوسکتی ہے' تو اس کا سیکھنا برا نہیں بلکہ ایک حد تک ضروری ہے۔

ہمارے زمانے میں معتزلہ' جبریہ اور خوارج تو موجود نہیں ہیں لیکن ان کے عقائد موجود ہیں ان کا رد منطق کے بغیر مشکل ہے' ہمارے اکابرین کو اس فن میں ملکہ حاصل تھا' ہمارے استاد محترم حضرت مولانا عبدالحلیم المعروف بہ ہوڈیگرام بابا طلبہ سے فرمایا کرتے تھے کہ آپ بھی بڑے عجیب ہیں کہ دورۂ حدیث اور منطق پڑھ لینے کے بعد

جا کر دوسرے فنون کا دورہ کرتے ہو' اس زمانے میں بونیر میں ایلئے نامی جگہ میں اصول فقہ کا دورہ ہوتا تھا فرماتے تھے کہ منطق پڑھ لینے کے بعد دوروں کی ضرورت نہیں مراد یہ تھی کہ منطق اچھی طرح پڑھ اور سمجھ لینے کے بعد استعداد اتنی مضبوط ہوجاتی ہے کہ آدمی فن کی ہر کتاب حل کرسکتا ہے استاد محترم حضرت مارتونگ بابا فرمایا کرتے تھے کہ میں اگر تفصیل کے ساتھ کوئی مسئلہ شروع کروں تو کئی دن تک اس پر بحث کرسکتا ہوں اگر بحث ختم کرنا چاہوں تو ختم کردیتا ہوں ورنہ ہفتوں میں وہ بحث ختم نہیں ہوسکتی یہ ان کی اجتہادی قوت تھی' آپ کو تمام علوم اور بالخصوص علم منطق میں درجہء کمال مہارت حاصل تھی' بلکہ اس فن کے مجتہد تھے۔

منطق اور فلسفہ میں فرق

فلاسفہ کے نزدیک علم منطق فلسفہ کا مقدمہ ہے' لیکن اہل سنت والجماعت کے علماء نے علم منطق کو تمام علوم کا مقدمہ قرارہ دیا ہے' علم حکمت اور فلاسفہ کے بہت سے مسائل خلاف شرع ہیں جن کی علماء دوران درس تردید کرتے رہتے ہیں تہافتہ الفلاسفہ میں تفصیلاً اس کا ذکر ہے جس طرح ہمارے فقہاء کرام اپنی کتابوں میں تردید کے لئے بطور نمونہ کفریہ اقوال نقل کرتے ہیں۔

حدیث معنعن میں امام مسلم اور امام بخاری کی الگ الگ رائے

امام مسلم نے مسلم شریف کے مقدمہ کے آخر میں حدیث معنعن کے ضمن میں یہ بات لکھی ہے کہ لفظ عن کے ساتھ روایت حدیث کو معنعن کہتے ہیں اس میں امام مسلم کا مذہب یہ ہے کہ اس حدیث کی صحت کے لئے امکان اللقاء کافی ہے بشرطیکہ روای مدلس نہ ہو جبکہ امام بخاری کے نزدیک بالفعل لقاء ضروری ہے امام مسلم نے اس مسئلہ میں امام

بخاری اوران کے ہم نوا حضرات کی خوب خبر لی ہے کہ ان کا قول محدث ہے اور سلفاً خلفاً تمام محدثین کے خلاف ہے۔

امام مسلم نے پہلا رد یہ کیا ہے کہ امام بخاری اور ان کے ساتھیوں نے خرق الاجماع کیا ہے' پھر ان سے منع مصطلح یعنی دلیل کا مطالبہ کیا ہے کہ آپ جو شرط زیادہ کرتے ہیں اس کی دلیل کیا ہے، قیامت تک نقلی دلیل پیش نہیں کر سکتے عقلی دلیل تو پیش کریں' امام بخاری اور اس کے ہم خیال حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حدیث کے رواۃ قدیماً وحدیثاً کبھی روایت کو مرسل بغیر تدلیس کے ذکر کرتے ہیں یعنی ارسال کرتے ہیں ان مرسل روایات پر کسی نے نکیر نہیں کی حالانکہ امام شافعیؒ اور محدثین کے نزدیک مرسل روایت قابل حجت نہیں اب جب حدیث مرسل قابل حجت نہیں اور پھر بھی محدثین ارسال کرتے ہیں تو ہم یہی کہیں گے کہ راوی جب الفاظ ذکر نہ کرے بلکہ لفظ عن ذکر کرے تو احتمال ہے کہ اس نے ارسال کی ہے تو احتمال ارسال ختم کرنے کے لئے ہم نے بالفعل لقاء کی شرط لگا دی ہے۔ امام مسلم نے اس پر مضبوط رد نقض اجمالی یا نقض تفصیلی کی شکل میں کیا ہے۔

اس استدلال کی مثال فلاسفہ کا ہیولی کی حقیقت میں بحث

شارحین لکھتے ہیں کہ یہ استدلال ایسا ہے کہ جیسے فلاسفہ ہیولیٰ ثابت کرتے ہیں إن بعض الأجسام القابلة للانفكاك يجب أن يكون فی نفسه متصلاً واحدة والالزم الجزء الذی لایتجزی: بعض الاجسام القابلة للانفكاك متصل ہوں گے اگر فی نفسہ متصل نہ ہوں تو جز لایتجزی لازم ہوگا اور یہ لازم باطل ہے عناصر میں ہیولیٰ ثابت کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ہیولیٰ تمام اجسام میں ثابت ہے تو علامہ میبذی نے اس

پر خوب رد کیا ہے کہ آپ نے تو عناصر میں ہیولیٰ صحیح طور پر ثابت نہیں کیا تو افلاک میں ہیولیٰ کیسے ثابت کروں گے' لیکن انہوں نے عناصر اربعہ یعنی مفردات میں ہیولیٰ ثابت کیا ہے اور کہا کہ افلاک میں بھی ثابت ہے' اس لئے کہ جسم حقیقت میں ایک ہی نوع ہے اور حقیقت نوعی کے افراد متناہی فی الاحکام ہوتے ہیں ان افراد میں حکم ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہوتا یعنی جو حکم مقتضی طبیعت ہے وہ تمام افراد میں یکساں ہوتا ہے ایک دوسرے سے نہ مختلف اور نہ یہ حکم مختلف ہوتا ہے وان عاق عنها عائق خارج اگرچہ خارجی موانع کی وجہ سے ایک حکم بعض افراد میں نہ آجائے لیکن مقتضی ذات تمام افراد میں برابر ہوتا ہے اب جب بعض افراد میں کہ اجسام مفردہ قابلة للإنفكاك ہیں احتیاج الی الهيولیٰ ثابت ہوا تو سارے افراد جسم میں ہیولیٰ ثابت ہوا اب امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ روایت میں بھی حقیقتاً ایک ہی نوع ہے' نفس حقیقت کے اعتبار سے ایک راوی کا حکم دوسرے راوی کے لئے بھی ثابت ہوگا ہاں اگر کوئی خارجی مانع پایا جائے تو حکم بدل جائے گا اب جب ایک راوی نے ارسال کیا ہے اور دوسری جگہ راوی نے عن کے ساتھ روایت کی ہے تو اس میں بھی ارسال کا احتمال ہوگا کیونکہ یہ افراد در حقیقت نوع واحد کے ہیں امام بخاری وحزبہ نفلية اللقاء شرط قرار دیا ہے۔

حدیث میں صحابیؓ کا لا أزید کہنے کی منطقی قواعد سے توضیح

ایک صحابی نے دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر شرائع اسلام کے بارے میں پوچھا تو حضور ﷺ نے کچھ شرائع کا ذکر فرمایا تو وہ صحابی کہنے لگے یارسول اللہ! لا ازید علی هذا ولا انقص منه شيأ خدا کی قسم میں ان شرائع میں کوئی کمی زیادتی نہیں کروں گا لاازید کا کیا مطلب ہے حضور ﷺ نے تو مکمل اور پورے شرائع ذکر نہیں فرمائے تھے حج کا

ذکر نہیں کیا منہیات کا ذکر نہیں کیا تو بغیر اس کے جنت میں داخلہ کیسے ہوگا دوسری طرف صحابی نے قسم بھی کھائی ہے حالانکہ ارشاد باری ہے کہ لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا یعنی کار خیر کے ترک کی قسم نہ کھاؤ حالانکہ صحابی نے جو قسم کھائی اس سے یہی نکلتا ہے کہ کار خیر کے ترک کی قسم ہے اس حدیث کی محدثین نے مختلف توجیہات کی ہیں۔

☆ تبلیغ ورسالت میں کمی نہیں کروں گا۔

☆ اپنی طرف سے کوئی زیادتی نہیں کروں گا، اگر شریعت کی طرف سے کوئی اور حکم ملے تو اتباع کروں گا۔

☆ سوال میں زیادتی نہیں کروں گا اور عمل میں کمی نہیں کروں گا ایسا نہیں کہ عمل میں زیادتی نہ کروں گا بلکہ عمل زیادہ کروں گا۔

☆ حضور ﷺ کے اس پیغام کو قوم تک پہنچانے میں کوتاہی نہیں کروں گا لا ازید کا ذکر استطراداً ہے یہ ایسا ہے جیسا صاحب حمداللہ اپنی کتاب حمداللہ میں ذکر کرتے ہیں کہ تصدیق کا متعلق قضیہ کا اجمالی مفہوم ہے آگے لکھتے ہیں' اجمال کے تین معانی ہیں:

(۱) کما فی الحد و المحدود (۲) اجمال قبل التفصیل (۳) اجمال بعد التفصیل

اس پر اشکال ہے کہ حد میں تفصیل ہوتی ہے نہ کہ اجمال میں اجمال تو محدود میں ہوتا ہے تو کمافی الحدوالمحدود کا کیا مطلب ہوا؟ تو جواب میں کئی توجیہہ پیش کی جاتی ہے ایک ان میں سے یہ ہے کہ حد کا استطراداً ذکر ہے خرید وفروخت میں اس کی مثالیں موجود ہیں دکاندار جب قیمت بتاتا ہے تو گاہک پوچھتا ہے کہ قیمت میں کوئی کمی بیشی ہوگی یا نہیں؟ دکاندار بھی کہتا ہے کہ کوئی کمی بیشی نہ ہوگی بائع ومشتری دونوں جانتے

ہیں کہ کمی کے ساتھ بیشی کا ذکر استطراداً ہے' آپ حضرات نے مذکورہ بالا قرآن وحدیث کی تشریحات اور توجیہات ملاحظہ فرمائیں' ان کی بنا علم منطق کے قواعد اور اصول پر ہے علمی تبحر' عقلی ورزش اور عقلی قوتوں میں توسع اس معقولی علم کے ساتھ آتی ہے' ہم اس کو فرضیت کے درجے تک نہیں پہنچاتے اگرچہ بعض حضرات نے علم منطق کو ایک اعتبار سے فرض قرار دیا ہے اور بعض نے تو انتہائی تفریط سے کام لے کر حرمت کا فتوی صادر کیا ہے' یہ دونوں طرف سے زیادتی ہے' جو کسی طرح سے معقول بات نہیں۔

وفاق کے نصاب میں علوم عقلیہ کی کمی پر شکوہ

نصاب میں بعض تبدیلیاں بڑی مفید ہیں اور بعض تبدیلیوں پر ہمیں شکوہ ہے کام وہی کرنا چاہیے جس سے طالب علم کی مضبوط علمی استعداد پیدا ہوتی ہو' نصاب میں ایسی تبدیلی کرنا جس سے استعداد مضبوط ہونے کی بجائے کمزور ہو جائے کوئی معقول بات نہیں تعلیمی مدت بڑھانے کا اتنا فائدہ نہیں ہمارے زمانہ طالب علمی کا طریقہ یہ تھا کہ کسی فن کی کتاب کا مشکل حصہ استاد پڑھاتا تھا بقیہ کتاب طالب علم کے لئے چھوڑ دیتے تھے کیونکہ مقصد کتاب اور فن کا سیکھنا ہوتا تھا مقصد کتاب کا ختم کرنا نہیں ہوتا تھا شرح عقائد کا ابتدائی حصہ مشکل ہے اس لئے عذاب قبر تک استاد پڑھاتا تھا شرح جامی کا مقدمہ مشکل ہے باقی آسان ہے۔

علامہ مارتو نگ بابا کے درسی طریقے

ہمارے استاد محترم حضرت مارتو نگ باباؒ کا قدیم طریقہ یہ تھا کہ طالب علم سے کہتے ہیں کتاب کا مطالعہ کیا ہے اگر وہ ہاں کہہ دیتا تو کہتے کہ سناؤ کیا سمجھے اگر وہ درست مطلب بیان کر دیتا تو اس سے کہہ دیتے جاؤ آپ کا کام مکمل ہے' اگر طالب علم نے کتاب

صحیح طور پر حل نہ کی ہوتی اور کچھ کمی باقی ہوتی تو پھر تفصیلاً عرض کرتے اور پھر پڑھایا ہوا سبق پڑھائے ہوئے سبق کے مطابق سنتے، لیکن حضرت مارتونگ بابا نے دارالعلوم سیدو شریف میں تشریف آوری کے بعد تدریس کا وہی پرانا طریقہ تبدیل کر دیا اب خود مکمل تقریر کر کے عبارت کے قاری سے اعادہ کرواتے تھے تو حضرت کے تلامذہ بالفعل مدرس ہوا کرتے تھے اب نصاب کو آسان بنانے کی کوششیں کی جارہی ہے جو کسی طرح بھی طالب علم کے لئے اور علماء کے مستقبل کے لئے مفید نہیں ماضی میں درس نظامی نے بڑے بڑے علماء پیدا کئے ہیں ہمارے تمام اساتذہ اس درس نظامی کا ثمر ہیں۔

(الحق مئی ۲۰۰۸ء ج ۴۳ ص ۳۵ تا ۴۵)